غزوہ

بنی قریظہ

علامہ محمد احمد باشمیل

نفیس اکیڈمی
اردو بازار، کراچی

اسلام کے فیصلہ کن معرکے

غزوہ بنی قریظہ

مؤلفہ:

محمد احمد باشمیل

ترجمہ:

مولانا اختر فتح پوری

نفیس اکیڈمی، کراچی

جملہ حقوق طباعت و اشاعت دائمی
بحق ناشر چوہدری طارق اقبال گاہندری
مالک نفیس اکیڈمی اردو بازار
کراچی محفوظ ہیں

نام کتاب : ——— غزوۂ بنو قریظہ
مصنف : ——— محمد احمد باشمیل
ایڈیشن : ——— اول مارچ ۱۹۸۵ء
ضخامت : ——— ۲۴۰ صفحات
مقام اشاعت : ——— نفیس اکیڈمی
اردو بازار کراچی

فون نمبر ۲۱۴۳۰۳

قیمت ——— روپے

مطبوعہ : شکیل پرنٹنگ پریس ستارہ مارکیٹ کراچی

عرضِ ناشر

خدا کا اپنے بندوں پر سب سے بڑا اور عظیم احسان یہ ہے کہ اس نے ختمی مرتبت سید المرسلین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دونوں جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت اور سیرت کے ہر موضوع اور ہر پہلو پر دنیا کی ہر ترقی پذیر اور تہذیب یافتہ زبانوں میں کتابیں لکھی گئی ہیں اور لکھی جا رہی ہیں اور یقین سا ہوتا ہے کہ اتنی کتابوں کے باوجود پڑھنے والے اہل ایمان کی تشنگی کم نہیں ہو رہی ہے بلکہ ان کے ذوق مطالعہ بڑھتا ہی جا رہا ہے۔ مگر سیرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ایک پہلو جس کو ہم غزوات مقدس سے یاد کر سکتے ہیں۔ اس پر مورخوں نے کم توجہ دی ہے اور دی بھی تو اس طرح کہ عام لوگوں تک اس کی رسائی دشوار اور مشکل ہو گئی ہے

اس وقت جب کہ دنیا تباہی کے دہانے پر کھڑی ہوئی ہے انسان

انسان کے لہو کا پیاسا ہے، تمام کائنات پر جنگ کے سائے عفریت کی طرح منڈلا رہے ہیں۔ ایسی صورت حال میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی غزوات مقدسہ کا مطالعہ اور ان کے دوران مسلمانوں کے ایثار، تحمل، صبر و برداشت، لطف و عطا، عدل و انصاف اور عفو و درگزر کی مثالیں، ایک غیر فانی مثالیں پیش کرتی ہیں۔ بعثت کے بعد سے فتح مکہ تک اور اس کے بعد حضور کی وفات تک مسلمانوں نے اپنی جس بے مثال رواداری اور کردار کا عملی نمونہ پیش کیا ہے، اس کی نظیر تاریخ پیش کرنے سے قاصر ہے۔

محمد احمد باشمیل عرب کے ممتاز مؤرخ ہیں، انہوں نے اسلام کی فیصلہ کن جنگوں پر تفصیل و معنوی جزئیات کے ساتھ لکھا ہے، ان کے تجزیات اور ان پر نظریاتی گہری نظر ڈالی ہے، اس لحاظ سے تبریک کے مستحق ہیں کہ ان کے علاوہ کوئی اور یہ اہم پیشکش کا رنامہ انجام نہیں دے سکتا۔ ہمارا ادارہ اب تک ان کی کئی کتابیں شائع کر چکا ہے ان میں فتح مکہ، صلح حدیبیہ، جنگ خیبر، غزوہ بدر، جنگ موتہ اور زیر نظر کتاب، جنگ بنو قریظہ، خاص طور پر اہم ہیں۔ ان جنگوں نے مسلمانوں کی تعمیر میں نہ صرف انقلاب برپا کر دیا بلکہ دنیا کے پردے سے گمراہی اور ظلمتوں کی گھٹائیں بھی چھٹ گئیں، اور پھر اسلام کی عظمت کی روشنی سے تمام عالم ضیا بار ہو گیا۔

غزوہ بنو قریظہ کیا تھا؟ اس کو مختصر لفظوں میں اس طرح بیان کیا جا سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خندق کی مہم سے فراغت پا کر مدینہ تشریف لائے اور اعلان کیا کہ جو لوگ سمع و طاعت پر قائم ہوں

بنو قریظہ کی آبادی میں پہونچیں اور اپنے مذہبی فرائض بجا لائیں ۔ بنو قریظہ نے ابتدا میں اسے دشمنی سے محسوس کیا پھر بد کلامی اور گستاخی سے پیش آئے۔ لیکن جب اسلامی لشکر نے پہونچ کر اس آبادی کا محاصرہ کیا تو بنو قریظہ حواس کھو بیٹھے۔ پچیس دن حالت محصوری میں رہنے کے بعد انھوں نے درخواست کی کہ سعد بن معاذؓ کو حکم بنایا جائے۔ حضرت سعد بن معاذؓ جانتے تھے کہ بنو قریظہ نے غداری کی ہے اور مسلمانوں کو نقصان پہنچایا ہے۔ انھوں نے فیصلہ دیا کہ بنو قریظہ کے تمام مرد قتل کر دیئے جائیں۔ شبلی کے بیان کے مطابق یہ فیصلہ بنو قریظہ کے [illegible] [illegible] اللہ کے حکم کے موافق تھا۔ چنانچہ اس لڑائی میں بچے یا [illegible] عورتوں میں سے صرف ایک عورت کو قتل کر دیا گیا تھا۔ اس نے قلعے سے پتھر گرا کر ایک مسلمان کو ہلاک کیا تھا۔

غزوۂ بنو قریظہ تاریخ اسلام میں اس لحاظ سے بھی اہم ہے کہ اس کے ذریعے یہودیوں کا وہ غرور اور گھمنڈ یک لخت ختم ہو گیا جس کے تحت وہ مسلمانوں کو نیچا دکھانے کی در پردہ کوشش کرتے تھے اور سمجھتے تھے کہ ان کو اپنے مذموم ارادوں میں کامیابی ہوگی۔ لیکن مسلمانوں نے جس تدبر اور فوجی برتری سے شکست دی اور ان کا طلسم پاش پاش کیا اس کی وجہ سے ان کی کمر ہمیشہ کے لئے ٹوٹ گئی۔ احمد باشمیل نے اس کتاب میں اس واقعہ کی پوری تفصیل لکھی ہے۔ پورے اسباب، ماحول اور حالات کا جائزہ لیا ہے اور اس کے لئے ان کو تمام امہات کتب کا مطالعہ کرنا پڑا ہوگا۔ ان کا انداز بیان اس قدر دلچسپ اور مربوط کہ پڑھنے والے کو سمجھنے میں کوئی الجھن ہوتی ہے اور نہ کہیں اس کے تسلسل میں کسی قسم کا

فرق آتا ہے۔

مولانا اختر فتح آبادی نے اس کتاب کا انتہائی عام فہم اور آسان زبان میں ترجمہ کر کے اسے سب کے لئے قابل فہم بنا دیا ہے۔ ہمارا ادارہ ایک طویل عرصے بلکہ جس وقت سے قائم ہوا ہے، اس وقت سے اب تک مذہبی، علمی اور تاریخی کتابوں کی اشاعت کر رہا ہے اور اس کے ذریعے پہلی مرتبہ عربی کی تمام امہات الکتب سامنے آئی ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ اس کتاب کو بھی قبول دوام حاصل ہوگا۔

طارق اقبال گاہندری

فہرست عنوانات

نام	صفحہ	نام	صفحہ
غزوہ بنی قریظہ سے حاصل ہونے والے سبق	۳	قطور کے یہود	۴۷
عرضِ مؤلف	۲۲	شمالی عرب کے یہودی قطعات	۴۸
فصلِ اوّل	۳۳	طائف اور مکہ میں۔	۴۸
یہود کا نسب نامہ	۳۲	یہود یمن میں	۴۹
یثرب میں یہودی قبائل	۳۴	یمن میں یہودیت کیسے داخل ہوئی	۵۰
یہود کے درمیان حسب نسب کا نظریہ	۳۴	حبشیوں کے ہاتھوں تبابعہ کی حکومت	۵۲
یہود یثرب میں کیسے آئے۔	۳۵	کا خاتمہ	
یثرب میں یہودی تاریخ کے ادوار	۳۸	یہود مکہ میں	۵۳
یہود کے بعد یثرب پر عربوں کا غلبہ	۳۸	عرب میں یہودیت کے اثرات	۵۴
اوس اور خزرج مدینہ میں۔	۳۹	یمن میں یہودیت کے اثرات	۵۶
یہود کے درمیان خانہ جنگی	۴۲	جزیرہ عرب کے یہودی دوسرے	
حکومت کے ختم ہونے کے بعد یہودیوں کی حالت	۴۲	یہودیوں کی نظر میں۔	۵۷
یہود کا مالیاتی مرکز	۴۳	عرب اور یہودی ثقافت	۵۸
یہود خیبر میں	۴۳	یہودیوں کے شعراء	۵۹
یہود شمال میں	۴۴	السموأل بن عادیا	۵۹

نام	صفحہ
اسرائیل کا خیالی مسیح	۶۰
اوس بن وثن القرظی	۶۲
ابو نافر یہودی	۶۲
سارہ قرظیہ	۶۲
فصل دوم	۶۳
ظہور اسلام کے بعد یہود کی حالت	۶۳
حضرت نبی کریم صلی اللہ کی نبوت کے متعلق یہود کی رائے	۶۵
یہود نے حق کی معرفت کے بعد اس کا انکار کیسے کیا ۔	۶۸
اسلام سے یہودیت کے مقابلہ کا آغاز	۶۹
یہود کی تکنیک تخریب کے نمونے	۷۰
یہود کا دور شام سے قبلہ کا پھیرنا	۷۱
یہود کی ریشہ دوانی اور آپ کا در گزر کرنا	۷۵
یہود کا شرک کو ہوا دینا ۔	۷۵
رسول اللہ کو تقریب میں شرکت کے لیے بلانا	۷۷
یہود کا قبائل کے درمیان جاہلی روح پیدا کرنے کی کوشش کرنا	۷۸
خانہ جنگی کی آگ بھڑکانے پر یہود کا بیان	۷۹
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جنگ سے نجات دلانا ۔	۸۰

نام	صفحہ
یہودی فتنہ کا خاتمہ	۸۰
ایک یہودی عالم کا انہیں رسوا کرنا	۸۱
یہود کا تورات سے رجم کے حکم کو تبدیل کرنا	۸۲
یہود کی اپنے تعصب میں رسوائی	۸۴
یہود کا تورات کے ساتھ تمسخر کرنا اور تحریف کرنا	۸۵
اسلامی معاشرے سے یہود کو ہٹائے جانا	۸۶
قریش کے لشکر کے بدر کی طرف بڑھنے میں یہود کی دلچسپی ۔	۸۷
یہود کا جنگ کو دوسرے وقت میں منتقل کرنا	۸۹
بدر میں مسلمانوں کی فتح کے بعد یہود کی بوکھلاہٹ	۹۰
حضرت نبی کریم اور آزادی گفتار	۹۱
خطرناک طریق	۹۲
یہود کا جنگ کی دھمکیاں دینا	۹۶
حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بنو قینقاع کو نصیحت کرنا ۔	۹۷
بنو قینقاع کا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت جواب دینا ۔	۹۷ ۹۸
بنو قینقاع کا عہد توڑنا ۔	۹۸
ایک مسلم کی شہادت	۹۹
بنو قینقاع کا محاصرہ	۱۰۰
منافقین اور بنو قینقاع	۱۰۲
منافقین کے سردار کی سفارش کی کامیابی	۱۰۳

نام	صفحہ	نام	صفحہ
یہود کا سب سے بڑا باغی	۱۰۴	غزوۂ بنی قریظہ اور احزاب کی جنگ کا فیصلہ	۱۲۵
باغی کا عہد توڑنا	۱۰۵	یہود سے حساب چکانا ۔	۱۲۶
مسلمانوں کے خلاف اکسانا	۱۰۵	یہودیوں پر حملہ کا فرمان	۱۲۸
باغی مکہ میں	۱۰۶	اہم خبر	۱۲۸
یہود کی باغی کا قتل	۱۰۷	یہودیوں کا محاصرہ	۱۲۹
باغی کے قتل کے بعد یہودی کی سرکشی	۱۰۸	ایک اہم نفسیاتی مسئلہ	۱۳۰
مدینہ کے حالات کا دوبارہ جائزہ	۱۰۹	حضرت نبی کریم کا سب کو دعوت غور دینا	۱۳۱
حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور یہود بنی نضیر	۱۱۰	مختلف نقطہ ہائے نظر کے شبہات کا جواب	۱۳۱
اُحد کی شکست کے بعد کا موقف	۱۱۱	ان کی خیر خواہی کا عوض یہ ہے ۔	۱۳۲
نئے سرے سے یہودیوں کی سرگرمیاں	۱۱۱	خندق کے عذر کی وجہ سے نمازوں کی تاخیر	۱۳۲
بنو نضیر کی عہد شکنی	۱۱۲	یہود کا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دھوکا دینا	۱۳۳
بئر معونہ کا درد انگیز واقعہ	۱۱۳	سالاری وادی بنی قریظہ میں ۔	۱۳۳
مصیبت کے اثرات	۱۱۳	محاصرے کے وقت یہودیوں کے ساتھ حضرت	۱۳۴
حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم و بنی نضیر	۱۱۴	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو	
عظیم موقع	۱۱۵	یہودی کی نہ ہٹنے والی فطرت ،	۱۳۵
محاصرہ پھر جلاوطنی	۱۱۷	عقلاء سے یہود کو بچانے کی کوشش	۱۳۶
خیبر کی شرارت کا مرکز	۱۱۸	یہودی سردار کا اپنی قوم کو اسلام میں داخل	۱۳۸
بنی نضیر کا خیبر پر تسلط	۱۱۹	ہونے کی دعوت دینا ۔	
یہود اور غزوۂ احزاب	۱۲۰	وفادار یہودی	۱۳۹
فصل سوم	۱۲۳	حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وفادار یہودی کی تعریف کرنا	۱۴۰
بنو قریظہ اور مسلمانوں کی تباہی	۱۲۵	یہود کا متعدد دنوں کا سخت محاصرہ	۱۴۱

نام	صفحہ	نام	صفحہ
محاصرہ کے دوران تیر کمان کا اثر	۱۴۱	سعد بن معاذ کا بنی قریظہ کے بارے میں فیصلہ	۱۵۶
بنی قریظہ کے سردار کا انہیں دعوت کلام	۱۴۲	اوس کے سرداروں کا اپنے سردار کے پاس یہودیوں کی سفارش کرنا	۱۵۷
ان کا عورتوں بچوں کو قتل کر کے اور مسلمانوں پر حملہ کرنے کی تجویز پیش کرنا	۱۴۳	بہترین حاکم ۔	۱۵۸
یہود کا مذاکرات کی استدعا کرنا	۱۴۵	سعد شکر گزاری میں	۱۵۹
حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اطاعت کے بغیر مذاکرات کرنے سے انکار کر دیا	۱۴۵	ایک فقہی مسئلہ	۱۶۰
مدد کی امید جاتی رہی ۔	۱۴۶	سعد کا اپنے فیصلے پر یہودیوں سے موافقت چاہنا	۱۶۰
بنی قریظہ سے متعلق غیر کا موقف ۔	۱۴۶	بنی قریظہ کی تاریخ کی خوفناک گھڑی	۱۶۱
یہودیوں کی آخری کوشش	۱۴۷	سعد کا یہودیوں کے قتل کا فیصلہ دینا ۔	۱۶۲
صحابی نے اللہ اور اسکے رسول سے خیانت کی	۱۴۸	سعد بن معاذ کے فیصلہ کے وقت وقفہ	۱۶۳
ابولبابہ کا اپنے آپ کو مسجد میں باندھنا ۔	۱۴۹	سعد کے [illegible]	۱۶۵
ابولبابہ کی توبہ	۱۵۰	یہود کے متعلق قتل کے فیصلہ کی تنفیذ	۱۶۷
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انہیں سارا مال صدقہ کرنے سے روکنا	۱۵۱	قتل کے بعد یہودیوں کو خندقوں میں دفن کرنا	۱۶۸
مقابلہ میں یہود کے سوال کا اثر	۱۵۲	حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہودیوں کے قتل کی کاروائی کا مشاہدہ کرنا	۱۶۹
یہود کے قلعوں میں خاطر کی جھلک	۱۵۲	بنی نضیر کے شیطان کا قتل ہونے سے پہلے گفتگو کرنا	۱۷۰
یہود کا اطاعت اختیار کرنا اور محاصرہ کا ختم کرنا	۱۵۴	حیی بن اخطب کی شجاعت	۱۷۰
اوس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنے یہود کی سفارش کرنا	۱۵۵	بنی قریظہ کے سرداروں کو کیسے قتل کیا گیا	۱۷۱
		کیا تم کسی جگہ بھی عقل سے کام نہیں لیتے	۱۷۲
بنی قریظہ کا مالک ۔	۱۵۶	قتل ہونے والی واحد عورت	۱۷۲

نام	صفحہ	نام	صفحہ
عجیب بات	۱۷۳	قانونی سوال	۱۹۳
یہود کا ایک عجیب واقعہ	۱۷۵	بنو قریظہ بین الاقوامی قانون کی نظر میں	۱۹۴
یہودیوں اور قتل عام کا انجام	۱۷۸	یہودی غدار تھے اجنبی قیدی نہیں تھے	۱۹۶
قتل عام میں عورت کی شرکت	۱۷۹	ہر حکومت کا اپنا خاص قانون ہوتا ہے	۱۹۹
ماں اور بیٹے کے درمیان جدائی ممنوع کی	۱۸۱	یہودیوں کا قتل اور بین الاقوامی معاہدے	۲۰۰
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بنی قریظہ میں شادی کرنا۔	۱۸۲	ہیروشیما کے باشندے اور بنو قریظہ	۲۰۱
		بیسویں صدی کی تہذیب کی خرافات	۲۰۳
فصل چہارم	۱۸۳	بنی قریظہ کی شریعت میں ان کا حکم	۲۰۵
		شاذ و نادر واقع۔	۲۰۶
بنی قریظہ کے کھنڈرات پر	۱۸۳	اسلام پر اعتراض	۲۱۱
یہودیوں کے قتل کے فیصلے پر اعتراض کرنے والے	۱۸۴	یہودیوں کے حریف قبائل کا موازنہ	۲۱۱
		ڈاکٹر جواد علی کا دفاع۔	۲۱۲
ہر مسلمان کے لیے انتباہ	۱۸۴	شیخ غزالی کی گفتگو	۲۱۵
یہود کی ابدی فطرت	۱۸۶	تعصبات پسند انگریز کی رائے	۲۱۷
مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان معاہدہ	۱۸۶	اسلام اور غلامی	۲۱۹
معاہدہ کے چار سال	۱۸۶	اسلام نے غلامی کو جائز قرار نہیں دیا۔	۲۲۰
معاہدات و مواثیق یہود کی نظر میں	۱۸۷	اسلام ہر قسم کی غلامی کو ممنوع قرار دیتا ہے	۲۲۱
بنی قریظہ کا رجوع کرنا اس کی صورت میں	۱۸۹	اسلام نے جنگی غلامی کو کیوں جائز قرار دیا	۲۲۲
معاہدہ کی اہم دفعات	۱۹۰	اسلام میں غلام بنانا بالکل ساقط ہے۔	۲۲۳
یہودی اور مسلمان ایک قوم ہیں۔	۱۹۰	اسلام میں ایسی کوئی تعلیم موجود نہیں جو غلامی کو مشروع قرار دینے کے معاملہ میں ہو	۲۲۵
یہود یثرب کے باشندے ہیں۔	۱۹۱		
یہودی معاہدہ پر مجبور کئے گئے	۱۹۲	دیگر ادیان اور اقوام کے نزدیک غلام کی حیثیت	۲۲۷

نام	صفحہ	نام	صفحہ
غلام کو اسلام کے عطا کردہ حقوق	۲۲۸	اسلام میں غلامی کی صرف شکل جو باقی ہے	۲۳۲
اسلام میں مالک اور غلام کے درمیان مساوات	۲۲۸	غلامی سے اسلام کا جنگ کرنا۔	۲۳۲
اسلام نے غلام کے لیے آزادی		غیر مسلم غلام کی آزادی	۲۳۳
کا دروازہ ہمیشہ کھلا رکھا	۲۲۹	غلاموں کا استحباب پارلیمنٹ میں سوالوں کا جواب	۲۳۴
اسلام مالک کو اپنے غلام کے		غلاموں اور آزاد لوگوں میں پوری مساوات	۲۳۵
آزاد کرنے پر ہمیشہ مجبور کرتا ہے	۲۲۹	غلام اور اسلام میں قیادت کا منصب	۲۳۶
آزادی پر غلام کی امداد کا وجوب	۲۳۰	غلام اور منصب خلافت	۲۳۷
غلاموں کی آزادی کے لیے خاص مال و رقم	۲۳۰	انصاف پسندوں سے ایک بات	۲۳۷
اسلام نے غلام کو ملکیت کا اختیار کرنے کا مستحق بنایا	۲۳۱	مسلم نوجوانوں سے خطاب	۲۳۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(۱)

غزوۂ بنی قریظہ سے حاصل ہونے والے سبق

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا النَّبِیِّ التَّقِیِّ وَالنَّقِیِّ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

اللہ تعالیٰ اسلامی فتوحات کے لیڈروں اور افواج اور فکر اسلامی کے ذہن و دماغ کے لشکروں سے راضی ہو اور ان لوگوں سے بھی جنہوں نے قبل ازیں اس سلسلہ میں کام کیا اور ان سے بھی جو آج کل اس سلسلہ میں کام کر رہے ہیں اور ان لوگوں سے بھی راضی ہو جو صدق و اخلاص اور محنت کے ساتھ اسلام اور مسلمانوں کی خدمت اور اقوام عالم میں ان کی سربلندی کے لیے کام کریں گے۔ تاکہ اللہ کا بول بالا ہو اور نور اسلام اور ایمان کی حرارت تاریکیوں اور ظلمتوں کو چیرتے ہوئے اور عدل و تعاون و مساوات کو پھیلاتے ہوئے اور لغت و عقیدہ کی رو سے قرآن کریم کے جھنڈے بلند کرتے ہوئے مشرق و مغرب میں غروب و طلوع پر چھا جائے۔ اما بعد

میں نے سعید حوی کی کتاب الاسلام: [illegible] در نظام [illegible] کے فیصلہ کن معرکے [illegible] کتاب کو پڑھا

[illegible]

کو غزوہ بنی قریظہ کے متعلق ہے۔ اس میں بہت سے فوائد اور غور و فکر کی باتیں پائی جاتی ہیں مجھے کتاب کے بیان شدہ مؤلف کی بعض آراء سے اتفاق نہیں ہے۔ اور بعض اوقات مجھے اس کے اسلوب تحریر و تحلیل اور نتائج سے بھی اختلاف ہوا ہے لیکن مجھے یقین ہے کہ ایسے وقت میں جبکہ بہت سے مسلمان اپنے وسعت پذیر عقیدے اور قدیم تہذیب سے ناآشنا ہو گئے ہیں۔ مؤلف نے جو کچھ لکھا ہے اپنے عقیدے سے اخلاص اور اپنی امت کی قدیم تہذیب کی خاطر لکھا ہے۔

یہ لوگ جو کچھ سیکھ رہے ہیں وہ انہیں نقصان تو دے گا فائدہ نہیں دے گا۔ شاید ہی کوئی ہے جو اس جیسی کتاب کا جس میں مسلمانوں کے ماضی اور مستقبل کے لیے سبق پائے جاتے ہیں۔ خاص طور پر عرب نسل اور عام طور پر مسلمانوں کی نئی نسل۔

اسلام کے دور اول میں پہلے مسلمانوں نے اسلام سے تعلق رکھ کر عقیدہ و دل، جانثاری و فداکاری، سیاست و اقتصاد، اخلاق، بلند مثالوں، عزائم و عظمت اور نظریات و تہذیب کی اپنے دشمنوں، یہودیوں، منافقوں، مرتدوں، مجوسیوں، اور عیسائیوں پر فتح پائی اور آئندہ بھی مسلمان اپنے دشمن پر اسلام کے بغیر فتح نہیں پائیں گے کیونکہ انہیں جان نثاری و فداکاری کی خصوصیت بھی اسلام سے حاصل ہوتی ہیں۔

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے عربوں اور مسلمانوں کو اس قوت حقیقی سے سرفراز فرمایا ہے اور اس کے بغیر خواہ وہ بقدر بھی جدوجہد کریں ہرگز سرفراز نہ ہو سکیں گے۔ پہلے مسلمان جو اپنے اس دین سے متمسک تھے جو آسمانی وحی سے پیدا ہوا تھا، دنیا کی قدردانی اور احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ وہ اپنی تہذیب پر فخر کرتے تھے اور روشن افکار

---

[1] سورۃ البقرۃ (۲:۱۲۰)۔ [2] یعنی عرب یہود کے مقابلہ میں جو یہودی [illegible] آج بیت کے بغیر [illegible] تھے۔ یہود کے بارے میں [illegible] کا علاقہ [illegible] ہے کہ [illegible] ہیں اور [illegible] کے ذریعہ [illegible] کا حق [illegible] حاصل کر کے عرب زندگی کے ہر شعبہ کی [illegible] ہیں۔

اور مناسب آداب سے اس کا دفاع کرتے تھے۔ اور آئندہ بھی وہ اپنے دین سے تعلق کے بغیر دنیا میں قدردانی اور احترام کی نگاہ سے نہیں دیکھے جائیں گے۔ آخر ان کی تہذیب پر فخر کرنا ہوگا۔ اور اس کا دفاع کرنا ہوگا۔ اور علوم و آداب اور فنون کے میدانوں میں اس کے کارناموں کو اجاگر کرنا ہوگا۔

جب تک وہ اپنے تصرفات، سلوک اور اعمال میں اپنے دین کے اصولوں کا عملی نمونہ نہ بن جائیں اور زمین پر چلتا پھرتا مجسم عمل صالح نہ بن جائیں وہ دنیا میں احترام کی نگاہ سے نہ دیکھے جائیں گے۔ کیا ہم دل گرفتہ ہوتے ہوئے اور حیرت زدہ ہو کر مشرق و مغرب سے اصول درآمد کریں۔ اور اپنے اصولوں کو پس پشت پھینک دیں اور اپنی تہذیب سے اعراض کرکے مغرب یا مشرق کی تہذیب پر فخر کریں۔ مغرب میں مسیحی تہذیب ہے۔ اور مشرق میں ملحد تہذیب ہے جو اسلام سے علانیہ برسرپیکار ہے اور مسلمانوں کے خاتمے کے درپے ہے۔ کیونکہ مسلمان وہ عظیم قوت ہیں جن کی ٹھوکر کے خدشہ سے بیدار ہونے پر مشرق و مغرب بیک وقت خائف و ہراساں ہیں۔ کیا ہم بہتر چیز کے بدلے میں ادنیٰ چیز لے لیں۔ کیا ہم یہ سب کچھ معقول اور تابعدار بن کر دوسروں کے نزدیک ہو سکتے۔ کھاتے پیتے اور کرتے پڑھتے ہوئے کر سکتے ہیں۔ اس صورت میں ہم مشرق و مغرب کی تقلید میں دم سے بڑھ کر کچھ نہ ہوں گے۔ اور دم اپنی حقیقت سے بڑی نہیں ہوتی وہ اپنے مالک کے پیچھے انجام کو سمجھے بغیر ڈولتی پھرتی ہے۔ اور جن لوگوں کا یہ گمان ہے کہ مشرق و مغرب کے پیچھے ان کی ذلیل کروٹ انہیں قوت و عقیدہ اور تہذیب مقام اور نوازش و مہربانی ان کا اٹوٹ انگ بنا دے گی وہ کھلی غلطی پر ہیں۔ دھوکہ خوردہ بے وقوف، خیالوں کا رسیا ہیں۔ یا مکمل طور پر ان کے کارندے ہیں۔ کیا انگریزی زبان بولنے والے افریقی فرانسیسیوں کا اٹوٹ انگ بن گئے ہیں؟ کیا آہنی پردے کے پیچھے خستہ حال مشترکہ مملکتیں روس کا اٹوٹ انگ بن گئی ہیں؟

انگریز انگریزی بولنے والی افریقی اقوام کو ایسے دیکھتے ہیں جیسے مالک نوکر کی طرف دیکھتا ہے۔

اور فرانسیسی فرنچ بولنے والی افریقی اقوام کو ایسے دیکھتے ہیں جیسے یہ ان کا تابع اور بیکس ہے۔

اور یورپی اشتراکی حکومتوں نے اپنے متعلق سوچا سمجھا ہے اور پھر بکھرنے کے بعد ٹکڑی ٹکڑی ہو گئی ہیں انہوں نے بڑی کاوش اور سعی و جہد کے بعد سوویت اتحاد سے بیگانگی کا اظہار کیا ہے کیونکہ انہیں معلوم ہو گیا ہے کہ انہوں نے اپنے امتیازی وجود کو کھو دیا ہے اور وہ غلام بن کر رہ گئی ہیں جیسا کہ چیکوسلواکیہ، رومانیہ اور البانیہ نے کیا ہے۔ اس کی ابتدا قطرے سے ہوتی ہے اور پھر پانی بہہ پڑتا ہے۔

اسی طرح جن افریقی اور ایشیائی حکومتوں نے اپنے متعلق سوچا سمجھا ہے اور پھر بکھرنے کے بعد ٹکڑی ٹکڑی ہو گئی ہیں انہوں نے فرانس، برطانیہ اور ریاستہائے متحدہ امریکہ سے لاتعلقی کا اظہار کیا ہے۔ کیونکہ انہیں معلوم ہو گیا ہے کہ انہوں نے اپنے امتیازی وجود کو کھو دیا ہے۔ اور وہ ان بڑی حکومتوں کی غلام بن کر رہ گئی ہیں۔ اور بعض افریقی اور ایشیائی حکومتیں ہمیشہ ہی استعماری نظریات سے اذیت اٹھاتی رہتی ہیں۔

اور یہ بات نہایت ہی افسوسناک ہے کہ جون ۱۹۶۷ء کے ایک عربی ہفتہ وار رسالے نے یہ بات شائع کی ہے۔ اور روس کا قومی ترانہ ایک عرب ملک کے ایک عربی ادارہ میں پڑھا گیا تو نعروں اور تالیوں سے اس کی پذیرائی ہوئی اور جب اس عرب ملک کا قومی ترانہ اسی عربی ادارہ میں پڑھا گیا تو اس کی پذیرائی استہزاء و تمسخر سے ہوئی۔ اور اس خبر کو ایک عرب ریڈیو اسٹیشن نے ۲۲ جون ۱۹۶۷ء کی سوا سات بجے شام کی خبروں میں نشر کیا۔ یہ کیا ہو رہا ہے۔ اور کیا یہ سب کچھ فرقہ پرستی اور گروہیت کی مصلحت کی خاطر کیا گیا ہے۔

عرب اور مسلمان اپنے عقیدہ اور اپنی تہذیب سے بیگانہ ہو چکے ہیں اور جو قوم خود اپنا احترام نہیں کرتی یہ ممکن ہی نہیں کہ دوسری قومیں اس کا احترام کریں۔ آدمی جس جگہ

---

[1] دہلی میں کانفرنس ۲۲ جون ۱۹۶۷ء عربی متحدہ افریقی ایشیائی مجلس کے نمائندوں نے روس پر انحراف پسندی اور استعماری ہونے کا الزام لگایا تھا۔

اپنے آپ کو رکھتی ہے وہیں پہنچتی ہے اور قوم جس جگہ اپنے آپ کو رکھے وہاں پہنچتی ہے۔

عربوں اور مسلمانوں نے اپنے آپ کو بدل دیا تو قوتیں ان پر اس طرح ٹوٹ پڑیں جیسے کھانے والے شوربے پر ٹوٹ پڑتے ہیں اور وہ استعماری حکومتوں کے نفوذ کے علاقے بن گئے ہیں۔ حالانکہ وہ اس سے قبل دنیا کے سردار اور قائد تھے۔ یہاں تک کہ یہودیوں نے ان کے بیچ عرب ملکوں میں ایک حکومت بنا دی ہے اور انہیں غلبہ حاصل ہو گیا ہے اور وہ ایک قوت بن گئے ہیں جس کی ایک شان اور دبدبہ ہے۔

یہ لوگ پہلے بھی اور آئندہ بھی ہمیشہ ہی انسانیت کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ اور بشریت کے ضمیر پر ذلت کا طمانچہ اور تمام عالم کے لیے عذاب بن کر نازل ہوتے رہے ہیں اور رہیں گے۔ ان یہودیوں کے ہتھیار سیہ کاری اور دھوکہ بازی ہیں۔ اور ان کا سامان عہد شکنی اور غداری، احسان کی عادت، منافقت اور فریب کاری ہے۔

اسرائیل حکومت کی پیدائش عربوں اور مسلمانوں کے اپنے دین و تہذیب سے لاتعلقی کے نتیجہ میں ہوئی ہے۔ اگر عرب ان سے لڑتا تو عرب بنتے اور مسلمان ان سے لڑتا تو مسلمان بنتے تو یہود اپنے ماقبل اسلاف کی طرح پٹتے گو۔

"وہاں تو بڑی زبردست قوم رہتی ہے"

ذرا غور کیجئے! اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ اور اس کے گرد و نواح کے یہودیوں اور خیبر کے یہودیوں کو چھوڑ دیتے تو کیا ہوتا۔ وہ مکے تک بڑھتے آخر خوشی سے اتراتے، عہد شکنی اور سیہ کاری کرتے اور غداری کرتے اور آمر بن جاتے!

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس واحد زبان میں خطاب کیا جسے وہ سمجھتے تھے یعنی طاقت کی زبان میں اور تیز کرنے والی بات پہ عمل درآمد کرنے والی جنگ سے جیسا

ل۔ الفاظ الترتیب یہ ہے کہ وہ قرار کرتی کہ ان میں سے جو قتل ہو گا وہ جنت میں جائے گا۔ اور جو ہم میں سے قتل ہو گا وہ جنت میں جائے گا۔ [illegible] ۲۹۲ [illegible]

[illegible] کے الفاظ آتے ہیں۔ [illegible] ملاحظہ کیجئے۔

کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے۔

ہیں عرب اور مسلمان کس وجہ سے پیروی کرتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیے نیک نمونہ ہیں جب کہ وہ نہ ان کے نمونے پر چلتے ہیں اور نہ ان کے اعمال کی اقتدا کرتے ہیں۔ جو عرب ہیں لیکن شیشے کے بنے ہوئے ہیں۔ اور مسلمان ہیں لیکن جغرافیائی مسلمان ہیں۔

(۳)

۱۹۴۸ء میں عربوں اور یہودیوں کے درمیان ارض فلسطین کے متعلق جو جنگ ہوئی اس میں میں مصری افواج کا افسر تھا اور جنین شہر میں ٹھہرا ہوا تھا۔ میں نے وہاں یہودیوں کی بزدلی کے خوفناک حقائق کا مشاہدہ کیا۔

پہلی صلح سے قبل جسے اقوام متحدہ نے عربوں پر ٹھونسا تھا۔ عرب افواج اسرائیل کے دارالحکومت تل ابیب کے دروازوں پر پہنچ چکی تھیں اور پہلی صلح کا ٹھونسنا یہودیوں کو وہاں سے نکلنے سے بچانے کے لیے تھا۔

اور معرکہ جنین کے بعد جس میں ایک عراقی فوج نے[2] دس گنے سے بھی زیادہ یہودیوں کے مقابلہ میں جرأت دکھائی۔ اس نے یہودیوں سے عکہ اور حیفا کے شہر خالی کروا لیے اور یہودیوں نے پرشور مظاہروں کے ذریعے مطالبہ کیا کہ غیر مشروط طور پر کسی قیمت پر بھی جنگ رک سکتی ہے اسے رکوایا جائے۔ اور معرکہ جنین وہ واحد میدانی معرکہ ہے جس نے یہودیوں کو اس جگہ سے پیچھے ہٹنے پر مجبور کیا تھا۔ اس کے بعد وہ کسی میدانی معرکہ میں حاضر نہیں ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے کہ۔

وہ محفوظ بستیوں یا دیواروں کے پس پردہ ہونے کے بغیر تم سے اکٹھے ہو کر جنگ

---

[1] [illegible]
[illegible] پر مشتمل ہے۔

[2] یہ عراقی فوج جس کی تعداد ایک ہزار آدمی سے زیادہ نہیں تھی۔

آپس میں ابھی شدید جنگ ہو گی تو انہیں اکٹھے خیال کرتا ہے حالانکہ ان کے دل پراگندہ ہیں اس لیے وہ بے عقل ہیں۔ یہ یہودی افسر جب اقوام متحدہ کے معاہداتی نمائندے کے جلوس میں عرب افسروں کے ساتھ مذاکرات کے لیے آتے تو اس وقت تک حاضر ہونے سے انکار کر دیتے جب تک انہیں یہ یقین نہ ہو جاتا کہ عرب آفیسرز پہنچتے ہیں۔

ایک اور یہودی گشتی دستے نے خریف ۱۹۴۸ء کی ایک رات کو جلیون بستی پر حملہ کر دیا اور کچھ مرد و عورتیں و بوڑھوں کو قیدی بنا لیا اور عراقی فوج نے جو جنین کے پاس پڑاؤ کیے ہوئے تھی اس نے بیسان کے قریب ایک کالونی "تل اعمال" کو توپخانے کے صرف چند گولوں سے تباہ کر دیا۔ اور یہ بات مشہور کر دی کہ یہ کارروائی یہودیوں سے انتقام لینے کی خاطر کی گئی ہے کیونکہ انہوں نے جلیون سے عربوں کو قیدی بنایا ہے۔ اس کے بعد یہودیوں نے قیدیوں کو بہت جلد چھوڑ دیا۔ اور "تل اعمال" کی کالونی کی تباہی پر ابھی چوبیس گھنٹے بھی نہیں گزرے تھے کہ انہوں نے قیدیوں کو نہایت عزت و اکرام کے ساتھ بھیج دیا۔ اور اس کے ساتھ ہی اسرائیل نے ارض مقدس میں اپنے پاؤں مضبوط کر لیے اور لشکر و رسد میں بہت بہتر جگہوں کے ساتھ اتر گئے۔ اور اس کے ساتھ ہی اسرائیل نے اپنے ارادوں کو عربوں پر ٹھونسنے کی طاقت پائی اور اسرائیل کے پیچھے جو عظیم حکومتیں تھیں ان کا بھی بے پناہ دباؤ تھا جس کی وجہ سے اسرائیل نے عرب علاقے اور دارالسلام کی مقدس زمین کو چھین لیا۔ اور جو لوگ اسرائیل کی پشت پناہی کر رہے تھے انہوں نے صرف ان یہودیوں کے ساتھ عربوں کی طاقت کا موازنہ کیا تو وہ ایک سو ملین یا اس سے زیادہ تھے۔ اور انہوں نے مسلمانوں کا جائزہ لیا تو وہ پانچ سو ملین یا اس سے زیادہ تھے جب کہ یہودی ان دنوں ڈیڑھ ملین تھے۔ انہوں نے محسوس کیا کہ طاقت کی میزان میں یہودی عربوں و مسلمانوں سے زیادہ وزنی ہیں۔ کیونکہ ان دنوں عرب سیلاب کے جھاگ کی طرح تھے۔ اور اگر معاملہ اس کے برعکس ہوتا تو یہ صورت حال نہ ہوتی۔

اور جس دن عربوں اور مسلمانوں نے ثابت کر دیا کہ وہ صحیح معنوں میں مرد ہیں تو

وہ تمام عالم کو اپنی جانب کھینچ لیں گے۔ کیونکہ طاقت کی زبان ہی تمام عالم میں سمجھی جاتی ہے۔ اور جو قول اس حقیقت کے خلاف ہے وہ مکر اور دھوکا ہے۔

۱۹۴۸ء میں عرب فوجیں اپنے پیشرو سیاستدانوں کی باہمی چپقلشوں میں جکڑی ہوئی تھیں۔ ان لڑائیوں کے دوران عرب فوجوں کے ساتھ ان کی حکومتیں استعماریوں کے ساتھ تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب عراقی فوج کے انچارج سے پوچھا گیا کہ وہ فلسطین سے واپس عراق واپس کیوں گئیں تو کہا تھا

> "عراقی فوج اور اس کے سپاہیوں کو ملامت نہ کرو۔ ہماری تمہاری مصیبت ایک ہی ہے وہ نیزہ جو ہمارا ایک ہی شخص کے پاس ہوتا ہے وہ نیزہ نہیں ہوتا۔ مجھے معلوم ہے کہ محمد رسول اللہ کا دین مسلمانوں کے لیے ذلت پسند نہیں کرتا۔ جو شخص جہاد کرتے ہوئے مرتا ہے وہی ہمیشہ زندہ رہتا ہے۔ بزدلی کی زندگی گزارنے والے کو ہمیشہ زندگی نہیں ملتی۔"

یہودی صرف طاقت کی زبان کو سمجھتے ہیں۔ اور تلوار کے بغیر فلسطینی عربوں کی مشکل ہرگز حل نہ ہوگی۔

مجلس اقوام متحدہ، سلامتی کونسل، بین الاقوامی کانفرنسیں یہ سب جماعتیں تقاریر تھیں [illegible] ہرگز اس مشکل کو حل نہیں کر سکتے۔ ان پر یہ مشہور عربی ضرب المثل صادق آتی ہے کہ

"میں نے انہیں گالیوں سے سیر کر دیا اور وہ اونٹ لے کر چلتے بنے"

(۳)

یہ وہ اسباق ہیں جو یہود کے ساتھ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات کی تاریخ سے عربوں کو عبرت کے لیے حاصل ہوتے ہیں۔ یہ اسباق اور یہ عبرتیں عربوں اور مسلمانوں پر واجب کرتی ہیں کہ وہ ارض فلسطین سے چھینا ہوا حق واپس لیں۔ اور ان اسباق اور عبرتوں کی یاد دہانی کے سوا اس کتاب سے اور

اگر فائدہ مند بھی ہو تب بھی اس کتاب کے لیے یہ کافی فخر کی بات ہے اور اس کے مؤلف کے لیے کافی ہے۔

میں استاد محمد احمد باشمیل کی بار آور مساعی اور ان کے عظیم جہاد کو سلام کرتا ہوں۔

والحمد للہ اولاً و آخراً وصلی اللہ علی سید القادات و قائد السادات رجل الرجال و بطل الابطال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

(محمود شیت خطاب)

عرضِ مؤلف

نحمدک الحمد ایاک نعبد و ایاک نستعین و نصلی و نسلم علی نبیک و رسولک
محمد الامین خاتم النبیین امام المرسلین و اصحابہ الغر المیامین

اے اللہ ہم تیرے حضور نہایت عاجزانہ طور پر عرض کرتے ہیں کہ تو جانتا ہے یہ مقالہ لکھنا محض تیرے لیے تھا۔ اور ہمیں غرض کی ملاوٹ اور ریاکاری و شہرت کے اغراض سے بچا! تو سمیع و مجیب ہے۔

یہ معارک الاسلام الفاصلۃ (اسلام کے فیصلہ کن معرکے) کے سلسلہ کی چوتھی کتاب ہے ہم خدا کے تہ دل سے شکر گزار ہیں کہ اس نے ہمیں اس کی اشاعت کی توفیق عطا فرمائی۔ اور ہم مخلصانہ طور پر امید رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اسے پڑھنے والوں کے لیے مفید بنائے اور جو اس میں غلطی کی نشاندہی کرے گا ہم اس کے شکر گزار ہوں گے اور اس کی اصلاح کریں گے۔

(۱)

جس وقت سے کہ اسلام ظاہر ہوا اور جس وقت سے حضور علیہ السلام مدینہ پہنچے اس وقت سے یہود اسلام کے خلاف سازشیں کر رہے ہیں اور تورات کی وصیت کے برعکس جس میں وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تورات و انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، حسد و سرکشی کرکے اس کے خلاف گردش روزگار کے منتظر ہیں۔

جب یثرب نے اپنی حکومت کی باگ ڈور کلیتۃً آپ کے سپرد کر دی تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود اس کے ان سے نرمی و درگزر کا سلوک کیا۔ اور

باوجود اس معاہدے کے جو مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان مشترکہ دفاع کرنے اور باہم پرامن رہنے اور عدم جارحیت کا معاہدہ تھا۔ یہودی اسلامی دعوت کا مقابلہ کرتے رہے اور اس دعوت کے علمبردار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مشکلات پیدا کرتے رہے اور آپ کی دعوت کی سچائی میں شکوک و شبہات پیدا کرتے رہے اور اس سے نفرت کی غرض سے جھوٹی باتیں اور افواہیں پھیلاتے رہے۔ اور ہر اس شخص کی مدد کرتے رہے جو آپ سے جنگ کرتا یا آپ کی ہجو کرتا اور آپ کے اصحاب کے لیے مشکلات پیدا کرنا چاہتا تھا بلکہ وہ اسلام کے خلاف اس کی حکومت کو ختم کرنے اور اس کے ستونوں کے خاتمے کے لیے ہر حربہ اختیار کرتے رہے۔

دونوں نے آپ سے کیے ہوئے معاہدے کا کوئی پاس نہ کیا اور نہ پختہ میثاق کا لحاظ رکھا۔ کیونکہ یہود کے نزدیک ان معاہدات و مواثیق کی کوئی قیمت نہیں ہوتی سوائے اس کے کہ ان کے تمسک و التزام سے خاص طور پر ان کا اپنا فائدہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ یثرب میں ان کی حرکات و سکنات ان کے معاہدات و مواثیق کے مطابق نہ تھیں بلکہ ان کی حرکات و سکنات ان حالات کے تابع تھیں جو شخصی مصلحت کی حدود میں آتی ہیں۔ پس اگر وہ حالات کو موافق پاتے تو بغض و عداوت کا اظہار کرتے اور مسلمانوں پر عیب لگانے کے لیے حرکت میں آ جاتے۔ اور اگر انہیں موقع نہ ملتا تو سانپ کی طرح مناسب موقع کے لیے خاموشی اختیار کر لیتے۔ سچی بات یہ ہے کہ یہودی وہ پہلے آدمی ہیں جنہوں نے خبیث سیکیولر مذہب کی بنیادیں استوار کیں۔ جیسا کہ اس کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہو جائے گا۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں نے یثرب میں چار سال کے طویل عرصے کے دوران ان یہودیوں سے بہت سی تکالیف اور مصیبتیں برداشت کیں اور آپ بڑے حلم اور بردباری سے ان مصائب کا مقابلہ کرتے رہے۔ یہاں تک کہ آپ نے ان لوگوں سے بھی درگزر کیا جنہوں نے ان یہودیوں میں سے آپ پر تسلط حاصل کرنے اور آپ کو قتل کرنے کی ٹھان لی تھی۔ آپ ان سے درگزر کرنے میں انتہائی حد

تک پہنچ گئے، اور ان کو صرف مدینہ سے جلاوطن کرنے پر اکتفا کیا۔ حالانکہ جنگ تسلط کے تسلیم کرنے اور بغیر شرط اطاعت اختیار کرنے کے بعد آپ کو ان کے تباہ کر دینے پر پوری قدرت حاصل تھی۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کے مقابلہ میں صرف اس وقت تک قطعی موقف اختیار کیا اور ان کو خونریز تلوار کی زبان سے سزا دی۔ جب ان میں سے ایک فریق (بنو قریظہ) نے عہد شکنی اور غداری کی انتہا کا ثبوت دیا اور ذلیل ترین جرم کیا۔ انہوں نے معاہدہ کو توڑا اور میثاق سے غداری کی اور اپنے قول کی بے حرمتی کی اور احزاب کے خوفناک معرکہ میں قریش اور غطفان کے جانبازوں کے ساتھ جا ملے اور ان کے تمام کی نہایت نازک گھڑیوں میں اپنے معاہدات و مواثیق کی پرواہ کیے بغیر مسلمانوں کو پیچھے سے ضرب لگانے کے لیے تیار ہو گئے تاکہ اسلام اور مسلمانوں کو کلیۃً نیست و نابود کر دیں۔ پس ان کو کلیۃً تباہ کر دینا ہی ان کی بد بختی اور یہی وہ انجام ہے جس کی طرف انہوں نے مسلمانوں کو اس وقت دھکیلنے کا عزم کیا تھا۔ جب انہوں نے احزاب کے جنگ بازوں کے ہاتھوں میں اپنے ہاتھ دیے تھے اور قولاً و عملاً مسلمانوں کے خلاف ان کی مدد کی تھی پس سزا کی سختی (احزاب کی جنگ کے خاتمہ کے بعد ان یہودیوں کے آٹھ سو جانبازوں کا ایک دن میں قتل ہونا) ہے اس عظیم جرم غداری کے مطابق ہے جس کا ارتکاب ان یہودیوں نے مسلمانوں کے خلاف کیا تھا جو میثاق تحالف اور معاہدہ عدم جارحیت اور یثرب میں ایک قوم کے طور پر رہنے کے عہد کے پابند تھے۔[1]

(۳)

اسی وجہ سے کہ غزوہ بنی قریظہ وہ آخری اور عظیم معرکہ ہے جس کے ذریعہ یثرب

---

[1] مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان طے پانے والے معاہدہ کی رو سے یہود کہ اپنے دین پر رہتے ہوئے اور مسلمان اپنے دین پر رہتے ہوئے ایک قوم ہیں ... دیکھئے سیرۃ ابن ہشام جلد ۲ صفحہ ۰۰

سے یہودی قوم کا نسل صفایا ہوا۔ اور اس خبیث عنصر سے اس مبارک خطے کی تطہیر مکمل ہوگئی۔ نیز اس لیے بھی کہ یہود کا جزیرہ عرب سے قدیم تعلق ہے جو پیدائش مسیح سے بھی کئی صدیاں پہلے کا ہے۔ اس لیے ہم نے مناسب سمجھا کہ ہم وہ مکمل تفصیل تمام کریں اور اس کتاب کی پہلی اور دوسری فصل جو کہ جزیرہ عرب میں یہود کی مختصر تاریخ پر مشتمل ہیں۔ پہلی فصل میں جزیرہ عرب میں یہود کی اسلام سے پہلے کی مختصر تاریخ بیان کی گئی اور دوسری ظہور اسلام سے لے کر غزوہ خیبر تک کی مختصر تاریخ پر مشتمل ہے۔ یہ اسلام اور یہود کے دنگل کا آخری معرکہ ہے جو ہمارے اس سلسلے کی پانچویں کتاب کا موضوع ہوگا۔ انشاء اللہ۔

پہلی فصل میں ہم نے اختصار کے ساتھ (اور کبھی مفصل طور پر) یثرب، تیماء، وادی القریٰ، خیبر، ایلہ، اور دوسرے شمالی علاقوں میں یہود کی تاریخ کو بیان کیا ہے۔ اسی طرح ہم نے اس فصل میں یمن میں یہودیت کے بارے میں بھی بیان کیا ہے۔ نیز عمومی طور پر ہم نے جاہلی عربوں کے درمیان یہودی مذہب کے اثرات کو بھی بیان کیا ہے۔ یہود اس حد تک عربی تہذیب و ثقافت سے متاثر ہوئے کہ وہ اپنی اسرائیلی ثقافت کو بھول گئے اور ان کی عبرانی زبان کی یہ کیفیت ہوگئی کہ سوائے چند عالموں اور کاہنوں کے اور کوئی اسے اچھی طرح بول بھی نہ سکتا تھا۔

اور دوسری فصل میں ہم نے اختصار کے ساتھ اسلام کے مقابلے میں یہود کے دشمنانہ موقف کو بیان کیا ہے۔ اور گرم و سرد جنگ کے ان تمام مراحل کی طرف اشارہ کرایا ہے۔ جنہوں نے یہود اسلام کے خلاف اس وقت سے جب سے اس کا آفتاب ارض پر چمکا ہے۔ اختیار کرتے رہے تھے۔ یہ سب کچھ اس لیے بیان کیا گیا ہے تاکہ ہم قارئین کو اس عنصر کی حقیقت کے متعلق ایک واضح نظریہ دیں جو ہر زمانے میں تخریب کاری اور فساد انگیزی کا شاخسانہ رہا ہے۔

(۳)

اس غزوہ میں بنی قریظہ کے یہودیوں کے تقریباً آٹھ سو آدمیوں کے مارے جانے کے باعث، اسلام کے تقلیدی دشمنوں جیسے بعض مغربی اور یہودی قلمکاروں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بڑے غلط الزامات لگائے اور تنگ دلانہ اعتراضات کیے ہیں اور اسی طرح ان کے شاگردوں نے بھی جو اسلام کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔ ان سب کا خیال ہے کہ ان یہودیوں کی تباہی کی کارروائی وحشیانہ اور منافی فطرت کی نشاندہی کرتی ہے جو حقوق انسانی اور مہذب تمدن کے منافی ہے۔ ہم نے اس کتاب میں ایک خاص (چوتھی فصل) مختص کی ہے جس میں ہم نے ان تمام اتہامات کا جائزہ لیا ہے جو ان دشمنوں کی طرف سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر لگائے گئے ہیں۔ اور ہم نے مفصل مناقشہ کرکے حجت و برہان سے ان اتہامات اور اعتراضات کا باطل ہونا ثابت کردیا ہے۔ نیز ہم نے اس امر کو بھی واضح کیا ہے کہ بنی قریظہ کا قتل قانون و انصاف کے تقاضوں کے مطابق ہوا ہے۔ اور وہ ایک ایسا عمل ہے جسے تمدن کے تمام قوانین و ضوابط نے ثابت کیا ہے۔ کیونکہ وہ ایک عادلانہ سزا تھی جو جن جرائم کے مرتکب لوگوں کو دی گئی اور کائنات عالم کے تمام آئین بلا استثنا اس شخص کو موت کی سزا دیتے ہیں جو ان میں سے کسی ایک جرم کا مرتکب ہوتا ہے۔ پس جو بنو قریظہ کی طرح ان سب کا اکٹھے مرتکب ہو اس کا کیا حال ہوگا۔

اور اس فصل میں ہم نے بنو قریظہ کی عورتوں اور بچوں کے غلام بنانے کی بحث کے موقع پر عمومی طور پر اسلام میں غلامی کے موضوع کو بھی چھیڑا ہے۔ اور دشمنان اسلام کی طرف سے جو اتہامات غلامی کے بارے میں اسلام کے موقف پر لگائے گئے ہیں ان کا بھی جائزہ لیا ہے۔ اور ثابت کردیا ہے کہ اسلام غلامی کے متعلق قانون سازی کرنے والا پہلا مذہب نہیں اور نہ وہ اس کی حوصلہ افزائی کرنے والا ہے بلکہ یہ وہ دین واحد ہے جس نے غلامی کے مختلف طریقوں کے خلاف جنگ کی ہے

اور سوائے ایک نوع کے اس کے تمام سوتوں کو بند کر دیا ہے۔ اور اس ایک نوع کو بھی اس نے ایک نہایت تنگ دائرہ میں محصور کر کے باقی رکھا ہے۔ اور یہ غلامی ان عادلانہ جنگوں سے وجود میں آتی ہے جن میں مسلمان اسلام دشمنوں کے خلاف حصہ لیتے ہیں۔ اس نوع غلامی کو اسلام نے ایسے ہی باقی رکھا ہے جیسے کہ مقابل جنگجوؤں نے روا رکھا ہے جس کے بغیر کوئی چارہ نہیں کیونکہ یہ جیسے کو تیسے والا معاملہ ہے۔ اور مسلمانوں کے لیے دشمنانِ اسلام کے مقابلہ میں اسے جاری رکھنا ضروری ہے کیونکہ ان کے قبضہ میں جو مسلمان قیدی آ جاتے ہیں وہ انہیں غلام بنا لیتے ہیں جن میں عورتیں اور بچے بھی ہوتے ہیں۔ اور ہم نے اس فصل میں ثابت کر دیا ہے کہ باوجودیکہ اسلام نے اس نوع غلامی کو باقی رکھا ہے، اس نے غلام کو حقوق دیئے ہیں۔ اس کی حفاظت و صیانت کا کفیل بنا ہے۔ یہ حقوق دنیا کے کسی قانون نے غلام کو نہیں دیئے۔ اسلام تو اسے اس بلند درجہ تک لے گیا ہے کہ اس نے اس کے اور اس کے مالک کے حقوق عامہ کو برابر قرار دیا ہے۔

(۴)

اس کتاب میں قارئین کو عنقریب معلوم ہو گا کہ جب سے اس قوم پر حضرت داؤدؑ اور حضرت عیسیٰؑ کی زبان سے لعنت پڑی ہے، ان کے اخلاق کس قسم کے ہو گئے ہیں۔ وہ دیکھیں گے کہ جزیرہ عرب میں اور خصوصاً مسلمانوں اور ان کے نبی علیہ السلام کے ساتھ اس قوم کے تعلقات میں مختلف اقسام کی کشیدگی اور مختلف رنگوں کی عہد شکنی اور غداری اور موقع پرستی اور بدعہدی کے خطرناک نمونے پائے جاتے ہیں۔ جو ذلت و رسوائی کا مظاہرہ اور رذائل کا ایسا خوفناک چیلنج رکھتے ہیں جس کی مثال کسی مغضوب قوم کی تاریخ میں نہیں پائی جاتی یہاں اب تک تاریخ ان کا ریکارڈ رکھ رہی ہے۔ ہائے افسوس کہ عرب علاقے میں لوگوں کا ایک چھوٹا سا گروہ جس نے صیہونی لا اخلاقی مذہب کی شاگردی کی ہے وہ عہد شکنی اور موقع پرستی میں یہود کے نقش قدم پر چلنے لگا ہے۔ جب انہیں خیال

جو کہتا ہے کہ معاہدے کی پابندی کا اصل محرک یہی ان کا فائدہ ہے تو وہ لوگوں کو معاہدات کی پختگی اور پابندی کی دعوت دیتے ہیں۔ اور جب انہیں پتہ چلتا ہے کہ انہیں اس معاہدہ کی جس کی پختگی اور پابندی کی انہوں نے دعوت دی ہے کوئی خاص فائدہ نہیں۔ تو وہ اسے پاؤں تلے روند دیتے ہیں اور ردی کی ایک ٹوکری میں پھینک دیتے ہیں۔ بلکہ ایسے وحشیانہ اور غیر انسانی اعمال کے مرتکب ہوتے ہیں جن جیسے اعمال کا کوئی آدمی کبھی مرتکب نہیں ہوا ہے۔ یہ بستیوں بھرے خوشحال شہروں اور کھیتوں کو تباہ کر دیتے ہیں اور آگ لگا کر پرامن بستیوں کو نیست و نابود کر دیتے ہیں۔ تاکہ خود مختار اور مسلم قوم کو خوفزدہ کر دیں جو اپنے اجداد کی طرح عسکری تاریخ کے کندھوں پر کھڑی ہے۔ ان حرکات سے ان کا مقصد یہ ہے کہ اس طاقتور اور مضبوط قوم کو تاریخ قربان اور قوت آزما بنا دیا جائے۔ جس نے صدیوں میں پوری تاریخ قربان اور قوت آزادی کی خاطر نئے جارحیت پسندوں اور جنگجوؤں کو تنگ کر کے رکھ دیا ہے۔

یہی یہ قوم کسی قسم کے غیر ملکی تسلط کو تسلیم نہ کرنے اور ثابت قدم رہنے میں ضرب المثل بن گئی ہے۔ یہاں تک کہ غیر ملکی تمام اقوام میں اس کا نام جنگ باز اور مشکل کرنے والی اور باغیوں کو اور سب ملکوں سے زیادہ اور سرکشوں کو زیر کرنے والی قوم پڑ گیا ہے۔ مگر جب کوئی باغی اور حملہ آور اس سے زیادہ لڑائی اور جنگ کرتا ہے تو وہ اس کی جنگجو فوج کو دفن کر دیتی ہے اور اس کی آرزوؤں اور امنگوں پر پانی پھیر دیتی ہے اور اس کی فوج کو خواہ وہ کس قدر مضبوط اور بڑی تعداد ہو کچل ڈالتی ہے۔ یہ آخر کار اور بعد میں آنے والی اقوام کے لیے عبرت کا موجب بنا دیتی ہے۔ اور آج بھی اس مضبوط طاقتور اور خود دار قوم کے حلقے میں تاریخ اپنے آپ کو دہرا رہی ہے۔

(۵)

جو شخص یہودی اخلاق سے ناآشنا ہے اور جسے اس نوع بشر کے ساتھ جو بشریت کے جسم میں خنزیر اور مضر جراثیم کی طرح ہے رہنے کا موقع نہیں ملا۔ اور جو

جو اس کی تاریخ کی حقیقت سے واقف ہیں، وہ ان مصائب کو جو اسے اقوام کی طرف سے پہنچتے رہے ہیں، بہت عظیم خیال کرتا ہے۔

اور بسا اوقات جب اس پر قتل و جلاوطنی کی سزا نازل ہوتی ہے تو وہ اسے بہت بڑا خیال کرتا ہے۔

لیکن یہودی قوم کی خباثت کے بارہ میں صدیوں سے جاری تاریخ کی حقیقت کا اقرار کو تسلیم کرنے والے جیسا کہ جانتے ہیں کے بعد فیصلہ کرتے ہیں کہ یہ وہ قوم ہے، جس کے ہر فرد کے تمدن اور تہذیب میں یہ بات رچ بس گئی ہے کہ زندگی میں اس کا سب سے بڑا کام ہر غیر اسرائیلی کو تباہ و برباد کرنا ہے۔ اخلاقی بگاڑ، جنسی انحرافات اور ان کے ساتھ ساتھ دنیا بھر میں خوفناک قتل عام اقوام کی زندگی میں تمام انقلابات اور اقتصادی بحران، موت اور غربت جیسی مصیبتیں متعصب یہودیوں کی انگیخت ہے۔

اس کی دلیل میں یہی بات کافی ہے کہ روسی اشتراکی تحریک کے لیڈروں نے قتل تخریب اور تباہی کے وہ جرائم کیے ہیں اور اس حد تک وحشت و بربریت کی ہے کہ جب سے اللہ تعالیٰ نے دنیا کو پیدا کیا ہے تاریخ نے اس کی مثال نہیں دیکھی۔ بشریت کو مختلف ناموں میں جو مصائب پہنچے ہیں وہ اس کی تحریک سے پیچھے نہیں ہیں یہ صیہونی یہودی مفکرین کے بھڑکانے کے مطابق آتی ہے اور اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل نہیں کہ اشتراکی مذہب کی بنیاد رکھنے والا کارل مارکس، جرمن الاصل کٹر یہودی تھا۔

اسی طرح تاریخ نے یہ بھی ثابت کر دیا ہے کہ انقلاب فرانس کے اوائل زمانے میں جو خوفناک اور وحشت ناک قتل عام کے جرائم ہوئے ان کے منصوبہ ساز اور محرک وہ یہودی تھے جن کی طبیعت غیروں کی تباہی و بربادی دیکھ کر لذت حاصل کرتی ہے اور یہی لوگوں کی طبیعت اس قسم کی ہو وہ دوسری اقوام کے ساتھ نہیں رہ سکتے۔ اور اگر ان کے ساتھ رہیں گے تو ان کی تباہی و بربادی کرنا شروع کر دیں گے۔ جیسا کہ تمام اقوام عالم کو معلوم ہے۔ ہمیشہ سے ہی یہودیوں پر جلاوطنی اور تباہی کی سزا نازل ہوتی ہے وہ یہود ہر دور اور ہر زمانے میں اس کی شکایت کرتے ہیں۔ وہ اکثر انہی جرائم، فسادیوں

اور غزوئی کمینہ دانیوں کا حکومت رد عمل ہوتا ہے جو وہ ان اقوام کے ساتھ کرتے ہیں جن میں وہ رہ رہے ہوتے ہیں اور بنو قریظہ کو مسلمانوں کے ہاتھوں سے جو سزا ملی وہ بھی خود یہودیوں ہی کا کیا دھرا تھا۔

تمام لیڈروں اور دانشور حضرات جو اپنے وطن اور قوم کی سلامتی کے خواہاں ہیں ہر ممکن وسائل سے اپنے وطنوں اور معاشروں کو ان یہودیوں سے پاک کرنے کی کوشش کرنی چاہیے کیونکہ وہ بشریت کی اس خطرناک نوع کی نفسیات کی حقیقت سے واقف ہیں جو اپنی ہم جنس قوم کے سوا کسی دوسری قوم کے ساتھ نہیں رہ سکتی۔ اور اگر اس کے ساتھ رہے گی تو اپنے خاص وسائل سے اسے تباہ و برباد کر دے گی۔

اس وقت ہمارے سامنے ایک نہایت اہم دستاویز پڑی ہے۔ جو ان یہودیوں کو حکم دیتی ہے کہ وہ جہاں رہیں وہاں پر تخریب کاری اور فساد انگیزی کریں اور اس دستاویز کی اہمیت اس امر سے واضح ہے کہ اس کا بانی صدر بنجمن فرینکلن ہے جو اٹھارویں صدی میں ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے عظیم لیڈروں میں سب سے بڑا لیڈر تھا۔

اور اس دستاویز کی اہمیت کے پیش نظر جو ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے ایک صدر نے جاری کیا ہے ہم اس کے انگریزی متن کو اردو کے ترجمہ کے ساتھ نقل کرتے ہیں

دستاویز کا اردو ترجمہ[1]

۱۷۸۹ء میں صدر بنجمن فرینکلن نے ریاست ہائے متحدہ امریکہ کا دستور بناتے وقت ایک تقریر کی جس میں یہ بیان کیا کہ۔

---

[1] یہ دستاویز [illegible] کی [illegible] ایک [illegible] [illegible] کے حصے میں [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] بنجمن [illegible] [illegible] بنجمن فرینکلن [illegible] [illegible]

"...اس وقت دنیا میں [illegible] سے خود امریکہ کے لیے ایک عظیم خطرہ ہے اور وہ عظیم خطرہ یہودیوں کا خطرہ ہے۔"

صاحبان کرام! جس علاقے کی بھی یہودیوں نے نشاندہی کی ہے، انہوں نے اخلاق، روحانیت، یا معیشت کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا ہے۔ یہ لوگ ہمیشہ الگ تھلگ رہنے والے اور دوسروں کے ساتھ گھل مل کر نہیں رہتے۔ اور ان کا ظلم فلسطینیوں تک پہنچ چکا ہے کہ انہوں نے ان مجبور اقوام کا گلا گھونٹ رکھا ہے جیسا کہ چین اور بنگال کا حال [illegible] ۲۰۰۰ سال سے زیادہ عرصہ گزرا اپنی بدقسمتی کا رونا رو رہے ہیں۔ ایران سے ان کا مقصد یہ ہے کہ انہیں ان کے آباؤ اجداد کے ملک سے نکال دیا گیا ہے لیکن میرے دوستو! آج کل تم ہی فلسطینی ہو اور ان کی جلاوطنی ہو، ابھی فلسطین واپس نہ جانے کے لیے مؤثر جدوجہد تلاش کرنی ہے۔ کیوں۔ اس لیے کہ وہ طفیلی ہیں۔ وہ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ نہیں رہ سکتے۔ ان کے لیے بحری بیڑے ہیں

قتل کرنے کے لیے تیار ہو۔ جب یہ [illegible] امریکہ جو ذہن کی تحریک کا مقصد کیا ہو [illegible] کی [illegible] دوستوں کی عبادت کو امریکہ کے یہودیوں کی تحریک سے کچھ نقصان پہنچا ہے [illegible] ۱۹۷۰ء کے [illegible] سے [illegible] اور جب انہیں معلوم ہوا کہ کسی [illegible] کیا بات ہے۔ اور تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ [illegible] اس تحریک کا ایک [illegible] [illegible] خطرے سے متعلق ہے [illegible] امت اسلامیہ اور دین کی خدمت کے لیے [illegible] ان دوستوں [illegible] ہے۔ اور [illegible] الاولیٰ [illegible] امریکہ اور دوسرے ممالک کی سیاسی اور [illegible] تقسیم کیا ہو۔ [illegible] سے لیے ایک [illegible] شائع کیا ہے۔ اسی طرح رسالہ "التمدن الاسلامی" دمشق جلد ۲۵ ۱۴۰۰ھ ۲۷ میں [illegible] ۱۰ تاریخ ربیع الاول ۱۴۰۰ھ میں شائع کیا ہے۔ [illegible] کے شکر گزار ہیں۔ [illegible] نوجوان مسلمانوں [illegible] تاکہ وہ [illegible] جائیں [illegible] دین کے اچھے خدمت گار بن سکیں۔

رہنما شمار ہوتے ہیں جو ان کی نسل سے تعلق رکھتے ہیں ۔

اگر دستور کے مطابق انہیں باہر جانے دیا گیا تو وہ ملک سے نکال باہر جائیں گے تو سو سال کے اندر اندر مرکب ہیں ان کا اس قدر سیلاب آ جائے گا کہ وہ ہماری قوم کے حاکم بن جائیں گے اور سے تباہ کر کے رکھ دیں گے، اور ہماری اس صورت کی شکل بدل کر رکھ دیں گے جس کے لیے ہم نے اپنے خون اور ہزاروں مال اور شخصی آزادی کو قربان کیا ہے اور ابھی دو سو سال نہیں گزریں گے کہ ہمارے ہرے کھیتوں میں یہودیوں کے لیے خوراک مہیا کریں گے جب کہ یہودی محلوں اور ایوانوں میں رشک سے ہاتھ ملتے رہتے ہیں اس لیے میں آپ کو آگاہ کرتا ہوں کہ آپ ہمیشہ کے لیے یہودیوں کو نکال باہر نہ کیا تو تمہاری قربانی پر تمہارے بیٹے اور پوتے لعنت کریں گے، یہودی خواہ کسی نسل سے تعلق رکھتے ہوں درمیان میں وہ کبھی بھی ہماری بلند روایات کا اعتبار نہیں کر سکتے جیسا اپنی چنگیزی کمال اور سیاست کی طاقت کی ضمانت نہیں رکھتا جب یہودیوں کو ملک میں داخل ہونے کی اجازت دے دی گئی تو وہ اس ملک کے لیے خطرہ بن جائیں گے۔ وہ ہمارے اداروں کو ختم کر دیں گے۔ اس لیے ضروری ہے کہ آپ دستور کے مطابق نکال باہر کیا جائے

میں مسلم نوجوانوں اور تمام انسانوں کا خدمت گار ہوں جنہیں اللہ تعالیٰ نے عقل و فکر کی آزادی سے سرفراز فرمایا ہے اور خود فکری اور قرآنی خواہشات کے آئینہ میں کرنے سے بچایا ہے جو یہ کتاب ترتیب دی گئی ہے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ انہیں اس سے فائدہ پہنچائے اور ہم پر اپنی دائمی رضامندی سے پہچان فرمائے اور وہ بہت فضل کرنے والا ہے۔

واللہ اکبر والعزۃ للہ ولرسولہ وللمؤمنین

محمد احمد باشمیل

جدہ .... مملکت سعودی عربیہ

۶ صفر ۱۳۹۶ھ ۔ مئی ۱۹۷۶ء

فصل اول

- جزیرۃ العرب میں اسلام سے پہلے یہودیوں کی مختصر تاریخ
- ـــــ یثرب، خیبر اور شمال میں یہود کی آمد
- ـــــ یہود کے قبائل کی شکست
- ـــــ عربوں کا اسلام سے قبل ان کی قوت و شوکت کا اقرار
- ـــــ یمن میں یہود کی آمد
- ـــ جزیرہ نما میں یہودی شعراء

یہود کا نسب نامہ

بنی اسرائیل یہود کا نسب حضرت یعقوب علیہ السلام سے ملتا ہے جنہیں اسرائیل [illegible] لفظ کا مشتق [illegible]

اسے تورات [illegible] ہے جس کے معنی [illegible] ہونے کے ہیں۔ [illegible] نام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام [illegible] نے [illegible] کے معنی [illegible] سے [illegible] اختیار کیا [illegible] حضرت [illegible] علیہ السلام [illegible] یہود [illegible] ہیں۔ [illegible] بنی اسرائیل سے [illegible] یہودی اسرائیل [illegible] بیٹے [illegible] اسرائیل [illegible] کا نسب حضرت یعقوب علیہ السلام [illegible] اسرائیل [illegible] کی طرف [illegible] اصل میں سے ہیں

لے تکوین: بائبل باب [illegible]

اسی طرح بہت سے اسرائیلی نسب کے لوگوں نے یہودیت کے سوا دوسرے دین اختیار کر لیے، جیسے اسلام اور مسیحیت۔ لہٰذا نہ ہر یہودی اسرائیلی ہے اور نہ ہر اسرائیلی یہودی ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعدد بیٹے تھے جو مختلف علاقوں میں بہت سی قوموں کے آباء تھے جن میں حضرت اسمٰعیل اور حضرت اسحاق[1] سب سے اہم ہیں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے ملک عرب میں سکونت اختیار کی اور آپ کی اولاد ہی سے عرب مستعربہ ہیں۔ اور حضرت اسحاق علیہ السلام نے وفات تک اپنے باپ کے ساتھ قیام کیا۔ آپ حبرون کے علاقے میں رہے۔ آپ نے اپنے پیچھے دو بیٹے عیسو اور اسحاق چھوڑے۔ پس عیسو جلاوطن ہو گیا اور حضرت یعقوب اپنے باپ کا قائم مقام بنا اور اسرائیل کے لقب سے ملقب ہوا۔ اور آپ کی طرف ہی وہ تمام اسرائیلی منسوب ہوتے ہیں جن میں وہ یہودی بھی شامل ہیں جنھوں نے جزیرہ عرب میں یثرب وغیرہ کو اپنا وطن بنا لیا ہے۔

یثرب میں یہودی قبائل

یہودیوں کے کئی قبائل اور بطون تھے جو مختلف ناموں سے موسوم تھے اور یثرب میں یہ دس قبائل تک پہنچ گئے تھے جو یہ ہیں۔

بنو عکرمہ، بنو ثعلبہ، بنو محمر، بنو قینقاع، بنو زید، بنو نضیر، بنو قریظہ، بنو بہدل، بنو عوف، بنو قصیص، بنو مراثد، بنو زعورا، اور یہ سب نام زعورا کے سوا خالص عربی نام ہیں۔

یہود کے درمیان حسب نسب کا نظریہ

مؤرخین کا بیان ہے کہ بنو قریظہ اور بنو نضیر یہودیوں کے درمیان کاہنوں کے نام سے معروف تھے۔ اس طرح انہوں نے اپنے آپ کو اپنے جد کی طرف منسوب کیا ہے جسے کاہن[2] کہا جاتا ہے۔

اور ان کے نزدیک کاہن وہ ہے جیسے بعض مؤرخین کے خیال کے مطابق کاہن بن

---

[1] الیہود فی القرآن ص۵۵، [2] الاغانی جلد ۱۹ ص۹۴

یہودی اس طرح سمجھتے ہیں۔ اس اعتبار سے وہ ایک باعزت و شریف نسب سے تعلق رکھتے ہیں جو ان کی یہودیت کے نقطۂ نظر سے دوسروں سے ممتاز کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ہمیشہ اس نسب پر ناز کرتے رہے ہیں اور اپنے آپ کو اپنے علاوہ دوسری عام قوموں پر شرافت و سیادت کا حامل سمجھتے رہے۔

یہود یثرب میں کیسے آئے

کوئی شخص قطعیت کے ساتھ یہ بیان نہیں کر سکتا کہ یہودی جزیرۂ عرب کے ان علاقوں میں کب اور کیسے آئے۔ یہ ایک ایسی بات ہے جس سے انکار کی کوئی گنجائش نہیں۔ مؤرخین کا بھی اس پر اتفاق ہے کہ یہودی عرب علاقوں میں اسلام سے صدیوں پہلے آ چکے تھے۔ اسی طرح یہ بھی متفقہ بات ہے کہ یہودی قوم جزیرۂ عرب میں ایک دخیل قوم ہے جو بہت دور سے آئی اور اس جزیرہ کے باشندوں سے اپنی زبان اور نسل کا کوئی رشتہ نہیں رکھتی۔

اب رہی یہ بات کہ یثرب کے علاقہ میں یہودی کب آئے، مؤرخین نے اس کی تحدید میں اختلاف کیا ہے۔ ہاں اس امر پر اتفاق ہے کہ یہودی یثرب کے علاقہ میں ایسے زمانوں میں آئے ہیں کہ ان کے درمیان بہت دوری پائی جاتی ہے۔ ان مؤرخین کے بیان کے مطابق سب سے پہلے جو یہودی یثرب کے علاقے میں آئے۔ وہ ۱۲۰۰ قبل مسیح سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے آخری زمانے اور یوشع بن نون کے اوائل زمانے کی بات ہے۔ اور دوسرا قافلہ وہ تھا جس میں یہودیوں کی بہت بڑی تعداد یثرب کی طرف ہجرت کر گئی وہ ہے جو ان کے استیصال کی تباہی ہو۔ یہ رومی جنرل اسپیو اور یہودیوں کے مقابلے طیطوس کے درمیان کا ہے جو ۱۳۲ء میں ہوا۔

دوسرا قافلہ جس کا ہم نے ذکر کیا ہے اس کا ذکر ہے ان میں مشہور مؤرخ ابو الفرج اصفہانی کی مشہور کتاب الاغانی بھی ہے۔

۱؎ تاریخ العرب قبل الاسلام جلد ۶ صفحہ ۱۳ ؛ ۲؎ تاریخ العرب قبل الاسلام جلد ۶ صفحہ ؛ ۳؎ الاغانی جلد ۱۹ صفحہ ۹۴ ۔

کتاب کے مؤلف نے مذکورہ کتاب میں بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے ساتھ مصر سے شام کی طرف روانگی سے پہلے انہیں یہ اطلاع ملی کہ مدینے کے علاقے میں عمالقہ کی سرکش قوم نے بغاوت کر رکھی ہے اور لوگوں کو بہت دکھ دیا ہے تو آپ نے اپنی قوم کا ایک فوجی دستہ ان کے مقابلے میں بھیجا اور اس دستے کے سالار کو حکم دیا کہ وہ ان سرکش عمالقہ کی بیخ کنی کرے اور کسی کو زندہ نہ چھوڑے۔ [illegible] کا بیان ہے کہ جب فوجی دستہ وہاں پہنچا اور اس نے عمالیق کے بادشاہ ارقم کے ایک نوجوان بیٹے کے سوا سب کو تہ تیغ کر دیا۔ اسے انہوں نے قتل سے بچا لیا اور اپنے ساتھ لے گئے تاکہ اس کے بارے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رائے معلوم کریں۔ جب فوجی دستہ شام میں واپس پہنچا تو اسے معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں۔

لیکن جب بنی اسرائیل کے لیڈروں کو معلوم ہوا کہ فوج نے عمالیق کے ایک نوجوان کو قتل سے بچا لیا ہے تو انہوں نے کہا کہ اس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نافرمانی کے معصیت کا ارتکاب کیا ہے۔ بنی اسرائیل نے اس فوج کو اپنے درمیان رکھنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ خدا کی قسم تم ہمارے ساتھ کبھی شام میں نہیں رہ سکتے۔

وہ بیان کرتا ہے کہ اس فوج کے سالاروں نے آپس میں مشورہ کیا اور آخرکار انہوں نے فیصلہ کیا کہ وہ [illegible] کے ساتھ سیدھے مدینہ واپس چلے جائیں۔

ہم نے جن لوگوں کی باتیں نقل کی ہیں ان کی [illegible]۔ [illegible]

---

[1] ان مورخین نے عمالقہ کی قوم کو عرب بائدہ میں شمار کرتے ہیں۔ ان مورخین کے نزدیک عرب [illegible] عرب [illegible] ہو چکے ہیں۔ عرب بائدہ میں عاد، ثمود، طسم، جدیس، عمالیق اور [illegible] شامل ہیں۔ [illegible] صفحہ ۱۱۲۔

[2] [illegible]

پھر واپس جا کر ان کے علاقے میں بس گئے۔ پس وہ [illegible] کے ساتھ واپس آ گئے اور یثرب پہنچ کر وہاں ٹھہر گئے اور مدینہ کے تمام نواح میں بالائی علاقے تک پھیل گئے۔ اور ان انہوں نے قلعے، مکان اور کھیتیاں تیار کیں۔ اصفہانی کے قول کے مطابق اس قوم کے افراد یہودیوں میں سب سے پہلے مدینہ میں سکونت اختیار کرنے والے تھے۔

اب رہی دوسری روایت کی بات جس کے تحت یہودی مدینہ کی طرف آئے۔ اس کے متعلق مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ جب رومیوں نے ۷۰ء اور ۱۳۲ء عیسوی کے درمیان فلسطین شام کے علاقے پر قبضہ کیا، بہت یہودیوں کو قتل کیا اور انہیں سزائیں دیں تو یہودی بھاگ کر بکھر گئے اور دوسرے علاقے سے دور دراز کے پناہی علاقوں میں متفرق ہو گئے مسٹر اولیری کے بیان کے مطابق ان یہودیوں میں بنی قریظہ، بنی نضیر اور بنی بہدل کے یہودی شامل تھے۔ یہ رومیوں کے سامنے سے جنوب کی جانب یثرب کی طرف بھاگ اور اسی جانب چلے گئے۔ یہاں ایک عرصہ ان لوگوں کے ساتھ قیام پذیر ہو گئے جو ان سے پہلے حجاز میں مقیم تھے۔

مسٹر اولیری الاغانی کے مؤلف اصفہانی کے قول کے ساتھ اتفاق کرتا ہے یا اس نے یہ بات اس سے نقل کی ہے۔

اصفہانی نے اپنی کتاب الاغانی جلد ۱۹ صفحہ ۹۵ مطبوعہ مکتبہ دار البیان میں لکھا ہے کہ

> "جب رومی شام میں بنی اسرائیل پر غالب آ گئے، ان کو قتل کیا اور انہیں سزائیں دیں تو بنو قریظہ، بنو نضیر اور بنو بہدل ان۔ سے بھاگ کر حجاز چلے گئے۔"

یہ قبیلے یہودی جب یثرب کے علاقے میں پہنچے تو الغابہ[1] کے مقام پر فروکش ہوئے انہوں نے اس علاقہ کو باوجود قیام پذیر ہونا پسند کیا، یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اپنے میں سے ایک آدمی کو وہاں کے سب حالات معلوم کرنے اور وہاں جگہ تلاش کرنے کے لئے بھیجا

---

[1] تاریخ العرب قبل الاسلام جلد ۶ صفحہ

[2] غابہ مدینہ کے شمال میں ایک جگہ ہے۔

دو بڑی طاقت بن گئے تھے کیونکہ نضیر و قینقاع کی بستی لاولان اور خیبر تک جو تبوک دور دراز
آباد ہیں۔ یہ نہایت زرخیز زمین ہے کھجوروں پیدا ہوتے ہیں جہاں میٹھے پانی کے۔ کھجور بہت اچھے
درخت اُگتے ہیں۔

جب بخت نصر نے شام اور بیت المقدس پر یلغار کی تو قوم یہود کو بھاگنا پڑا تو انہوں
نے اس علاقے میں قیام کرنے کا فیصلہ کیا۔ پس بنو نضیر اور ان کے بعد دیگر قبائل یہاں آ کر
ہو گئے اور بنو قریظہ بعض اوقات کے ساتھی یثرب میں آ کر بس گئے۔ پس ان کی ایک
اور جماعت زمینوں اور دولت سے یثرب کی ساری زمین ان کی ملکیت ہو گئی۔

اوس اور خزرج کی آمد سے قبل یہودی یثرب کی تجارت اور معیشت پر قابض تھے
حل ہو کر رہتے تھے ان میں سے بنو قریظہ اور بنی قینقاع جو مدینہ اور خیبر کے
بنو جلیم اور بنو حارث بن بہثہ کا قبیلہ جو مدینہ اور خیبر کا قبیلہ جو قطیبہ کا تھا

یثرب میں یہودی تاریخ کے ادوار

یثرب میں یہودی تاریخ کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

قسم اوّل: یہ قسم اسلام سے پہلے کی ہے۔ اس قسم میں یہودیوں پر دو زمانے
گزرے ہیں۔

ا۔ یثرب کے علاقوں میں مطلق العنان آمریت کا زمانہ۔
ب۔ شکست خوردگی اور کمزوری کا زمانہ۔

پہلے دور کا آغاز یہودیوں کے یثرب پر قابض ہونے سے ہوتا ہے۔ مؤرخین
کے بیان کے مطابق یہ دور ایک ہزار سال سے زیادہ عرصہ تک رہا ہے۔
اور کمزوری کا دوسرا دور یمن سے اوس اور خزرج کے یثرب کی طرف ہجرت کرنے
سے شروع ہوتا ہے۔ اور یہ عیسوی چھٹی صدی کے اوائل کا زمانہ ہے۔

یہودی بے بسی اور یثرب پر یمانیوں کا حملہ

یہودی مدتوں زمانہ تک اطمینان سے یثرب
کے حکمران رہے جب تک وہ عسکری، سیاسی اور اقتصادی طور پر اقتدار کی کرسی پر بیٹھے رہے

حالانکہ اس علاقہ میں بعض عرب کے قبائل ان کے ساتھ گھل مل کر رہتے تھے۔ یہ قبائل جیسا کہ معلوم ہوتا ہے یہودیوں کی آمد تک یا ضعف و انتشار کا شکار تھے۔ اس لیے یہ یثرب میں یہودیوں کے رہائش اختیار کرنے تک ان سے متعرض ہونے کی سکت نہیں رکھتے تھے اور نہ ہی انہوں نے ان سے جنگ کرنے کی کوئی کوشش کی ہے۔ جیسا کہ غیر یقینی تخیل لوگوں سے کی جاتی ہے، اور جو ہمارے سامنے تاریخی مصادر موجود ہیں ان میں کوئی ایسی بات موجود نہیں جو یہ بتائے کہ اوس اور خزرج کی آمد سے قبل یہودیوں کو اس علاقے میں کسی مزاحمت یا مقابلے کا سامنا کرنا پڑا ہو۔

یہود کسی طرح یثرب کے حکمران بن گئے۔ یہاں تک کہ عیسوی کی پہلی صدی آئی تو اللہ تعالیٰ نے تاریخ کی مشہور سد مارب پر تباہ کن سیلاب بھیجا۔ اور وہ منہدم ہو گئی اور سد کے انہدام سے قبل یمن میں مارب کی حکومت مشرق اوسط کے سب سے سرسبز و شاداب علاقوں میں سے تھی۔ اور اس کے باشندے جزیرہ عرب میں سب سے طاقتور عربی قوت تھے اور سد کے انہدام کے وقت ان کے عظیم بادشاہ کا نام عمرو بن عامر مزیقیا تھا جسے تاریخ میں ابو الاسلاف کا لقب دیا گیا ہے

اوس اور خزرج مدینہ میں

جب سد منہدم ہو گئی تو عرب کی عظمت ختم ہو گئی اور اس کے باشندے یمن سے منتشر ہو گئے اور وہ یمن سے تھے جو کہلان بن سبا کے بیٹوں میں سے تھے۔ ان میں سے غساسنہ شام کی طرف چلے گئے اور وہاں کے بادشاہ بن گئے اور لخمی عراق میں جا کر آباد ہو گئے اور وہ ان کے بادشاہ ہو گئے اور انہی میں سے حیرہ کے بادشاہ ہوئے جو تاریخ میں المناذرہ کے نام سے مشہور ہیں۔ اسی طرح اوس اور خزرج یثرب آکر آباد ہو گئے۔ اسلام کی آمد تک یہودیوں کی حکومت کے زوال کی ابتدا ہو گئی تھی۔ ان دونوں نے ارض یثرب میں آباد ہوتے ہی یہودیوں کو اس طرح سے تنگ کرنا شروع کر دیا کہ وہ بھی مدینہ کی حکومت اور اس کی عظیم دولت و ثروت میں شریک ہو جائیں۔ لیکن اوس اور خزرج یہودیوں کی سطوت و قوت کے سامنے عاجز تھے۔ اور مدینہ میں آباد ہونے کے وقت سے ہی نہایت تنگدستی اور فقر و فاقہ کی حالت میں تھے۔ انہیں

کوئی منظم قوت و طاقت حاصل نہ تھی۔ اور یہ ان کے عرب بھائی اگرچہ ان سے پہلے مدینہ کے اصل باشندے تھے اور [illegible] سے بھی زیادہ طاقتور تھے۔ لہٰذا اوس اور خزرج نے کئی قطعہ زمین پر قناعت کر لی جو ان کی ملکیت میں تھی۔ اس میں تھوڑی سی کھیتی ہوتی تھی۔ پس وہ تنگدستی میں رہے اور یہودی تجارت سے مالا مال ہوتے رہے۔ اور سب دولت انہی کے قبضے میں تھی۔

یہ حالت کچھ عرصہ تک رہی۔ یہاں تک کہ ان بھائیوں نے اپنے غسانی ساتھیوں سے جو شام کے بادشاہ تھے مدد طلب کرنے کے متعلق غور و فکر کیا۔ اوس اور خزرج نے اپنے ایک لیڈر مالک بن عجلان کو غسان کے بادشاہ ابو جبیلہ کے پاس بھیجا۔ اس نے وہاں پہنچ کر اسے اپنی قوم کی بدحالی اور یثرب کے علاقے میں آباد ہونے والے یہودیوں کا غلبہ اور ان کے دولت و ثروت سے مالا مال ہونے کے متعلق بتایا۔ اور یہودیوں کو نکال دینے کے لیے اس سے فوجی مدد طلب کی۔ یہ سن کر غسانی بادشاہ اپنی فوج کے ساتھ اپنے عرب بھائیوں کی مدد کے لیے یثرب آیا۔ اور اس نے یہودیوں پر حملہ کر کے ان کی طاقت کو توڑ پھوڑ دیا۔ یہ ایک تاریخی واقعہ ہے جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔ اس کے بعد غسانی بادشاہ اپنے ملک کی طرف واپس گیا۔ معلوم ہے قبل اسلام عربوں کے ہاتھوں یہودیوں کے بے بس ہونے کا یہ پہلا واقعہ ہے۔ اس جنگ کے بعد جس میں غسانی بادشاہ نے یہودیوں کو شکست دی اور لیڈروں کی جمعیت توڑ کر تباہ کر دیا تھا۔ اوس اور خزرج نے بھی دلیری دکھائی اور وہ بھی یہودیوں کے مدمقابل بن کر ان پر حملے کرنے لگے۔ اور انہیں دھتکارنے لگے۔ حالانکہ پہلے یہ ان سے الجھنے کی بھی جرأت نہیں کر سکتے تھے۔ اس کے باوجود یہودیوں کی بڑی تعداد کو بڑی قوت و طاقت حاصل تھی۔ یہ یا تو ان پر حملے کرتے تھے یا انہیں دھتکارتے تھے۔ اس وجہ سے فریقین کے درمیان سالہا سال جنگیں ہوتی رہیں۔ یہاں تک کہ اوس اور خزرج کے سردار مالک بن عجلان نے ایک تدبیر سوچی جس سے یہودیوں کے سرداروں کی ایک بڑی جماعت کو تباہ کر کے رکھ دیا۔ اوس و خزرج نے یہودیوں کو دھوکے سے بلوا کر قتل کیا۔[1]

---

[1] اس کی تفصیل الاغانی جلد [illegible] صفحہ [illegible] مطبوعہ [illegible] میں دیکھیے۔

اس طرح ان قبیلوں اوس اور خزرج نے یہودیوں کی قوت و شوکت کو ختم کر دیا، اور وہ ذلیل ہو گئے اور ان کی بادشاہی ختم ہو گئی اور وہ مزید بکھر گئے اور [illegible] سے شدید [illegible] کرنے لگے۔ اور اس وقت تک انہوں نے مدینہ میں اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کی ہمت نہیں پائی، جب تک انہوں نے اوس اور خزرج کا حلیف بننا قبول نہیں کیا۔ حتیٰ کہ یہودیوں کا ہر قبیلہ اوس اور خزرج کے کسی قبیلے کی پناہ لے کر عزت حاصل کرتا اور محفوظ ہوتا تھا۔

اس دن سے بنو قریظہ اور بنو نضیر [illegible]: قبائل اوس کے حلیف بن گئے اور بنو قینقاع اور ان کے اتباع خزرج کی طرف ہو گئے۔

اس تحالف سے یثرب کے یہودی اوس اور خزرج کے ساتھ شامل ہو گئے۔ یثرب کے علاقے میں یہودیوں نے اپنی ذہانت دی اور اگر وہ ایسا نہ کرتے تو عرب قبائل انہیں بالکل تباہ کر دیتے کیونکہ یہود پر زیادتی کرنا اوس اور خزرج کے درمیان قبائلی جنگ کے چھڑنے کا باعث بن جاتا تھا۔ کیونکہ یہودیوں کا ان قبائل سے حلیفانہ تعلق تھا۔

مشہور قبائلی جنگ بعاث جس کی آگ اوس اور خزرج کے درمیان ظہور اسلام سے تھوڑا عرصہ قبل تک جلتی رہی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ قبائل خزرج نے بنو قریظہ کے یہودیوں کی زمین پر قبضہ کرنے کی کوشش کی تھی اور انہیں وہاں سے نکال باہر کیا تھا[1]۔

---

[1] مورخین کا بیان ہے کہ خزرج نے یہودیوں سے ضمانت چاہی تھی۔ [illegible] کہا کہ تمہارے باپ نے ہمیں ہماری جگہ پر [illegible] کے درمیان آ گیا ہے۔ خدا کی قسم [illegible] بنو قریظہ اور بنو نضیر کی جگہ پر [illegible] بنو قریظہ اور بنو نضیر [illegible] یہاں سے [illegible] کے درمیان [illegible] حکومت [illegible] گئے [illegible] قیدی [illegible] ان کے پاس [illegible] غلام تھے [illegible] اپنی جگہیں چھوڑنے کا ارادہ کر لیا تو ان کے سردار کعب بن اسد نے [illegible] بنو قریظہ کے [illegible] ہو گئی۔ اور [illegible] جانے کا [illegible] قبائل خزرج [illegible] کی طرف ہو گیا۔ یہاں تک کہ [illegible]

یہود کے درمیان خانہ جنگی

یثرب کے تمام یہودیوں کے درمیان آپس میں خانہ جنگی جاری رہتی تھی۔ بنو قینقاع جو مدینے کے یہودیوں میں سب سے زیادہ شجاع تھے، ہمیشہ بنو قریظہ اور بنو نضیر کے خلاف رہتے تھے۔ ان کی نا اتفاقی اس بات سے عیاں ہوتی ہے کہ جب حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر کے بعد بنو قینقاع کا محاصرہ کیا اور انہیں مدینہ سے جلا وطن کیا تو بنو قریظہ اور بنو نضیر نے بنو قینقاع کے یہودیوں کی مدد کے لیے ایک بالشت سے [illegible] بھی حرکت نہیں کی۔

مؤرخین کا بیان ہے کہ بنو قینقاع کے یہودی مدینہ کے اندر رہتے تھے حالانکہ اس سے قبل وہ اپنے بھائیوں بنو نضیر اور بنو قریظہ کی طرح ملک کے اطراف میں سکونت پذیر تھے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام سے قبل بنو قینقاع کے یہودیوں اور بنو قریظہ کے درمیان متعدد معرکے ہوئے جن میں بنو قریظہ اور بنو نضیر نے بنو قینقاع کو کافی نقصانات پہنچائے۔ جن کے بعد انہوں نے مجبور ہو کر مدینے کے اندر پناہ لے لی اور اپنے ایک قبیلے کے درمیان قیام پذیر ہو گئے۔[1]

حکومت کھونے کے بعد یہودیوں کی حالت

دو قبیلے اوس اور خزرج نے یہودیوں کو [illegible] حکومت سے ہٹا دیا تھا جس کے بعد یثرب میں ان کی سیاسی اور عسکری قوت تباہ ہو گئی تھی، پھر بھی وہ بدستور قوم کے ساتھ بڑی مضبوطی کی حالت میں رہتے جس کا [illegible] تھا۔ اگرچہ ان کی سیاسی اور عسکری قوت جاتی رہی تھی پھر بھی دنیاوی تعلقات کے باعث کسی حد تک [illegible] کا اثر [illegible] تمام قبائل کے سردار [illegible]

---

[1] تاریخ العرب قبل الاسلام ج ۴ ص [illegible]

(بقیہ حاشیہ) [illegible] کے ہاتھ ان کے [illegible] تو وہ ان کے ساتھ مل کر اوس [illegible] اوس اور خزرج کے درمیان عظیم جنگ [illegible] جنگ کا [illegible] بنو قریظہ اور بنو نضیر [illegible] [illegible]

سے منسلک کیا ہوا تھا جنہوں نے عرب قبائل کے درمیان اپنے تسلط اور نفوذ کو وسعت دی۔ ان کی تمام سرگرمیوں کا مقصد سود کے کاروبار اور مختلف قسم کے سامانوں کی تجارت کے ذریعے دولت کو بڑھانا تھا۔ اور وہ ملک شام سے شراب لاتے بیچتے اور اسلحہ بنانے میں ماہر تھے۔

یہود کا مالیاتی مرکز

چونکہ عرب ان کے پاس جا کر اپنی ضرورت کی چیزیں خریدا کرتے اور سودی قرض لیتے تھے جس سے ان کی دولت میں اضافہ ہو گیا یہاں تک کہ وہ مال کے بادشاہ بن گئے اور مال و ثروت پر قبضے کے باعث انہوں نے اپنے کھوئے ہوئے نفوذ کا کچھ حصہ دوبارہ حاصل کر لیا۔ وہ اقتصادی اثر و رسوخ کے علاوہ بت پرست قبائل کے درمیان جھگڑے ڈالتے رہتے تھے خصوصاً عرب کے علاقے میں یہاں تک کہ قبائل کے درمیان کسی قسم کی وحدت نہ تھی کیونکہ یہ امر یہودیوں کے وجود کے لیے خطرہ تھا۔

اور وہ اپنے فیصلوں میں نفوذ اور وسعت چاہنے لگے اور بت پرست عرب قبائل کو اپنے سے قریب کرنے لگے اور وہ مختلف وسائل سے اپنی سیاسی اور عسکری تسلط کو دوبارہ حاصل کرنے کی کوشش کرنے لگے جس سے وہ اوس اور خزرج کے ہاتھوں محروم ہو چکے تھے اور اوس اور خزرج سے۔ جبکہ ان قبائل کی دشمنیوں کو ابھارنے لگے۔ ان دونوں قبیلوں کی قوت کو کمزور کرنے کے لیے جنگ کی آگ بھڑکاتے رہتے تاکہ ان یہودیوں کے سبب دوبارہ تسلط حاصل کرنا آسان ہو جائے قرآن کا یہ مقصد پورا نہ ہو بلکہ ظہور اسلام تک اوس اور خزرج کے مابین رہے۔ ان یہودیوں کا یہ حیلہ جاہلیت کے عہد میں جنگ و خونریزی کے باعث اوس اور خزرج کے کسی قبیلہ کے ذریعے اپنی حفاظت کرتا رہا۔ یعنی اوس اور خزرج کے ہاتھوں ان کی شکست کھانے اور تسلط کے ختم ہونے کے باوجود بھی تمام عرب میں یہودی ایک طاقتور قوم تھے۔ خصوصاً مالی اور اقتصادی میدان میں۔ جب تک ظہور اسلام تک ایک طاقتور عنصر تھے۔

یہ یہودی اپنی دولت کے بڑھانے اور اثر و نفوذ کے محفوظ رکھنے میں سودی قرض دینے پر بھروسہ کرتے تھے۔ سود یہودیوں کے امتیازات میں سے ہے جو ان کی جبلت اور فطرت میں رچا بسا تھا اور ان یہودیوں کے علاوہ کوئی اس طرح تجارت کو آگے نہیں بڑھا سکتے تھے۔ مقامات الہٰیہ کا ساتھ دیتا تھا۔ اسلامی قانون نے سود خوری کا خاتمہ کر کے اس کو حرام قرار دیا گیا ہے جو یہودی تنظیم کا

کی ریڑھ کی ہڈی ہے۔ اور کسی قانون نے یہود کے جابرانہ اقتصادی تسلط کا خاتمہ نہیں کیا۔ یہی وجہ ہے کہ سود کے کاروبار کی حرمت سے قبل یثرب اور دیگر عرب ممالک میں یہود کا قبضہ ہر شعبہ کی طرح لگتا ہے۔

سود لینے کے علاوہ یہودی مختلف قسم کی صنعتوں پر بھی اجارہ دار تھے۔ کچھ تو ایسے تھے جو ڈھلائی کنائی اور لوہار کا کام کرتے تھے جن سے عرب نفرت کرتے تھے۔ وہ انہیں حقیر پیشے خیال کرتے تھے ان کے علاوہ وہ دیگر تجارتی کاموں میں بھی عرب سے بہت آگے سرگرم عمل تھے۔ اسلام سے قبل یثرب کے اطراف کے گندم، جَو، اور کھجوروں کی تجارت کرتے تھے۔ وہ بالخصوص شراب کی ذخیرہ اندوزی کرنے اور اس کے بیچنے میں مشہور تھے۔ وہ خاص طور پر شام سے یثرب اور جزیرہ عرب کے مختلف علاقوں میں مختلف قسم کی شراب لانے لے جایا کرتے تھے اور شراب کی فروخت سے انہیں بے شمار نفع ہوتا تھا۔ اور مدینہ میں وہ قرآن میں شراب کی حرمت کے نزول تک اس کی دکانیں کھلی تھیں۔ جہاں پر بہت سے لوگ شراب پینے کے لیے آتے تھے۔ یہی اسباب تھے جن سے یہودی یثرب کی دولت کا ذخیرہ کر چکے تھے اور اقتصادی طور پر اس کے مالک بنے بیٹھے تھے اور کوئی شخص ان کے نفوذ اور اس کے قاہرانہ تسلط کا انکار نہیں کر سکتا تھا۔

یہود خیبر میں جہاں تک خیبر کا علاقہ ہے، یہ مدینہ کے شمال مشرق میں واقع ہے۔ ہم یہودی قبیلہ کی بات کرتے ہیں اور اس میں رہنے والی قوم کی کثرت ہے۔ یہ سرسبز زرخیز علاقہ اپنے قلعوں میں یثرب کے مشابہ ہے۔ اس طرح اس امر پر بھی کوئی تنازعہ نہیں کہ ان یہودیوں نے خیبر کے علاقے کو آباد کیا تھا اور ظہور اسلام سے صدیوں قبل اس پر قابض ہو گئے تھے، مگر کوئی شخص قطعیت کے ساتھ بیان نہیں کر سکتا کہ یہود خیبر میں کب آئے۔ کیا عیسیٰ سے پہلے یا بعد۔ اس بات میں مصادر میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

ابن خلدون اپنی تاریخ کبیر العبر کی جلد دوم قسم اول کے صفحہ نمبر ۱۴۸ پر بیان کرتا ہے کہ خیبر کی یہودی آبادی تاریخ کے اس دور کی ہے جس زمانے کے یہودی یثرب میں آئے تھے۔ وہ بیان کرتا ہے کہ وہ جنگجو لوگ عرب سے تھے جنہوں نے حجاز میں آکر ان کو تباہ کیا تھا۔ پھر یہ خیبر میں اس طرح قیام پذیر ہو گئے جیسے ان کے بھائی یثرب میں قیام پذیر ہوئے تھے۔

جب بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد انہیں عمالیق کے ایک قبیلہ کو قتل نہ کرنے کی وجہ سے شام میں داخل ہونے سے روک دیا اور قسم کھائی کہ وہ انہیں داخل نہیں ہونے دیں گے تو وہ مجبور ہو کر حجاز کی طرف پلٹ آئے اور یہاں سے ایک ہزار سال سے بھی زیادہ عرصہ پہلے ان عمالقہ کی بستیوں پر آباد ہو گئے۔ جنہیں انہوں نے تباہ کیا تھا۔

ابن خلدون کا بیان تو یہ ہے۔ مگر ڈاکٹر جواد علی اپنی کتاب "تاریخ العرب قبل الاسلام" جلد ۶ صفحہ پر بیان کرتے ہیں کہ خیبر کے یہودی اس نسل سے ہیں [illegible] جو یروشلم ہیکل سلیمانی کی تباہی کے بعد حجاز کی طرف ہجرت کر آئے اور خیبر میں ٹھہر گئے۔

خواہ کوئی صورت بھی ہو یہ بات تمام مورخین کے نزدیک متفق علیہ ہے کہ خیبر میں یہودی بستیاں اور قلعے ظہور اسلام سے صدیوں قبل اس علاقے پر قابض ہو گئے اور کھیتی باڑی اور کھجوروں کی کاشت کرنے لگے۔ یہ لوگ طاقتور جنگجو تھے۔ انہوں نے اپنے ابتدائی عہد سے خیبر پر اپنا تسلط جما لیا۔ یہاں تک کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں مسلمانوں کے ہاتھوں ان کا سقوط ہوا۔ کیونکہ جو خیبر کے یہودیوں نے مسلمانوں کے خلاف سلسلہ ظلم و عدوان: ریشہ دوانی و سازش کا مرکز بنا لیا تھا۔ جیسا کہ ہم قبل ازیں اس کتاب میں یہ بیان کر آئے ہیں اور اس کا مفصل تذکرہ ہماری کتاب غزوہ احزاب کیا ہے۔

یہودان خیبر بڑی قوت و طاقت کے حامل تھے اور تاریخ بیان نہیں کرتی کہ خیبر کو کا وطن بنانے کے طویل عرصہ میں ظہور اسلام تک انہوں نے کسی جنگ میں حصہ لیا ہو۔ اسی طرح تاریخ یہ بھی بیان نہیں کرتی کہ ان کی یثرب کے یہودیوں کی طرح بھی خانہ جنگی ہوئی ہو۔ خیبر مضبوط قلعوں کی وجہ سے مشہور ہے جنہیں یہود نے اپنے تسلط کے زمانے میں بنایا تھا اور ان میں مشہور قلعے سات ہیں۔ قلعہ ناعم، قلعہ قموص، قلعہ شق، قلعہ نطاۃ، قلعہ سلالم، قلعہ وطیح اور قلعہ کتیبہ۔

جب مسلمانوں نے ہجرت کے ساتویں سال خیبر کو فتح کیا تو ان تمام قلعوں پر قبضہ کیا۔ اسلام سے پہلے خیبر میں یہودیوں کی تاریخ کے متعلق بہت کچھ بیان کیا جا سکتا ہے جیسا کہ قارئین جانتے ہیں کہ جب اس تاریخ کا یثرب کے یہودیوں کی تاریخ سے [illegible]

کی تاریخ سے یہ علاقے یعنی مسقط عمان، ان کی تاریخ سے موازنہ کیا جائے جہاں اسرائیل بنایا گیا تھا جس کا تذکرہ اسلام سے قبل بھی مشہور تھا اور آج کے دن تک مشہور ہے تو ان کی کچھ اہمیت نہیں رہتی۔

بنی خیبر کی تاریخ اسلام کی آمد کے بعد لکھی گئی اور مشہور ہوئی ہے۔ اور اس تجزیہ کا اندازہ اچھی طرح لگایا جا سکتا ہے یثرب سے جلاوطن کیے جا چکے یہود ان بنی نضیر کی ہجرت سے مکمل ہے اور جزیرۂ عرب سے یہودیوں کی جلاوطنی حضرت فاروق عمر بن الخطاب کی خلافت میں ہوئی جس کی تفصیل غزوہ خیبر میں بیان ہوگی جو ہمارے سلسلے میں اسلام کے فیصلہ کن معرکے" کی پانچویں کتاب ہے۔

یہود شمال میں

تیسرا علاقہ جس میں یہودیوں نے جزیرۂ عرب میں قیام کر رکھا ہے وہ شمال میں چھوٹے چھوٹے قطعات ہیں جو وادی القریٰ سے انتہائی شمال میں تیماء کے علاقے تک پھیلے ہوئے ہیں۔ اور جو دو خطے یہودیوں کا مرکز رہے کی وجہ سے مشہور ہیں وہ وادی القریٰ اور تیماء ہیں۔ یہ دونوں خطے سرسبز و شاداب ہیں۔ جہاں چشمے اور پانی موجود ہے۔

تاریخ کہتی ہے کہ اسلام سے پہلے ان خطوں میں یہودیوں کی کچھ پرانی جماعتیں رہتی تھیں لیکن صحیح طور پر ان یہودی جماعتوں کے وجود کی تاریخ معلوم نہیں ہوتی جیسا کہ یثرب و خیبر میں یہودیوں کے وجود کی تاریخ کا حال ہے۔ اور جب ان دونوں خطوں میں یہود کی تاریخ کا (جو اسلام سے قبل کی بھی اور بعد کی) یثرب، خیبر و یمن کی تاریخ سے موازنہ کیا جائے تو اس کی کوئی اہمیت نہیں رہتی۔ خصوصاً وادی القریٰ کے یہودیوں کی تاریخ کے متعلق تاریخ نے اتنا ہی ذکر کیا ہے کہ اس خطے میں ان کا وجود پایا جاتا ہے۔

تاریخ نے وادی القریٰ کے یہودیوں کا جن کی منازل مدینہ اور خیبر کے درمیان تھیں ان کا ذکر اسلام کی آمد کے بعد کیا ہے اور وہ اس طرح کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فتح خیبر کے بعد مدینہ لوٹے تو وادی القریٰ سے آپ کا گزر ہوا تو آپ نے یہودیوں کو دعوت اسلام دی۔ مگر انہوں نے جنگ کی ٹھان لی تو آپ نے صرف ایک دن ان سے جنگ کی۔ اس کے

جب انہوں نے مذاکرات شروع کئے اور مصالحت کرنی چاہی تو آنحضور علیہ السلام نے مصالحت کرلی اور آپ نے جس طرح اہلِ خیبر کو فتح خیبر کے بعد وہاں ٹھہرایا تھا اسی طرح انہیں بھی ان کی زمین، اموال اور املاک دینے اور وہیں ٹھہرنے کا حق دیا۔ جس وہ اسلام کے زیرِ سایہ اپنے ماحول اور حالات کے بارے میں مطمئن ہو کر اور اپنے دین کے بارے میں آزادانہ طور پر زندگی بسر کرتے رہے۔

تیماء کے یہود

تیماء جزیرہ عرب کے شمال مغرب میں واقع ہے، وہ قدیم شہر ہے جہاں یہودی اسلام سے قبل آباد ہو گئے تھے اور ان کے یہودیوں کی تاریخ بھی خواہ اسلام سے پہلے کی ہو یا بعد کی گوشۂ گمنامی میں پڑی ہوئی ہے۔ وہاں کی سلطنت کی تاریخ کا تذکرہ وادی القریٰ اور مدینہ کے شمال میں پھیلے ہوئے دوسرے قطعات کے یہودیوں کی تاریخ کے مقابلہ میں کم بار آیا ہے۔

اس کا باعث مشہور یہودی شاعر سموأل بن عادیا ہے جو شعر و ریختہ کا مالک تھا۔ اور مؤرخین نے اسلام سے پہلے کی تاریخ میں بار بار اس کا ذکر کیا ہے اور اس کی طرف بعض اشعار اور وفا کے عہد کو منسوب کیا ہے۔ اس نے اس عہد کی وفا کیا کہ اپنے بیٹے کو امرؤ القیس کے ملک کی وفا کے مقابلے میں ذبح کروا دیا جس نے اس کی عہد شکنی سے انکار کیا تھا۔ جیسا کہ تاریخ کی مذکورہ کتب میں بیان ہوا ہے جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔ اگر یہ یہودی شاعر نہ ہوتا تو تاریخ کے پیار کے قبل اسلام یہودیوں کی کوئی قابلِ ذکر بات محفوظ نہ رکھی۔ اسلام کی آمد کے بعد تیماء کے یہودیوں کی تاریخ میں زیادہ سے زیادہ یہی بات بیان ہوئی ہے کہ وہ صلح پسند تھے اور انہوں نے مسلمانوں کے خلاف کوئی جنگ برپا نہیں کی اور نہ ہی اس کے متعلق کچھ سوچا۔ بلکہ انہوں نے مسلمانوں کے ہاتھوں خیبر کے سقوط اور بنو فدک و وادی القریٰ کے یہودیوں کے تسلیم کے بعد اسلام کی اطاعت اختیار کرنے سے یہی اسلامی حکومت پر یقین لانے میں جلدی کی۔ جب انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی تو آپ نے ان سے مصالحت کرلی اور ساتھ ہی ان سے جزیہ قبول کرلیا۔ اور وہ اسلامی حکومت کے زیرِ سایہ اطمینان سے رہنے لگے۔[1]

---

[1] فتوح البلدان بلاذری صفحہ ۴۱ ۔ [2] معجم البلدان یاقوت جلد ۲ صفحہ ۳۴۳ ۔

شمال میں دیگر قطعات

چھوٹی چھوٹی یہودی بستیاں تھیں جو شمال مغرب میں ایلہ، فدک اور تیماء وغیرہ میں بکھری ہوئی تھیں۔ ظہور اسلام سے قبل بکھری پڑی تھیں۔ عرب مؤرخین نے اسلام سے قبل ان یہودی قبائل کے متعلق کوئی اہم بات بیان نہیں کی۔ البتہ بعض مفسرین اور مؤرخین نے یہ بیان کیا ہے کہ ایلہ[1] کے یہودی وہ تھے جو سبت کے بارے میں حد سے بڑھ گئے تھے جیسا کہ قرآن پاک میں بیان ہوا ہے۔

طائف اور نجران میں

مؤرخین بیان کرتے ہیں کہ ظہور اسلام کے وقت یہودیوں کی کچھ جماعتیں طائف اور نجران میں بھی موجود تھیں۔ بلاذری نے اپنی کتاب فتوح البلدان کے صفحہ ۶۷ پر بیان کیا ہے کہ طائف میں یثرب اور یمن سے جلاوطن کئے ہوئے کچھ یہودی موجود تھے اور جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کو فتح کیا اور اس کے تمام عرب باشندوں نے اسلام قبول کر لیا تو یہودیوں نے اسلامی حکومت کو جزیہ دینے کے بعد وہاں رہنے کی اجازت حاصل کی۔ بلاذری اپنی مذکورہ کتاب میں بیان کرتا ہے کہ طائف میں جو یہودی تھے وہ ایک قوم تھی جسے یمن اور یثرب سے جلا وطن کیا گیا تھا، پس وہ وہاں تجارت کے لیے ٹھہر گئے اور ان پر جزیہ لگا دیا گیا اور ان ہی میں سے بعض سے حضرت معاویہ نے طائف میں مال خریدا۔

---

[1] ایلہ، العقبہ کی [illegible] کے کنارے کے ساتھ ہے۔ یاقوت الحموی نے معجم البلدان [illegible] میں اسے ایک شہر بیان کیا ہے جو بحر قلزم کے ساحل پر ایک شہر ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ حجاز کا آخری اور شام کا پہلا شہر ہے۔ اور یہاں کے یہودیوں کا [illegible] سبت کے بارے میں زیادتی کی [illegible] معلوم ہوتا ہے کہ وہ شہر ہے جسے آج کل یہودی ایلات کہتے ہیں اور یہ آج کل خلیج عقبہ کے انتہائی شمال میں واقع ہے جسے اسرائیل نے دیگر عرب علاقوں کے ساتھ غصب کر لیا ہے [illegible] ایک شہر [illegible] ہے جیسا کہ یاقوت نے اپنی معجم البلدان میں بیان کیا ہے۔

[2] دیکھیے مراصد الاطلاع [illegible]۔

یہود یمن میں: اسلام سے قبل جزیرہ عرب میں کسی دوسری جگہ کی نسبت یمن میں یہودیت تعداد اور سیاسی طاقت کے لحاظ سے سب سے زیادہ طاقتور تھی۔ ذونواس حمیری بادشاہ کے زمانے میں حکومت کا سرکاری دین بن گئی تھی۔ اگرچہ مورخین اسلام نے یمن میں یہودیت کے پھیل جانے پر متفق ہیں مگر کسی نے قطعی طور پر بیان نہیں کیا۔ لیکن سب اس کی تاریخ کو یہودی دین کے حلقہ بگوش ہوئے۔ ہاں دیگر مورخین اسلام اور مغربی مورخین اس پر متفق ہوتے نظر آتے ہیں کہ یمن کے ساتھ یہودیت کا تعلق تبان اسعد ابی کرب کے زمانے میں ہوا جو یمن کا حکمران تھا۔ جس نے یثرب میں یہودیت کو قبول کیا پھر اسے یمن لے گیا اور اپنی قوم کو اس کی دعوت دی اور انہوں نے بلا اکراہ اسے قبول کر لیا۔ [1]

ایک مشہور یہودی عالم تھیوڈور (THEODOR) کی رائے یہ ہے۔ اور یہ چھٹی صدی میلادی کے نصف اول میں ہوا ہے۔ اس مورخ کا بیان ہے کہ حمیری شہزادے بھی یہودی دین پر تھے۔ یہ لوگ اسلام سے پہلے ملکہ سبا کے زمانے میں داخل ہوئے جن کا واقعہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے ساتھ مشہور ہے کہ آپ نے ملکہ اور ان کی قوم کو اس دین کی طرف دعوت دی تھی۔

لیکن جب اس مغربی مورخ کا قول درست ہے تو تمام اہل یمن نے اس سے پہلے دین حق کو تسلیم کیا تھا کہ یہودیت کے معروف دین کو کیونکہ ملکہ سبا حضرت سلیمان علیہ السلام کے ہاتھ پر ایمان لائی تھی دراصل ہے: شہزادے تو تھے اور حقیقت میں ان کا دین اسلام ہی تھا۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا وہ قول ہے جو اس نے ملکہ سبا کے متعلق بیان کیا ہے کہ رب انی ظلمت نفسی و اسلمت مع سلیمان للہ رب العالمین [2] سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ ملکہ بلقیس حضرت سلیمان کے ساتھ رب العالمین کی فرمانبرداری اختیار کر لی۔

اور علامہ صفی نے یہ کہا ہے کہ یہودیت کے یمن میں داخل ہونے پر کسی شافی دلیل کی عدم موجودگی سے یہ احتمال پیدا ہوتا ہے کہ ممکن ہے کہ موسوی دین یمن میں ملکہ سبا کے اثرات

---

[1] سیرۃ ابن ہشام جلد ۱ ص ۲۷، طبری جلد ۱ ص [illegible]، [illegible] جلد ص ۹۹ - [illegible] ص ۲۳۔

سے داخل ہوا ہو۔ اس بات کو کسی اسلامی مورخ نے قطعیت سے بیان نہیں کیا۔ لیکن ایسا ہونا بعید امر نہیں۔

یمن میں یہودیت کیسے داخل ہوئی

اسلامی مورخین ابن اسحاق اور طبری کے بیان کے مطابق اسلام سے قبل یہودیت کی موجودگی کو دو زمانوں میں تقسیم کرنا ممکن ہے۔

۱۔ آمریت اور غلبے کا زمانہ

۲۔ کمزوری اور جلاوطنی کا زمانہ

آمریت اور غلبے کے زمانے کا آغاز یمن کے تبع ثالث کے یثرب میں یہودیت کے حلقہ بگوش ہونے سے ہوتا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس حمیری بادشاہ نے شمال اور ایران سے جہاں اس نے جنگوں میں حصہ لیا، واپس لوٹتے ہوئے یمن کی طرف واپس آتے ہوئے یثرب میں یہودی دین کو قبول کیا۔ طبری اور ابن اسحاق کا بیان ہے کہ اس بادشاہ نے مدینہ میں بنی قریظہ کے دو عالموں کے ہاتھ پر یہودیت قبول کی۔ اور ایک واقعہ میں جس کی شرح طویل ہے بیان ہوا ہے کہ یہ حمیری بادشاہ (تبع ثالث تبان اسعد ابی کرب) یثرب کی طرف اس کے باشندوں کو ایک جنگ میں ہلاک کرنے کے لیے آیا۔ پس جب قریظہ کے دو عالموں کو اس امر کی اطلاع ملی تو انہوں نے تبع بادشاہ کے پاس آکر اسے نصیحت کی کہ وہ اہل مدینہ کی ہلاکت کے عزم کو خیرباد کہہ دے۔ انہوں نے کہا کہ اے بادشاہ ایسا نہ کر۔ اگر تو نے زبردستی یہ حرکت کرنا چاہتا ہے تو تجھے اور اس کے درمیان کوئی چیز حائل ہو جائے گی۔ اور اس میں تجھ پہ جلد سزا نازل ہونے کا خوف دامن گیر ہے۔ اس نے کہا ایسا کیوں ہوگا؟ ان دونوں نے جواب دیا کہ آخری زمانہ میں قریش سے جو نبی اس حرم میں ظاہر ہوگا یہ اس کی ہجرت گاہ ہے یہ اس کا گھر اور قرار گاہ ہوگا تو وہ اس بات سے رک گیا اور اس نے محسوس کیا کہ ان دونوں کے پاس علم ہے اور اس نے جو کچھ ان سے سنا انہوں نے اسے حیرت میں ڈال دیا تھا۔ وہ ان دونوں کے دین کا متبع ہو گیا اور مدینہ سے واپس چلا گیا۔

اور جب اہل یمن کو اس امر کی اطلاع ملی کہ بادشاہ نے یہودی دین کی شریعت اختیار

کرتے ہوئے آدمیوں نے اس مرتبہ نہایت بُری طرح محسوس کیا۔ یہی وجہ ہے کہ جب وہ یمن میں داخل ہونے لگا تو حمیری قبائل اس کے اور یمن کے درمیان حائل ہو گئے۔ اور کہنے لگے ہم تمہیں یہاں داخل نہ ہونے دیں گے کیونکہ تم نے ہمارا دین چھوڑ دیا ہے۔ تو اس نے انہیں بتایا کہ اس کا نیا دین ان کے بت پرستانہ دین سے بہتر ہے۔ حمیری بادشاہ اور اس کی قوم کے بیچ بہت سے تنازعات اور مجادلات کے بعد جن کی تفصیل طویل ہے انہوں نے بالآخر [illegible] اور وہ دو یہودیوں کی عالموں جنہیں وہ یثرب سے اپنے ساتھ یمن کی طرف لے گیا تھا کی بات مان لی اور ان کی مدد لے لی۔ چنانچہ اس کی تمام قوم یہودیت میں داخل ہو گئی اور [illegible] یمن میں یہودیت کی ابتدا ہوئی۔ یہ یہودیت کے یمن میں داخل ہونے کا سبب اور آغاز ہے۔

یمن میں یہودیت کی عزت بڑھی اور اس کے عروج کا دور ذونواس حمیری کے عہد کا آغاز ہوا تک [illegible]؛ اور حمیری آخری بادشاہ کے انجام سے ہوتا ہے اور یہ وہ بادشاہ ہے جس نے اصحاب الاخدود یعنی خندق والوں کو قتل کیا تھا۔ جن کا ذکر قرآن کریم میں آیا ہے۔

مورخین نے بیان کیا ہے کہ [illegible] نجران کے عیسائیوں سے کچھ لوگ [illegible] اپنی قوم [illegible]۔ جب عیسیٰ ابن مریم کے دین کو ترک کرنے اور یہودیت کو قبول کرنے کی دعوت دی اور [illegible] یہ ہے کہ وہ یہودیت اختیار کر لیں یا قتل ہونا پسند کریں۔ لیکن انہوں نے حضرت عیسیٰ ابن مریم کے دین کو چھوڑنے کے بجائے قتل ہونا پسند کر لیا۔ جس سے ذونواس بھڑک اٹھا اور اس نے خندقیں کھودنے کا حکم دیا۔ پھر جب آگ سے بھر دی گئیں تو انہیں خندقوں میں آگ میں جھونکنے لگا۔ اور اس نے ان میں سے تقریباً بیس ہزار آدمیوں کو قتل کر دیا۔

چنانچہ ذونواس کے اسی ظلم کی طرف قرآن کریم نے اشارہ کیا ہے بیان کیا ہے کہ قتل اصحاب الاخدود النار ذات الوقود اذ ہم علیہا قعود وہم علی ما یفعلون بالمومنین شہود وما نقموا منہم الا ان یومنوا باللہ العزیز الحمید[1]

---

[1] البروج آیت ۴ تا ۸۔

احباش کے ہاتھوں تبابعہ کی حکومت کا خاتمہ

جب حبش کے بادشاہ کو اس واقعہ کی اطلاع ملی جو یمن کے بادشاہ ذونواس یہودی کے ہاتھوں اس کے عیسائی بھائیوں کو پیش آیا تو اس نے قیصر روم کے ایما پر ایک عظیم لشکر تیار کیا جس میں ستر ہزار حبشی جانباز شامل تھے اور اس نے فوج کے سالار کو حکم دیا کہ وہ ذونواس سے جنگ کرنے کے لیے سمندر عبور کر کے یمن جائیں۔ پس اس نے حکم کی اطاعت کی اور جب دونوں فوجوں کی مڈبھیڑ ہوئی تو ذونواس کو شکست ہوئی اور اس کا گھوڑا اسے سمندر میں لے گھسا جہاں بھنور کے پانی نے اسے ڈبو کر مار دیا اور احباش کو فتح حاصل ہوئی۔ پس حبشی سلاطین یمن پر قابض ہو گئے اور اسلام سے قبل یمن میں یہودیت کے خاتمے کی ابتدا ہوئی ہے۔ احباش نے انہیں سخت سزائیں دیں اور ان کی قوت ختم ہو گئی اور یمن سے یہودیت کا سایہ سکڑنے لگا۔ اور ان کی اکثریت وہاں سے ہجرت کر گئی اور یمن میں صرف وہی کمزور اور ذلیل لوگ باقی رہ گئے جو قتل ہونے سے بچ گئے تھے اسلام سے قبل احباش کے تسلط کے بعد یمن کے یہودیوں پر شدید مصائب اور مظالم کی سزا نازل ہوئی۔ پھر بعض یہودی چند گھاٹیوں میں یہاں تک کہ ظہور اسلام تک یمن کے بعض شہروں اور دیہات میں یہودی لوگ بیسویں صدی کے وسط تک باقی رہے۔ اور ان واقعات کے بعد جن کے نتیجے میں یہودیوں نے فلسطین کو غصب کر لیا، وہ اسرائیل کی طرف ہجرت کر گئے۔

اس امر کی طرف اشارہ کرنا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ یمن کے یہودی اسرائیلی قوم سے تعلق نہیں رکھتے۔ بلکہ وہ عرب ہیں کیونکہ جو شخص یہودیت کو یمن میں لایا وہ عربی حمیری بادشاہ تھا جس نے اپنی حمیری قوم کو اس دین کی دعوت دی جسے اس نے یثرب میں دو یہودی عالموں کے ذریعے قبول کیا تھا اور اسی سبب سے اس کی حمیری قوم نے یہودیت کو قبول کر لیا تھا تاریخ سے یہ ثبوت نہیں ملتا کہ اسرائیلی جنگجو بہت بڑی تعداد میں یمن آئے تھے۔ مورخین تاریخ صرف یہی بیان کرتی ہے کہ ملک تبع جس نے یثرب میں یہودیت قبول کی تھی اس کے ساتھ ان دو اسرائیلی عالموں کے سوا جن کے ہاتھ پر یثرب میں اس نے یہودیت قبول کی تھی اور

ان یہودیوں کی اصل کے متعلق کچھ نہیں آیا۔ اس لحاظ سے یمنی یہودی علی الاطلاق اسرائیلی یہودی نہ ہو سکے۔ یہی حال یثرب کا ہے بلکہ وہ حمیری عرب ہیں جنہوں نے یہودیت اختیار کر لی تھی اور وہ یثرب اور جزیرہ کے شمالی مناطق کے یہودیوں سے مختلف قوم ہیں۔

اور یہ کہنا مستبعد نہیں ہے کہ جب بعض قبائل عرب کے ہاتھوں جنہوں نے یہودیت کو قبول کر لیا تھا یمن میں یہودیت کو مرکزیت حاصل ہوئی اور وہ ملک کا سرکاری دین بن گئی تو اسرائیلی یہودی بھی شام سے یہیں آ گئے ہوں۔ گو کسی مؤرخ نے اس امر کی طرف اشارہ تک نہیں کیا۔ مگر ڈاکٹر جواد علی اپنی کتاب تاریخ العرب قبل الاسلام کی جلد ۶ کے صفحہ ۲۴ پر لکھتا ہے۔

"اور یہ ممکن ہے کہ یمن میں یہودیت کے دخول کے زمانے کا تعلق اس زمانے سے ہے جب عہد قدیم میں تجارتی، بحری اور بری قافلوں کے ذریعے اس کا تعلق ملک شام سے ہوا۔ اور حضرت سلیمان علیہ السلام اور ملکہ سبا کے واقعہ میں ان تعلقات کی طرف تعریض ہوا ہے۔ بالخصوص اس علاقے سے یہودی تجارتی قافلوں کی ہجرت کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے جن میں سے ایک عامل تجارت بھی ہے اور جبری طور ہجرت کرنے کا سبب غیر یہودیوں کا فلسطین پر قابض ہو جانا ہی نہیں ہے بلکہ یہودیوں کا آپس میں جھگڑنا بھی ہے۔"

ہمارا اس امر میں مؤرخین کے درمیان کوئی اختلاف نہیں کہ حبشی حکومت یمن کے زوال میں بالخصوص ذونواس کے قتل اور اہل حبشہ کے یمن پر قابض ہونے کے بعد یہودیت نے یمن میں اپنا کوئی شان کا کام نہیں کیا۔ یہی وجہ ہے کہ ظہور اسلام کے وقت یمنی یہودیوں کی حالت ذکر کے قابل نہ تھی اور یہی حال تھا کہ یہودیان یثرب کا اور خصوصاً یہودیان خیبر کا تھا۔ مؤرخین نے یہودیان یمن کے متعلق جو کچھ لکھا ہے وہ یہ ہے کہ جب یمن کے اہل حکمران نے اسلام قبول کیا تو انہوں نے اسلام کی جدید حکومت کو قبول کرتے ہوئے اطاعت کا اعلان کر دیا اور مسلمانوں کو جزیہ دیا۔

جزیرہ عرب میں اسلام سے قبل یہودی وجود کی یہ مختصر تاریخ تھی۔

یہود و ملک عرب یہ ہیں وہ مشہور اور شمالی مقامات جہاں اسلام سے قبل یہودی مرکزیت تھی۔ ہم نے جن مقامات کا ذکر کیا ہے ان سے ہمیں علم ہوتا ہے کہ

نہیں آئی کہ جزیرہ عرب میں ان مقامات کے سوا جن کا ہم نے ذکر کیا ہے، یہودیوں کے اور بھی مرکزی مقامات تھے۔

بعض مستشرقین کا خیال ہے کہ اسلام سے قبل مکہ میں یہودی موجود تھے۔ ان مستشرقین میں بعض بہت نامور ہیں لیکن اس خیال کی کسی تاریخی ماخذ سے تائید نہیں ہوتی۔ خصوصاً اس خاص تاریخ سے جسے انہوں نے اسلام سے پہلے دور جاہلیت کی تاریخ عرب کی تحقیق کرتے ہوئے لکھا ہے۔ اگر اسلام سے پہلے یا اس کے ظہور کے وقت یہودیوں کا مکہ میں کوئی وجود ہوتا تو مسلمان مؤرخین ان کی کتابیں جو جزیرہ عرب میں یہودی وجود کی تاریخ کے متعلق اہم ترین ماخذ تصور کی جاتی ہیں وہ اس سے بے خبر نہ رہتے خصوصاً اس لیے کہ [illegible] اسلامی مصادر کے مطابق یہودی اسلام کے سب سے شدید دشمن تھے۔ پس اگر یہ اسلام سے پہلے مکہ میں موجود ہوتے تو مکہ میں [illegible] رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ کرنے میں [illegible] ہوتا۔ خصوصاً اس لیے کہ ظہور اسلام کے وقت قریش کو سلطنتی امتیازات حاصل تھے اور ان کا معاشرہ اسلام کے ظہور کے وقت [illegible] متمدن ہوتا تھا۔

عرب میں یہودیت کے اثرات

جزیرہ عرب میں یہودی وجود کی تاریخ کے تعین کرنے والے بعض حقائق معلوم ہو جاتے

اگرچہ اسلام سے پہلے جزیرہ عرب میں یہودیت پر متعدد صدیوں سے زیادہ عرصہ گزر چکا تھا مگر پھر بھی بت پرست اعراب پر جن کے درمیان یہودی طویل صدیوں تک رہے، یہودی دین کا کوئی خاص اثر نہیں پڑا۔ خصوصاً یثرب، خیبر اور دیگر شمالی علاقوں پر جو ظہور اسلام تک یہودیوں کے عظیم ظہور اور مرکز تعلق تھے۔ اور نہ ہی تاریخ میں یہ ذکر ہے کہ یثرب اور یثرب کے داخلی کسی قبیلے یا کسی عرب قبیلے نے یہودیت کو اپنا دین بنایا ہو۔* اگر کوئی ایسا واقعہ ہوا ہوتا تو اسلامی

---

* ابن حزم اندلسی کے [illegible] سے بھی اعلیٰ [illegible] ہے کہ انہوں نے [illegible] حمیر کو [illegible] یہودیت اختیار کی تھی۔ [illegible] یہودی کیا ہے کہ [illegible] تو یہودیوں کو قتل کر دیا پھر وہ بھاگ کر شہروں میں چلے گئے۔ یہ اسلام سے پہلے یہودیوں کا تذکرہ تھا۔ یہودیوں [illegible] جب کہ [illegible] یہودیت [illegible] قبول کر لی۔

دو یمنی یہودیوں نے قبل از اسلام اور بعد از اسلام جزیرہ عرب کے واقعات کی تاریخ کا جائزہ لیا۔ ہے وہ مزید اس طرف اشارہ کرتے ہیں کہ جنوب سے ان علاقوں کے نام تو ملتے ہیں یہودی تاریخ کا بیان کیا ہے۔ بلکہ یہ تاریخ تاکید کرتی ہے کہ ان علاقوں کے عرب عموماً بت پرستی پر قائم رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ دین اسلام کو لایا اور سب اس میں داخل ہو گئے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ عرب میں سے کسی ایک شخص نے بھی علی الاعلان یہودی دین کو اختیار نہیں کیا۔ اور جن ان عرب کا ذکر کیا ہے جنہوں نے اس دین کو قبول کیا تھا۔ مگر وہ بہت تھوڑے ہیں۔ یثرب و خیبر کے علاقوں کی جانب جو یہودی تھے تمام ہجرت کر کے وہاں سے آئے تھے۔ عرب میں سے ان کی تعداد انگلیوں سے شمار کئے جانے سے زیادہ نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قبل از اسلام اور بعد از اسلام کے اہم واقعات میں کسی عرب قبیلے کے قبیلہ کا نام یہودی مذہب والوں کے ناموں کے درمیان نمایاں نہیں ہے۔ ہاں کعب بن اشرف طائی کا نام زعماء یہود میں پایا جاتا ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس کے قبیلہ طی نے یہودیت اختیار کر لی تھی۔ بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی ماں یہودیہ تھی۔ کعب کے باپ نے بنی نضیر سے اپنی زوجیت میں لے لیا تھا اور وہ تربیت کے نتیجہ میں یہودی ہو گیا تھا۔

دوسرے علاقوں کے عرب میں یہودیت کے انتہائی کمزوری اور عدم اشاعت کی ایک یہ دلیل بھی ہے کہ بنی عرب نے یہودیت کو قبول کیا۔ ان کو یہودی اور یہودی مذہب کے ماننے جیسا کوئی اثر نہیں تھا۔ قبل از اسلام سے پہلے۔ جب یہودیوں نے عرب سے ہجرت کی اور ان کے جھگڑے اور مخاصمت نے زیادہ سخت جنگ کا نقشہ ہو گیا۔ اور بعد اسلام کے جب مسلمان اور یہودیوں کے درمیان خیبر میں شدید جنگ ہوئی۔

---

[1] سیرۃ ابن ہشام کے مطابق عربی قبیلے سے کچھ ایسا بیان کیا جاتا ہے کہ انہوں نے علامات سے یہودی مرکز تھا۔ کی یہودیت کو اختیار کیا تھی۔ اکثر قبیلے اپنے علم کا علماء کے سامنے پیش کیا ہے۔ ان کی ایک روایت ہے کہ عرب کے متعدد لوگوں نے قبول کر لیا تھا جیسا کہ خیبر کا تھا۔ اسلام سے پہلے یہود کا غلبہ تھا۔ ان کا مذہب بت پرستی تھا اور یہ لوگ ان کے پاس آ کر یہودی ہو گئے۔

معلوم ہوتا ہے کہ یمن کے اندر بھی یہودیت کی اشاعت اس امر سے ہے جس نے بت پرست عربوں کے درمیان ان کے دین کی اشاعت کی رغبت کو کمزور کر دیا ہے یا بالکل ختم کر دیا ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ جن مورخین نے جزیرہ عرب کی تاریخ لکھی ہے ان میں کسی نے بھی کسی ایک یہودی مبلغ یا داعی کا ذکر نہیں کیا جو یہودیوں کے کاہنوں اور علماء نے طویل عرصے میں بت پرست عربوں کے درمیان یہودی دین کی نشر و اشاعت کے لیے کی ہو جیسا کہ قبل از اسلام عیسائی علماء کرتے تھے۔ وہ عیسائیت کی تعلیم کی اشاعت کے لیے عرب کے پاس جاتے تھے جیسا کہ نجران کے علاقہ میں ہوا جو اسلام سے قبل جزیرہ عرب میں عیسائیت کا بڑا گڑھ تھا۔

اور دوسروں کے درمیان یہودیت کی اشاعت کے لیے کوئی رغبت نہ دکھانے کی عادت ہمیشہ ہی تمام یہودی پارٹیوں کے لازم حال رہی ہے حتیٰ کہ اس وقت تک بھی یہی کیفیت ہے جسے اچھی طرح مشاہدہ کیا جا سکتا ہے اور یہ بات ہمارے خیال کی مؤید ہے کہ یہودیت کا ان عربوں پر غلبہ نہیں ہوا۔ جن کے علاقوں میں طویل عرصوں تک وہ یہودی بستے رہے تھے۔ اور خصوصاً یثرب، خیبر اور شمال کے علاقوں میں۔

یمن میں یہودیت کے اثرات

اگر کسی عربی قبیلے یا قوم نے یہودیت قبول کر لی ہو جیسا کہ ہم پہلے بتا چکے ہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ یہودیوں کے علماء یہودیت کی اشاعت کے لیے پروپیگنڈہ کے میدان میں بڑی تیز سرگرمیاں دکھاتے تھے۔ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ یمن کے تبع ذو نواس (جس کا نام جو بت پرست تھا نے بغیر کسی غور و فکر کے یہودیت کی اس بات کو قبول کر لیا جو بنی قریظہ کے دو عالموں نے نصیحت کے رنگ میں اس کے سامنے پیش کی تھی کہ وہ مدینہ کو گزند نہ پہنچائے کیونکہ وہ اسلام کے نبی کا ہیڈ کوارٹر ہوگا۔ ان دنوں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کا انتظار کیا جاتا تھا۔ اس نے ان دونوں کی باتوں کو اچھا سمجھا اور یہودیت قبول کر لی پھر وہ خود ان کا داعی بن گیا اور اس نے یمن کی طرف جا کر حمیر والوں کو یہودیت کی طرف دعوت دی اور انہوں نے اسے قبول کر لیا[1]

---

[1] سیرۃ ابن ہشام جلد اول ص ۲۷

پھر مورخین نے اس واقعہ کا سبب لکھا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں عالم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے صحیح دین پر قائم تھے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ انہوں نے دوسرے یہودیوں کی طرح اس امر کو مخفی نہیں رکھا کہ ایک عربی نبی مکہ میں ظاہر ہوگا اور مدینہ کی طرف ہجرت کرے گا۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے تبع کو آگاہ کیا کہ اگر اس نے مدینہ کو تباہ و برباد کیا تو اسے اللہ تعالیٰ سزا دے گا۔ لیکن یمن میں یہودیت کی اشاعت کا واقعہ ایک انفرادی واقعہ ہے جس کی یہودیت کی اشاعت کی تاریخ میں کوئی مثال نہیں پائی جاتی اور اس کی ایک دلیل یہ ہے جیسا کہ ابن اسحٰق بیان کرتا ہے کہ جب یہ دونوں عالم تبع کے ساتھ یمن گئے اور انہوں نے وہاں بت پرستوں کو دیکھا اور انہیں دین توحید کی طرف دعوت دی تو اللہ تعالیٰ نے خوارق کے ذریعہ ان کی تائید کی اور انہوں نے بت پرستی چھوڑ دی اور یہ ایک طویل داستان ہے۔[1]

جزیرہ کے یہودی دوسرے یہودیوں کی نظر میں

اور دوسرے یہودی جزیرہ کے یہودیوں کو ناراضی کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ بلکہ وہ انہیں ایک منحرف اور گمراہ جماعت خیال کرتے تھے۔ تاریخ العرب قبل الاسلام جلد ۶ ص [illegible] پر ولفنسن کی کتاب تاریخ الیہود فی بلاد العرب ص ۲ کے حوالے سے منقول ہے کہ:

> جزیرۂ عرب کے یہودی، دوسرے یہودیوں سے الگ تھلگ تھے۔ اور دوسرے یہودی انہیں حقیقت میں اپنا بھائی نہیں سمجھتے تھے۔ بلکہ وہ انہیں یہودی ہی نہیں سمجھتے تھے، کیونکہ انہوں نے موسیٰ کی تورات کی محافظت نہیں کی، اور مذہبی امور کے احکام کی اطاعت کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جزیرہ عرب کے یہودیوں کے متعلق کوئی واقعہ عبرانی مورخین کے واقعات میں بیان نہیں ہوا۔[2]

---

[1] سیرۃ ابن ہشام جلد ا ص ۲۳

عرب اور یہودی ثقافت

تاریخ نے مطلقاً اس بات کا ذکر نہیں کیا کہ جزیرہ عرب کے جن علاقوں پر یہودیوں کا تسلط تھا ان میں عرب یہودی ثقافت سے کچھ بھی متاثر ہوئے ہوں۔ حالانکہ انہیں صدیوں تک یثرب، خیبر اور شمال کے علاقوں میں پورا استقرار حاصل رہا ہے۔ بلکہ خود یہودیوں میں اس کے برعکس ہوا ہے۔ اور یہ یہودی عربی ثقافت سے متاثر ہوئے اور انہوں نے زمانہ گزرنے کے ساتھ ساتھ اپنے ان بہت سے امتیازی خصائص کو ترک کر دیا ہے، جن میں وہ ممتاز تھے۔ اور وہ ہر زمانے اور ہر مقام پر ان کی شدید محافظت کرتے رہتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ عرب ثقافت کو بھول گئے۔ عرب ثقافت نے انہیں جذب کر کے رکھ دیا۔ خصوصیت سے شعر و ادب کے میدانوں میں اس حد تک وہ بطون عرب کی جگہ قرار پاگئے تاآنکہ یہودی اپنی عبرانی اسرائیلی طبیعت کی حفاظت نہیں کر سکے۔ چنانچہ جب تک وہ جزیرہ عرب میں رہے اپنی طبیعت بدل بیٹھے۔

جزیرہ عرب کے یہودی قبائل و بطون نیز افراد کے نام (خصوصاً یثرب، خیبر اور شمال میں) محض عربی ہیں اور جزیرہ عرب میں ایک بھی یہودی قبیلہ ایسا نہیں ہے جس کا عبرانی نام رکھا گیا ہو سوائے ایک نام کے اور وہ نام زاعوراء ہے جو غیر عربی ہے۔ جیسا کہ یثرب کے یہودی قبائل کے ناموں میں پیچھے بیان ہو چکا ہے۔

ہمارے قول کی صحت پر دلالت کرنے کے لیے یہ نام ہی کافی ہیں بلکہ نوبت یہاں تک جا پہنچی کہ یہودی علماء اور لیڈروں کے نام بھی بجائے عبرانی ہونے کے عربی رکھے۔ ان تمام علماء اور لیڈروں کے نام خالص عربی طبیعت کے حامل ہیں جیسے کعب بن اسد، حیی بن اخطب، کنانہ بن ربیع، سلام بن مشکم، سلام بن ابی الحقیق، ابو عامر الراہب، عبداللہ بن صوریا، کعب بن یہوذا، حارث بن عوف، زبیر بن باطا۔

یہ سب یہودی اسرائیلی الاصل تھے، کسی ایک مورخ نے بھی بیان نہیں کیا کہ یہ عرب تھے اور انہوں نے یہودیت اختیار کر لی تھی۔ اگر ایسا ہوتا تو مورخین ان کی وضاحت کرتے جیسا کہ انہوں نے کعب بن اشرف کے عرب ہونے کی تصریح کی ہے کہ وہ عرب کے طی قبیلے

تعلق رکھتا تھا۔

تحقیق سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اسرائیلی یہودی عربی ثقافت سے متاثر ہوئے ہیں اور یہ ثقافت تمام میدانوں میں یہودی ثقافت پر غالب آگئی ہے۔ حتیٰ کہ زبان پر بھی غالب آگئی جس کے ذریعے تم آپس میں گفتگو کرتے ہیں تمام عربوں کے ساتھ تھی۔ اور عبرانی زبان، شادی زبان بن گئی ہے کیونکہ وہ ایک تنگ حلقے میں محصور ہو گئی ہے جو صرف ان کے دین کا حلقہ ہے۔ ان کے گھروں اور بازاروں سے یہ بالکل دور ہو گئی۔ اچھی طرح جانتے ہیں کہ اسرائیل کے یہود صرف عربی بولتے ہیں۔ تاریخ کی کتابوں میں یہ ذکر نہیں پایا جاتا کہ وہ آپس میں عبرانی زبان میں بات کرتے تھے۔ اگر وہ ایسا کرتے تو مؤرخین اس کا ضرور ذکر کرتے۔

یہودیوں کے شعراء

جب عربی ثقافت نے طویل صدیوں میں ان یہودیوں کی ثقافت کو نگل لیا اور اس پر غالب آگئی۔ تو وہ اپنی ثقافتی ہستی کو بھول گئے اور دین کی زبان کے سوا اور مذہب الٰہی کے عقائد سے غائب ہے۔ وہ یہودی ثقافت کو اچھی طرح قائم نہیں رکھ سکے۔ یہی فکر و شعر میں بھی ان کی طبیعت عربی طبیعت سے مختلف نہیں ہوئی۔ عربی وطن کی ثقافت کے عظیم سمندر نے ان کو نگل لیا ہے۔ ان یہودیوں میں اچھے اچھے شعراء ہوئے ہیں جن کی طبیعت اور فصاحت شعری میں عرب کے اصلی اور عظیم شعراء سے مختلف نہیں ہے۔

السموأل بن عادیا

یہود کے شعراء میں سے سب سے ممتاز السموأل بن عادیا ہے۔ جس کے اشعار مشہور و معروف ہیں اور وہ تیماء کے یہودیوں میں سے تھا جو شمالی علاقے میں واقع ہے اور وہ ابلق قلعے کا مالک تھا اور وفاداری کی شہرت رکھتا ہے اور اس کے اشعار میں سے قصیدہ لامیہ بہت مشہور ہے جس کے بہت سے اشعار ضرب المثل کے طور پر بیان ہوتے ہیں۔

" جب انسان بخل سے اپنی عزت کو داغدار نہ کرے تو وہ جو چادر بھی اوڑھے اسے خوبصورت لگتی ہے۔ اگر وہ جان پر ظلم برداشت نہ کرے تو حسن ثنا تک جانے کا کوئی سبیل نہیں ہے۔ وہ ہمیں طعنہ دیتی ہے کہ ہم تعداد میں کم ہیں۔ میں نے اسے کہا کریم لوگ تھوڑے ہی ہوتے ہیں

اور کبھی ہماری قلت نے نقصان نہیں دیا۔ اور ہمارے پڑوسی غالب ہیں۔ اور اکثر لوگوں کے پڑوسی ذلیل ہوتے ہیں۔

السموأل کے فصیح اشعار میں سے یہ بھی ہیں۔

اے مجھے ملامت کرنے والی! مجھے ملامت نہ کر، میں نے ملامت کو عورت کے لئے ہی احکام کو نہیں مانا لیکن مجھے چھوڑ دے۔ اگر میں گمراہ ہو گیا ہوں تو راہ راست اختیار کر اور اپنے خیال میں میری طرح گمراہ نہ ہو۔ اے ملامت گر تو نے بہت ملامت کر لی ہے۔ اور اگر میں اس کا جواب دیتا تو آخر تک پہنچ جاتا۔ اور اگر کوئی چیز ملامت گر کی ملامت سے روکتی ہے تو شش و پنج پڑتا۔ اور سرنگوں بالوں والی نے مجھے دعوت وصل دی تو میں نے انکار کر دیا۱؎

السموأل کے اور بھی قصیدے اشعار موجود ہیں۔ مگر ان کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔

السموأل کا بھائی سعید

السموأل کا بھائی بھی اچھا شاعر تھا جس کا نام سعید بن عریض ہے۔ علامہ سیوطی کہتا ہے کہ اس کے بہترین اشعار میں سے چند اشعار یہ ہیں۔

اے سعدی کے گھر جو شملیل کی وادی میں ہے۔ تجھے بوسیدگی اور قدم مجھ پر گراں ہے۔ ہم نے آزادی کو گھر سے نکالا ہے سو تو بات تنگ ہو گئی۔ اور جب اس سے سوال کیا گیا تو اس کا بھی کوئی جواب نہ تھا۔ میں نے خیال کیا کہ بیمار ہونے کی وجہ سے ایسا ہوا ہے۔ تیری گھبراہٹ سے کیا ہوتا ہے۔ ایک دن کا سوال ٹھہری ہوئی ہے اور تیری کی راکھ اور لوگوں کی وجہ سے خاموش ہے۔

السعید بن عریض یہودی کے شاندار اشعار میں سے یہ بھی ہیں۔

جب حق کے اسباب اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ اور سننے والا بہرے کے لئے گو خاموش کر دیتا ہے اور لوگوں کی عقلیں عاجز ہو جاتی ہیں تو ہم عادلانہ فیصلہ کرتے ہیں۔ ہم حق کو باطل بنا کر اور حق کو چھوڑ کر باطل پر اصرار نہیں کرتے۔ ہم اس بات سے خوفزدہ ہیں کہ ہماری

۱؎ الاغانی جلد [illegible] صفحہ [illegible]

مقتولوں کو ایک قرار دیا جائے۔ مدینہ کی ان شخصیتوں سے ملاقات نے کوئی شرم آتی ہیں۔

پھر کہتا ہے:

وہ جب میرا مال ختم ہو گیا۔ دوست احباب نے مجھے بیکار کر دیا اور پڑوسی نے دیکھنا گوارا نہ کیا مجھے بھول گئے۔ اور جب میں مالدار ہو گیا اور میرا حال اچھا ہو گیا تو پھر اپنے قریب سے وہ مجھ سے بات چیت کرنے لگے:

اوس بن دنی القریظی یثرب کے جن مشہور یہودی شاعروں میں سے اوس بن دنی تھا جو بنی قریظہ سے تعلق رکھتا تھا۔ اس کے اشعار میں سے یہ اشعار بھی ہیں۔

میری بیوی نے کہا جب کہ اس نے دیکھا کہ میں جا رہا ہوں کہ اس یہودی کا وصل بہت مشکل ہے وہ مشتاق یا مخلص ہو کر جہاد کا بار اپنے سر پر لیے کرے۔ اور اس کے ارد گرد تشنہ مزاج ہوں۔ اس سے یہ بات زیادہ لذت والی ہے کہ وہ بیچ کے گھوڑا جلوہ قلعے والا ہے۔

مندرجہ ذیل اشعار اس نے اس وقت کہے جب اس کی بیوی نے اسلام لانے کے بعد اسے دعوت اسلام دی تو اس نے کہا۔

میری بیوی جب سے ملی تو اس نے مجھے محمد اسلام کی دعوت دی ہے کہ جا بلکہ تو یہودی ہو جا۔ دلی کی تورات اور اس کے دین پر قائم ہیں۔ اور میری زندگی کی قسم کہ میں نے آج عیسیٰ کا دین بھی کیسا ہی اچھا ہے۔ ہم دونوں کو معلوم ہے کہ رسالت اس کا دین ہے۔ اور جو ہدایت کے دروازوں تک چلا جائے وہ ہدایت پا جاتا ہے۔

ابو الزناد یہودی یہ بنا یہودی شعراء میں سے ایک ابو الزناد ہے۔ وہ کہتا ہے: دیکھا تو اس گھر کو جو تنہا ہے جس کے رہنے والے مسلموں کی طرف چلے گئے ہیں۔ وہ گھر ایک خوش صحبت اور خوبصورت عورت کا ہے۔ اس کے دانت ایسے ہیں کہ جب وہ ہنستی ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لمبے ہوئے اولے ہیں۔ اس نے کئی مہربانی اور نیکی کا حال ہے اس کے گھر سے تباہ ہو گئی ہیں

سیرۃ ابن ہشام جلد ۱ صفحہ ۲

وحشت کا دن بجوں۔ اگرچہ وہ وہاں سے جانے والی نہیں ہے حالانکہ میری آنکھ بے خواب ہے۔ وہ آہستگی سے یوں چلتی ہے جیسے کوئی مست اور حیرت زدہ آدمی بلندی پر چلتا ہے۔

سارہ قرظیہ بنو قریظہ یہودی شاعرات میں سے سارہ قرظیہ بھی ہے۔ اس کے بہت سے قصیدے اشعار ہیں جب ابو جبیلہ غسانی بادشاہ نے ان پر حملہ کیا جس کا ذکر پہلے بیان ہو چکا ہے قرظیہ نے اپنی قوم بنو قریظہ کا مرثیہ کہا۔

میری جان ان لوگوں پر فدا جنہیں ذی حرض میں کسی چیز نے کام نہ دیا جن پر ہوائیں مٹی ڈالتی ہیں۔ خزرجیوں کی تلواروں اور نیزوں نے بنو قریظہ کے جوانوں کو فنا کر دیا۔ ہم مصیبت میں پڑ گئے اور وہ مصیبت بہت بڑی تھی۔ وہاں کے تشنہ لبوں کو خالص پانی بکثرت ملتا تھا۔ اور اگر وہ باہم ملے ہو جاتے تو ان کی حفاظت میں جرار لشکر کھڑا کر دیتے۔

یہود میں اور بھی اچھے شاعر ہوئے ہیں جن کا تذکرہ الجمحی نے طبقات الشعراء میں کیا ہے۔ ابو حیان، احیحہ اور دوسرے کے متعلق ہم بحث کر چکے ہیں ان میں سے چار کے متعلق اشعار کہتا ہے۔ ربیع بن ابی الحقیق۔ کعب بن الاشرف۔ شریح بن عمران۔ ابو قیس بن رفاعہ۔ ابو الذیال اور درہم بن زید ان شعراء کے اشعار کے نمونے ہم نے عدم گنجائش کی وجہ سے بیان نہیں کیے۔ کیونکہ ہمارا مقصد صرف یہ بتانا ہے کہ یہودی عربی ثقافت سے اس حد تک متاثر ہو گئے تھے کہ وہ اپنی ثقافت کو بھول گئے ہیں۔

* * *

[illegible]

فصل دوم

- —— جزیرۂ عرب میں اسلام سے پہلے یہودیوں کی مختصر تاریخ ۔
- —— اسلام کے ظہور کے وقت ان کا موقف ۔
- جب مدینہ میں یہودیوں اور مسلمانوں کے درمیان جنگ کی دعوتی شکل کے عوامل

ظہور اسلام کے بعد یہود کی حالت

جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ آئے تو یہودی اپنے باہمی اثر و نفوذ اقتصادی قوت کا بڑا حصہ دوبارہ حاصل کر چکے تھے، کیونکہ اوس اور خزرج کے قبائل متفرق ہو چکے تھے اور ان دونوں کے درمیان طویل صدیوں تک دو سے عربوں کو الجھا کر کثرت سے تباہ کن جنگیں ہو چکی تھیں۔

جب سے جنگ بعاث ختم ہوئی تب سے ان قبائل کے سامنے یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ یہودیوں کی بے بسی اور عسکری قوت اوس اور خزرج کے ہاتھوں پاش پاش ہو گئی۔ اس وقت سے یہ یثرب سے نکلنے کی تیاریوں میں تھے نفوذ کو بحال کرنے کے لیے کوشاں رہے۔ تو ان کے دماغ سے کام لے رہے تھے اور وہ یثرب کے قرآن اس حال میں رہے کہ وہ اوس اور خزرج کو ایک دوسرے سے بر سر پیکار رکھنا چاہتے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے یثرب کو اس تسلط سے بچا لیا۔ اور وہ اس طرح کہ ان یہودیوں کی خود ہی پھوٹ پڑ گئی۔ اور وہ نبی سے جنگ کرنے لگے

اور جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا۔ اور آپ نے دعوت اسلام دی تو

اس دین سے یہودیوں کا قلق گھٹ گیا اور آخر سب نے اس کی عداوت کی ٹھان لی۔ کیونکہ وہ اس کی اشاعت میں اپنی قومی عزت اور اپنی قوم کی موت اور اپنے اس سیاسی و مالی تسلط کے خاتمے کو سامنے کھڑا ہوا دیکھتے تھے جو یثرب کے علاقے کو نئے سرے سے اپنے پیروں تلے سمیٹ رہا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اول ساعت سے ہی اس دین کا مقابلہ کرنے لگے اور اس کے حامل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی صداقت کے بارے میں شکوک پھیلانے لگے۔ حالانکہ ان یہودیوں کے پیشوا اور خصوصاً ان کے علماء اور عظیم دانشوروں کے سبب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور اچانک نہیں تھا۔ یہ یہودی اپنی تورات کی رو سے جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ عنقریب عرب علاقوں سے مکہ کی جانب ایک نبی کو مبعوث کرے گا۔ اور ظہور اسلام سے قبل مدارس و مساجد میں اپنے بچوں کو اس نبی منتظر کی آمد کی بشارتوں کی تلقین کیا کرتے تھے جو ان کے ہاں تورات میں لکھی ہوئی تھی۔ بلکہ یہ یہودی حضرت نبی علیہ السلام کے ظہور سے قبل مدینہ کے باشندوں کو اطلاع دیتے بلکہ انہیں ڈراتے خصوصاً جب وہ انہیں اذیت دیتے۔ کہ عنقریب ایک نبی مبعوث ہوگا۔ اور وہ اس کے ساتھ مل کر ان سے انتقام لیں گے اور وہ پہلے ہوں گے جو اس پر ایمان لائیں گے اور اس کی اتباع کریں گے لیکن جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا۔ یہ یہودی آپ پر ایمان لانے کی بجائے۔ حالانکہ انہیں معلوم ہوا تھا کہ یہ وہی نبی ہے جس کی وہ بشارت دیا کرتے تھے۔ آپ کے دشمن اور سرکش اور حسد سے آپ کی دعوت کے شدید ترین مکذب بن گئے پس یہ مبہوت بن گئے۔ اور دوسرے اہل مدینہ جن کو ان سے یہ بار بار اس نبی کے ظہور کی بشارت سنا کرتے تھے وہ سعادت مند بن گئے۔

ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ عاصم بن عمر بن قتادہ نے اپنی قوم کے آدمیوں کے حوالہ سے بتایا وہ کہتے تھے کہ ہم یہودیوں کے آدمیوں سے جو باتیں سنا کرتے تھے ان کی وجہ سے ہم اللہ کی رحمت سے ایمان لائے اور اس نے ہمیں ہدایت دی۔ حالانکہ ہم مشرک اور بت پرست تھے اور اہل کتاب کے پاس ایسا علم تھا جو ہمارے پاس نہ تھا اور ہمیشہ ہمارے اور ان کے درمیان جنگیں ہوتی رہتی تھیں جب ہم ان کو تکلیف دیتے تو وہ ہمیں کہتے اب نبی کے مبعوث ہونے کا زمانہ قریب آگیا ہے ہم اس کے ساتھ مل کر تمہیں عاد و ارم کی طرح قتل کریں گے۔ اور یہ بات ہم ان سے سنا کرتے تھے۔ پس جب اللہ تعالیٰ

نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ اور آپ نے انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی تو ہم سے منہ پھیر لیا۔ ہمیں معلوم ہو گیا کہ وہ آپ ہی سے ہمیں ڈرایا کرتے تھے لیکن ہم آپ پر جلد ایمان لائے اور انہوں نے آپ کا انکار کر دیا ان ہی کے بارے میں اور ہمارے بارے میں سورہ بقرہ کی یہ آیات نازل ہوئی ہیں۔

ولما جاءهم كتاب من عند الله مصدق لما معهم وكانوا من قبل يستفتحون على الذين كفروا فلما جاءهم ما عرفوا كفروا به فلعنة الله على الكافرين۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے متعلق یہودیوں کی باتیں

ابن اسحاق نے کہا

سلمہ بن سلامہ بن وقش (یہ اصحاب بدر میں سے تھے) سے بیان کیا ہے کہ بنی عبدالاشہل میں ایک یہودی ہمارا پڑوسی تھا۔ ایک دن وہ اپنے گھر سے ہمارے پاس آیا۔ بنی عبدالاشہل کو بیٹھے تھے۔ سلمہ بیان کرتے ہیں کہ ان دنوں ان سب سے کم عمر تھا۔ مجھ پر ایک چادر تھی۔ اور میں اپنے گھر کے صحن میں اسے لے کر لیٹا ہوا تھا۔ الغرض اس نے قیامت، بعث، حساب، میزان اور جنت و دوزخ کا ذکر کیا۔ راوی کہتا ہے کہ اس نے یہ سب اہل شرک اور بت پرستوں سے کہہ رہا تھا، جو سمجھتے تھے کہ موت کے بعد کوئی بعث ہونے والا نہیں۔ انہوں نے اسے کہا تیرا برا ہو کیا تیرے خیال میں یہ سب کچھ ہونے والا ہے اور لوگ موت کے بعد اپنے گھروں سے اٹھائے جائیں گے۔ جس میں جنت اور دوزخ ہوگا۔ اور انہیں وہاں ان کے اعمال کی جزا دی جائے گی۔ اس نے کہا۔ ہاں! اور اس کی قسم کھائی جا سکتی ہے۔ اور وہ چاہتا ہے کہ اس کے گھر میں ان کے حصے میں آگ کا سب سے بڑا تنور گرم کر لیا جائے۔ پھر اس میں داخل ہو جائے۔ اور اس پر مٹی سے لپائی کر دی جائے لیکن وہ اس آگ سے نجات پا جائیں گے۔ انہوں نے اسے کہا تیرا برا ہو اس کی علامت کیا ہے۔ اس نے جواب دیا ان علاقوں میں ایک نبی مبعوث ہوگا اور اس نے اپنے ہاتھ سے مکہ اور یمن کی طرف اشارہ کیا۔ انہوں نے کہا کہ ہم اسے کب دیکھیں گا۔ راوی بیان کرتا ہے کہ اس نے میری طرف دیکھا۔ میں سب سے کم عمر تھا۔ اور کہنے لگا۔ اگر اس لڑکے کی عمر نے وفا کی تو یہ اسے پا لے گا۔

[illegible] حق تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو معجزہ [illegible] فرمایا۔ [illegible] عالم [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] ہے۔

[illegible] یہودیوں کی اکثریت [illegible] [illegible] تھے۔ [illegible] [illegible] اللہ تعالیٰ [illegible] حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] تھے۔ اور [illegible] [illegible] تھے۔ [illegible] [illegible]۔

اب ہم ان یہودیوں سے [illegible] اللہ تعالیٰ نے [illegible] اسلام لائے۔ ایسے ہدایت بخشی ہے [illegible] ابن اسحاق کی روایت کے مطابق [illegible] عاصم بن عمر بن قتادہ سے [illegible] ثعلبہ بن سعیہ اسید بن سعیہ [illegible] سے متعلق [illegible] ہے۔ یہ بنی ہدل کی ایک شاخ تھی جو بنو قریظہ کے بھائی تھے۔ جاہلیت میں ان کے ساتھ تھے پھر اسلام میں ان کے سردار بنے۔ وہ کہتا ہے میں نے کہا۔ خدا کی قسم نہیں جانتا۔ اس نے کہا شام کے یہودیوں میں سے ایک آدمی ابن الہیبان نامی تھا وہ اسلام سے چند سال قبل ہمارے پاس آیا اور ہمارے ہاں ٹھہر گیا۔ خدا کی قسم ہم نے کبھی کسی آدمی کو جو پانچ نمازیں نہ پڑھتا ہو اس سے بہتر نہیں دیکھا۔ وہ ہمارے پاس ٹھہرا۔ جب بارش نہ ہوتی ہم اس سے کہتے اے ابن الہیبان باہر نکل کر ہمارے لیے بارش طلب کرو وہ کہتا خدا کی قسم اس وقت تک بارش کی دعا نہیں مانگوں گا جب تک تم میرے سامنے صدقہ نہ دو۔ ہم کہتے کتنا صدقہ؟ وہ کہتا کھجور کا ایک صاع یا جو کے دو مد۔ ہم صدقہ نکالتے پھر وہ

ہمارے ساتھ میدان میں پتھروں والی زمین پر جا کر ہمارے لیے خدا سے بارش کی دعا مانگتا۔ خدا کی قسم ابھی وہ اپنی جگہ پر ہی ہوتا کہ بادل گزرنے لگتے۔ اور ہم سیراب ہو جاتے۔ اور یہ واقعہ ایک دفعہ یا دو بار نہیں کئی بار ہوا۔ راوی بیان کرتا ہے کہ پھر جب ہمارے ہاں ہی اس کی موت کا وقت قریب آگیا۔ اور جب اسے معلوم ہو گیا کہ وہ مرنے والا ہے تو اس نے کہا اے گروہ یہود تمہارے خیال میں مجھے شراب اور خمیر کی سرزمین سے تنگی اور بھوک کی زمین کی طرف کس چیز نے نکالا ہے۔ ہم نے کہا کہ آپ ہی بہتر جانتے ہیں۔ اس نے کہا کہ میں اس شہر میں صرف اس لیے آیا تھا کہ میں ایک نبی کے ظہور کا منتظر ہوں جس کی آمد کا زمانہ قریب آگیا ہے۔ اور یہ شہر مدینہ ہی اس کی ہجرت گاہ ہے۔ میں امید کرتا تھا کہ وہ مبعوث ہوگا اور میں اس کی اتباع کروں گا۔ اے گروہ یہود اس کا زمانہ تمہارے پاس آیا ہی چاہتا ہے۔ تم اس سے پیچھے نہ رہنا کیونکہ وہ مخالفین کی خونریزی کرنے اور ان کے بیوی بچوں کو قید کرنے کے لیے مبعوث ہوگا۔ تم یہ بات تمہیں اس سے مانع نہ ہو۔

جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہو گئے اور آپ نے بنو قریظہ کا محاصرہ کیا تو ان نوجوانوں نے جو نوعمر لڑکے تھے بنو قریظہ سے کہا۔ خدا کی قسم یہ وہی نبی ہے جن کے متعلق ابن الہیبان نے تمہیں وصیت کی تھی۔ تو انہوں نے جواب دیا یہ وہ نہیں ہے ان نوجوانوں نے کہا خدا کی قسم اس کی وہی صفات ہیں۔ پس انہوں نے اسلام قبول کر کے اپنے اموال و جان اور عورتوں کو محفوظ کر لیا۔

یہود ایسا ہی جانتے تھے بلکہ یقین سے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی اور مرسل ہیں۔ اسلام سے منحرف ہو گئے۔ اور انہوں نے قبول اطاعت سے محض حسد اور سرکشی سے آپ کے مقابلہ اور آپ کی تکذیب کرنا اور جھٹلانے کے لیے مخصوص کر لیا۔ ہم نے پہلے ان مؤلفین کا حالات بیان کیا جن کی بعض کتابیات میں پہلے یہ ہے کہ یہودیوں نے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش آمدید کہا اور ابتداءً اچھی طرح آپ کا استقبال کیا۔ اور آپ کی بعثت کا پیغام [illegible] آپ کے قریب ہو گئے کہ آپ بہت جلد ان کے دین میں [illegible] اپنے دین کے اصل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دین کا سرچشمہ ایک ہی ہے۔ [illegible] ایک ہی بات پائی جاتی۔ اور

ملتی ہے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ پہنچنے پر یہودی آپ کے پاس آتے رہے کسی نہ کسی بہانے سے [illegible] اور تحریر کا نام دیا جا سکتا ہے مگر تاریخی کتب سے منکشف ہوتا ہے کہ بات یہ تھی کہ ان یہودیوں کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ پہنچنے کا اس قدر فکر ہوا کہ یہ سمجھ کر ان کی جانیں نکل جائیں۔ شروع شروع میں مدینہ میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کا بڑے جذبۂ عقیدت سے استقبال کیا گیا اور یہودیوں نے آپ سے ناپسندیدگی کا اظہار کیا اور آپ سے بغض رکھنے لگے اور جس وقت سے آپ انصار مدینہ کے ہاں فروکش ہوئے ان کی تو اس وقت سے یہ حالت ہوئی کہ آپ کے اور آپ کے دین کے خلاف کمربستہ ہیں۔

یہود نے حق کی معرفت کے بعد اس کا انکار کیا

جس کی وجہ دونوں کا [illegible]
اہل یہود کے سب

سے بڑے فاضل انسان تھے۔ یہ دراصل ان پر فرض تھا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے خوش ہوتے اور آپ کو خوش آمدید کہتے اور آپ کی دعوت پر ایمان کا اعلان کرتے۔ کیونکہ نبی منتظر [illegible] ہے آپ کے متعلق ان کے ہاں تورات میں لکھا ہوا موجود ہے۔

یہ دونوں حیی بن اخطب اور ان کا بھائی ابو یاسر تھے۔ جنہوں نے بعد میں اعتراف کر لیا اور مدینہ میں علماء ان کو ثابت کرنے کے لیے مختلف طریقے اپنانے لگے۔ [illegible] اعلانیہ کی۔ ان دونوں کے دلوں کو حسد نے تباہ کر دیا۔ مگر انہوں نے آنحضور علیہ السلام کے مدینہ پہنچنے کی [illegible] کے خلاف۔ ان میں وہ اخلاق رذیلہ تھے جن کے پیچھے [illegible] کا مکر ہے۔ [illegible] شریعت [illegible] آپ پر طرح طرح سے طعن کرتے ہیں۔

ابن اسحاق بیان کرتا ہے کہ مجھے عبداللہ بن ابی بکر نے محمد بن عمرو بن حزم سے بتایا کہ مجھے حضرت صفیہ بنت حیی نے بتایا کہ میں اپنے باپ اور چچا کو اپنی اولاد میں سب سے زیادہ عزیز تھی میں جب کبھی ان دونوں کے پاس ان کے بچوں کے ساتھ جاتی تو انہوں نے مجھے ہی اٹھا لیا۔ [illegible] پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبا تشریف لائے اور قبا میں بنی عمرو بن عوف کے ہاں

تھے تو میرا باپ اور میرا چچا یاسر منہ اندھیرے آپؐ کے پاس گئے۔ اور غروب آفتاب کے وقت واپس آئے۔ وہ بیان کرتی ہیں کہ دونوں بڑے تھکے ماندے سست اور گرتے پڑتے آہستگی سے چل رہے تھے۔ میں حسب عادت ان دونوں کی طرف مسکراتی ہوئی گئی۔ مگر خدا کی قسم ان دونوں میں سے غم کے باعث کوئی بھی میری طرف متوجہ نہ ہوا۔ وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے اپنے چچا ابو یاسر کو سنا وہ میرے باپ حیی بن اخطب سے کہہ رہا تھا

کیا یہ وہی نبی ہے؟ اس نے جواب دیا خدا کی قسم وہی ہے۔

اس نے کہا کیا تم نے اسے پہچان لیا ہے؟ اس نے جواب دیا ہاں!

اس نے کہا اس کے بارے میں تیرے دل میں کیا ہے۔ اس نے جواب دیا جب تک زندہ ہوں اس سے عداوت کروں گا۔ اور عملاً بھی یہ خبیث یہودی (جو اپنے زمانے میں بنی نضیر کا سردار تھا) حضور علیہ السلام اور آپ کے دین کا ایک بدترین دشمن رہا۔ اور ہمیشہ حضور علیہ السلام کے خلاف دسیسہ کاری اور ریشہ دوانیاں کرتا رہا۔ اور آپ کے قتل کے لیے سرگرم عمل رہا۔

اس نے مدینہ میں اقامت کے دوران اپنی قوم کے اتفاق سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کے لیے ایک سازش تیار کی اور قبل از وقت اس سازش کا انکشاف ہو گیا جو بنی نضیر کے یہودیوں کی جلاوطنی کا سب سے بڑا سبب بن گیا۔

اور غزوہ احزاب جس سے اسلام کی ہستی ہی نیست و نابود ہو چلی تھی۔ یہ بھی اسی شریر یہودی اور اس کے چند دوسرے یہودیوں کی کوششوں کا نتیجہ تھا جو وفود کی شکل میں مختلف قبائل کے بدوؤں کے خیموں میں فوجوں کو اکٹھا کرنے کے لیے گھومتے پھرتے تھے تاکہ مسلمانوں کو ان کے دارالسلطنت مدینہ میں تباہ و برباد کر کے رکھ دیں۔ ان مساعی کے نتیجے میں احزاب کا ٹڈی دل مدینہ پر چڑھ آیا جو خدا کے فضل و کرم سے احزاب کی پسپائی پر ختم ہوا۔ اور حیی بن اخطب نے آپ سے غداری کے لیے بڑی بھاری قیمت پیش کی جس کی وجہ سے بنو قریظہ کے غداروں جیسے فرومایہ جانبازوں کے ساتھ مدینہ میں حیی بن اخطب کے بارے میں قتل کا حکم نافذ ہوا جیسا کہ ہم عنقریب اس بات کو مفصل طور پر بیان کریں گے۔

*

اسلام سے یہودیت کا مقابلہ

جب سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینے میں رونق افروز ہوئے تھے اس کی اولین ساعت سے ہی یہودیوں نے اسلام سے مقابلہ شروع کر دیا تھا اور وہ اس کے خلاف جھوٹی افواہیں اڑاتے اور اس کے متعلق شکوک و شبہات کی اشاعت کرتے تاکہ لوگ اسلام سے متنفر ہو جائیں اور پیغمبر اسلام کے قریب نہ آئیں۔ شروع شروع میں یہ مقابلہ ناجائز سوالوں کی شکل میں ہوا جنہیں یہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر کے آپ کو تکلیف دیتے تاکہ اس طرح وہ آپ کی دعوت کی صداقت کے بارے میں شک اور تذبذب پیدا کر دیں۔ اس سے ان کا مقصد لوگوں میں تشکیک پیدا کرنا تھا تاکہ وہ آپ کو قبول نہ کریں بلکہ آپ کی بات ہی نہ سنیں۔

ان یہودیوں کو اسلام کے خلاف سازشوں اور اس کی دعوت کے دھانے کو زد کرنے کی حرص نے یہاں تک پہنچا دیا کہ انہوں نے آپ سے مقابلے کے لیے اور آپ کے پاس رہنے والوں کو پراگندہ کرنے کے لیے ایک مضبوط منصوبہ بندی کی۔ اس یہودی منصوبہ کے مطابق ان میں سے بعض لوگ بظاہر اسلام میں داخل ہو گئے حالانکہ باطن میں وہ کفر پر تھے۔ تاکہ وہ آزادی کے ساتھ تخریبی سرگرمی سے ان لوگوں کو اسلام سے باہر نکال سکتے تھے انہیں باہر نکالنے کا کام کریں۔ پھر یہ مقابلہ بڑھتے بڑھتے دعوت اسلامی کے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل تک پہنچا اور دعوت اسلامی کی مقاومت جنگ تک پہنچ گئی۔ جیسا کہ بدر کے بعد بنو قینقاع نے اور جنگ احد کے بعد بنو قریظہ نے کیا۔

یہود کی تشکیک و تلبیس کے نمونے

شروع شروع میں یہودی تخمین و ظنونات سے لوگوں کے دلوں میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے بارے میں شک پیدا کرنے کے لیے فائدہ حاصل کرتے۔

ایک مرتبہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی گم ہو گئی اور بعض صحابہ اس کی تلاش میں نکلے تو زید بن اللصیت نے جو یہودی تھا اور بظاہر اسلام قبول کر چکا تھا، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی نبوت سے تمسخر کرتے ہوئے کہنے لگا۔۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال ہے کہ ان کے

چونکہ آسمان سے خبریں آتی ہیں۔ حالانکہ انہیں اتنا بھی پتہ نہیں کہ اس کی اونٹنی کہاں ہے۔ اس سے اس کا مقصد صرف اس کے رسول پر ایمان لانے والے لوگوں کے دلوں سے یقین ختم کرنا تھا۔

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس یہودی کی بات کا علم ہوا تو آپ نے فرمایا ایک کہنے والے نے کہا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال ہے کہ اس کے پاس آسمان سے خبریں آتی ہیں حالانکہ انہیں یہ بھی پتہ نہیں کہ اس کی اونٹنی کہاں ہے۔ بخدا میں تو صرف وہی بات جانتا ہوں جو میرا خدا مجھے بتاتا ہے۔ اب رب اللہ نے مجھے بتا دیا ہے اور وہ اس گھاٹی میں ہے اور اس کی لگام ایک درخت میں اٹک گئی ہے۔ چنانچہ کچھ مسلمان وہاں گئے تو انہوں نے اسے دیکھا اور اسی حالت میں پایا جس طرح کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا تھا۔ اور اسلام کا لبادہ اوڑھ رکھنے والے اس یہودی کے تمسخر کا نتیجہ اس کی خواہش کے برعکس نکلا۔ اور لوگوں کا اپنے نبی کی صداقت پر ایمان پختہ ہو گیا۔

یہود اور شام سے قبلہ کا پھرنا

جب قبلہ شام سے مکہ کی طرف پھیر دیا گیا تو یہودیوں نے اس واقعہ سے بھی فائدہ اٹھانا چاہا اور وہ بہتیری تاویلیں دینے لگے۔ جن کا مقصد دین جدید سے لوگوں کے ایمان کو کمزور کرنا تھا۔ بلکہ خود حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فتنہ میں ڈالنا تھا تاکہ آپ اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کر دیں۔

ان کے لیڈروں کی ایک پارٹی آپ کے پاس آئی جس میں رفاعہ بن قیس، قردم بن عمرو،

---

[1] علامہ مقریزی لکھتے ہیں کہ منافق [illegible] حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] کی [illegible] اسلام کا لبادہ اوڑھ رکھنے والے [illegible] کی [illegible] حالانکہ [illegible] کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خیال میں آپ کے پاس آسمان سے خبریں آتی ہیں۔

یہ آپ کی [illegible] ہے [illegible] آپ کے بارے میں فرمایا ہے۔ وانک لعلیٰ خلق عظیم۔ [illegible] ہیں۔ [illegible] زندگی میں [illegible]۔

کعب بن اشرف اور نافع بن ربیع وغیرہ شامل تھے۔ اور کہنے لگے۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ جس قبلہ پر قائم تھے اس سے اب کیوں منہ پھیر لیا ہے۔ حالانکہ آپ اپنے خیال میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت اور دین پر قائم ہیں۔ آپ جس قبلہ پر تھے اسی کی طرف پلٹ آئیے ہم آپ کی اتباع و تصدیق کر لیں گے۔ دراصل ان کا مقصد آپ کو اپنے دین سے ہٹانے میں فتنہ میں ڈالنا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کوئی جواب نہ دیا اور ان کی خبیث دشمنی اور بڑھ گئی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کے بارے میں یہ آیات نازل فرمائیں۔

سیقول السفهاء من الناس ما ولّٰهم عن قبلتهم التی کانوا علیها ...... الحق
من ربک فلا تکونن من الممترین

یہ یہودی سوالات کے ذریعے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دھوکہ دینے کی تدبیر کرتے اور ان سوالوں کی تلاش میں رہتے جن سے انہیں باطل پر مضبوط رہنے کی مدد ملتی۔

ایک دفعہ انہوں نے کوشش کی کہ وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مخالفت کے وقت یہ گواہی حاصل کریں کہ وہ نص قرآنی کی رو سے حق پر ہیں۔ انہوں نے آپ کی خدمت میں یہ سوال پیش کیا۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ اپنے خیال میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت اور دین پر ہیں اور ہمارے پاس جو تورات ہے کیا آپ اس پر بھی ایمان لاتے ہیں اور آپ گواہی دیتے ہیں کہ وہ اللہ کی طرف سے حق ہے آپ نے فرمایا ہاں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس میں جو میثاق تم سے لیا تھا تم نے اس کا انکار کر دیا ہے اور اس میں تم نے تحریف و تبدیلی کر دی ہیں۔ جن باتوں کا لوگوں کے سامنے ظاہر کرنے کا تمہیں حکم دیا گیا تھا۔ تم انہیں چھپاتے ہو۔ پس میں تمہاری نئی باتوں سے بری ہوں۔ وہ (یہود) کہنے لگے جو ہمارے ہاتھ میں ہے ہم اس کے پابند ہیں۔ ہم حق اور ہدایت پر ہیں۔ ہم نہ آپ کی اتباع کرتے ہیں اور نہ آپ پر ایمان لاتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں یہ آیات نازل فرمائیں۔

قل یاهل الکتاب لستم علی شیء حتی تقیموا التوراة والانجیل وما انزل الیکم من ربکم ولیزیدن کثیرا منهم ما انزل الیک من ربک طغیانا وکفرا فلا تاس علی القوم الکافرین [1]

---

[1] سورہ مائدہ ـ ۶۸

اور کبھی کبھی وہ تیزی کی اس حد تک بڑھ جاتے اور بات تک پہنچا دیتے کہ وہ لوگوں کو آپ سے، نیز آپ کے دین سے متنفر کرنے کے لیے آپ کے متعلق وہ بہت جھوٹ بولتے تھے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مجلس منعقد کی جس میں مدینہ کے یہودی علماء اور نجران کے عیسائی حاضر ہوئے۔ جب آپ نے انہیں دعوتِ اسلام دی تو ایک یہودی لیڈر نے اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا آپ ہم سے یہ چاہتے ہیں کہ ہم آپ کی عبادت کریں جیسے عیسائی عیسیٰ بن مریم کی عبادت کرتے ہیں۔ اس موقع پر نجران کے ایک راہب نے تعجب بھری بولی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا۔۔۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا آپ ہم سے یہی چاہتے ہیں۔ اور ہمیں اسی کی دعوت دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: میں اس امر سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں کہ میں غیر اللہ کی عبادت کروں یا غیر اللہ کی عبادت کا حکم دوں۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے اس کام کے لیے مبعوث نہیں کیا اور نہ مجھے یہ حکم دیا ہے۔

اور یہود نے سوالوں کے ذریعے آپ کو زچ کرتے ہوئے ایک دفعہ تو آپ کی دعوت کی صداقت کے متعلق شک میں ڈالنے کے لیے قیامت کے متعلق پوچھا جس کے متعلق اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو کچھ علم نہیں۔ آپ سے جبل بن ابی قشیر اور شمویل بن زید نے سوال کیا۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر آپ اپنے دعوے میں سچے ہیں تو بتلائیے کہ قیامت کب قائم ہوگی۔ اس اہم سوال کا جواب قرآن کریم نے دیا۔

يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسَاهَا قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّي لَا يُجَلِّيهَا لِوَقْتِهَا إِلَّا هُوَ[1]

ان یہودیوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو بحث مباحثے کیے ہیں ان کی بابت ان کا مقصد یہ تھا کہ ہر حال کی صورت میں ہر شک ان کے دل سے پیدا ہو جائے اور حماقت نے انہیں اس حد تک پہنچا دیا کہ انہوں نے آپ سے ایسی چیزوں کا مطالبہ کیا جو آپ کے مقصد سے بھی بعید تھیں تاکہ لوگوں کو اس وجہ سے یہ باور کرا دیں کہ آپ نبی نہیں ہیں۔ ایک دفعہ یہودی علماء کی ایک جماعت آپ سے مناظرہ کے لیے آئی۔ انہوں نے کہا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا آپ سچے

---

[1] سورۃ الاعراف ۱۸۷

کہ آپ جو تعلیم دے کر آئے ہیں یہ وہی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے ہوئے تورات کی طرح مرتب نہیں فرماتے ہیں؟

آپ نے فرمایا کہ خدا کی قسم تمہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے۔ تم اسے اپنے ہاں تورات میں لکھا ہوا پاتے ہو۔ تو انہوں نے بات بدل کر آپ سے پوچھا: کیا آپ کو یہ باتیں کوئی انسان یا جن تو نہیں سکھاتا؟ آپ نے فرمایا کہ خدا کی قسم تم بھی اچھی طرح جانتے ہو کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے۔ اور میں اللہ کا رسول ہوں تم اس کو اپنے ہاں تورات میں لکھا ہوا پاتے ہو۔ تو انہوں نے دوسری بار دھوکہ دینے کے لیے بات بدل کر کہا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ جب کسی رسول کو بھیجتا ہے تو وہ اس کے لیے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ آپ ہم پر آسمان سے کوئی کتاب نازل کروا دیجئے جسے ہم پڑھیں اور جو جانتے ہیں ورنہ ہم آپ جیسا قرآن لے آئیں گے۔ پس اللہ تعالیٰ نے انہی کے بارے میں یہ آیات نازل فرما کر انہیں شرمندہ کر دیا۔

قُلْ لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَىٰ أَنْ يَأْتُوا بِمِثْلِ هَٰذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا[۱]

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ایک علمی دار مدرسہ جسے بیت المدراس کہا جاتا تھا ان کے ساتھ تشریف لے گئے ہوئے تھے اور آپ نے انہیں اللہ کی طرف دعوت دی تو ان کے علماء میں سے دو عالموں نے آپ سے کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کس دین پر ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت اور دین پر ہوں۔ وہ دونوں کہنے لگے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تو یہودی تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا میری طرف تورات لاؤ وہ ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ کرے گی۔ تو ان دونوں نے اس بات سے انکار کر دیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے بارے میں یہ آیات نازل فرمائیں۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِنَ الْكِتَابِ يُدْعَوْنَ إِلَىٰ كِتَابِ اللَّهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ يَتَوَلَّىٰ فَرِيقٌ مِنْهُمْ وَهُمْ مُعْرِضُونَ[۲]

---

[۱] الاسراء ۸۸ [۲] آل عمران ۲۳

یہود کی ایذا رسانی اور آپ کا درگزر کرنا

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جب یہ باقی جنگیں یہود نے آپ کے ساتھ ظلم و زیادتی کرنا ملکی امور میں جہاں سے نفسیاتی طور پر اس حد تک آپ کو دکھ دیا کہ آپ بیزار ہو گئے کہ یہ کس قدر ہٹ دھرم اور بے حیائی کی وجہ سے آپ سے ناجائز سوالات کرتے تھے جن کا مقصد کچھ نہیں تھا سوائے لوگوں کے دلوں میں شکوک پیدا کرنے کے سوا کچھ نہ تھا تاکہ وہ آپ سے کنارہ کش ہو جائیں اور آپ کی دعوت میں دلچسپی نہ لیں۔ ابتداً آپ نے خدا کی خاطر غصے ہو کر ان پر حملہ کیا۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ان یہودیوں کا ایک قبیلہ آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس ہر مخلوق کو اللہ نے پیدا کیا ہے اور اللہ کو کس نے پیدا کیا ہے؟ آپ کو اس قدر غصہ آیا کہ غم و غصہ گھبراہٹ سے آپ کا رنگ بدل گیا۔ پھر آپ نے خدا کی خاطر غصے ہو کر ان پر حملہ کیا۔ ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ جبریل علیہ السلام آپ کے پاس آئے آپ کو تسلی دی اور کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آپ سے نرمی کرو پھر اس ناجائز سوال کا جواب آسمان سے نازل ہوا۔

قل ھو اللہ احد اللہ الصمد لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد [1]

جب آپ نے انہیں یہ مکمل قرآنی جواب دیا تو وہ دوبارہ پوچھنے لگے اور دہرائی میں لگے ...... اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں بتائیے اس کا قد اور بازو کیسا ہے؟ تو آپ پہلے سے بھی زیادہ ناراض ہوئے۔ اور آپ نے انہیں شدت غضب سے پکڑ لیا تو جبریل نے آکر آپ کے پاس آکر آپ کو وہی بات کہی جو پہلے کہی تھی۔ پھر آپ نے اس ناجائز سوال کا مسکت جواب انہیں سنایا۔ وما قدروا اللہ حق قدرہ والارض جمیعا قبضتہ یوم القیامۃ والسموت مطویت بیمینہ سبحنہ وتعالی عما یشرکون [2]

یہود کا خدا کو گالیاں دینا

یہود کا کینہ انہیں کفر تک لے گیا ہے یہاں تک کہ یہ خدا کو گالیاں دیتے اور قرآن کریم سے تمسخر کرتے ہیں۔ ایک دفعہ حضرت ابوبکر صدیق یہودیوں کے بیت المدارس میں آئے (مدینہ میں یہودیوں کی ایک دینی درسگاہ تھی) تو

---

[1] الاخلاص [2] الزمر ۶۷

آپ نے دیکھا کہ ان کے علاوہ اپنے ہم مذہبوں کو درس دے رہے ہیں۔ ان میں ایک بڑا عالم بھی تھا جسے حضرت ابو بکر صدیق جانتے تھے اس کا نام فنحاص تھا۔ حضرت ابو بکرؓ نے اُسے نرمی سے دعوت الی اللہ دینے کے بعد کہا اے فنحاص تیرا بُرا ہو خدا سے ڈر اور اسلام قبول کر۔ خدا کی قسم تجھے اچھی طرح علم ہے کہ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور وہ اسی کے ہاں سے تمہارے پاس آئے ہیں اور تم تورات اور انجیل میں ان کے متعلق لکھا ہوا پاتے ہو۔ تو فنحاص نے نہایت بے حیائی سے کہا کہ ابو بکر خدا کی قسم ہمیں کوئی محتاجی نہیں اور نہ ہم اس کے حضور عاجزی کرتے ہیں جیسے کہ وہ ہمارے ہاں عاجزی کرتا ہے۔ ہم اس سے بے نیاز ہیں۔ لیکن وہ ہم سے بے نیاز نہیں۔ اور اگر وہ ہم سے بے نیاز ہوتا تو ہم سے ہمارے مال ادھار طلب نہ کرتا۔ جیسا کہ تمہارے نبی کا خیال ہے۔ وہ ہمیں سود سے منع کرتا ہے۔ اور خود ہمیں سود دیتا ہے۔ اور اگر وہ غنی ہوتا تو ہمیں سود نہ دیتا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ اس گستاخانہ قول کو سن کر غضبناک ہو گئے۔ اور آپ نے اس شقی کے چہرے پر زور دار تھپڑ مارا۔ اور فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ اگر ہمارے اور تمہارے درمیان عہد نہ ہوتا تو اے دشمن خدا میں تیرا سر قلم کر دیتا۔

یہودیوں اور مسلمانوں کے درمیان چونکہ عہد قائم تھا اس لیے فنحاص نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر حضرت ابو بکرؓ کی شکایت کی۔ آپ نے تحقیق کی اور حضرت صدیقؓ نے جو کچھ کہا تھا اس کا انکار نہ کیا اور آپ تک یہودی کی وہ گفتگو بھی پہنچائی جس کی وجہ سے آپ نے اسے تھپڑ مارا تھا۔ تو یہودی نے انکار کیا کہ میں نے بالکل یہ بات نہیں کہی کہ اللہ فقیر ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فنحاص کی تردید اور حضرت ابو بکر صدیقؓ کی تصدیق کے لیے یہ آیت نازل فرمائی۔

لقد سمع اللہ قول الذین قالوا ان اللہ فقیر ونحن اغنیاء[1]

یہودیوں سے چند ایک مناظرے ہیں۔ اسلام اور پیغمبر اسلام کے متعلق جو شدید اور دیرینہ حسد و بغض ان کو ہوتی تھی اس کی بنا پر یہ حضرات یہ بھی کرتے کہ ان میں سے جو شخص اسلام قبول کرتا اس کی تشہیر کرتے اور اُسے ایذا دیتے تاکہ کوئی شخص متاثر ہو کر اسلام کو قبول نہ کرے۔ جب عبداللہ بن سلام

---

[1] آل عمران: ۱۸۱

یہود کے ایک عالم تھے۔ ثعلبہ بن سعیہ، اسید بن سعیہ، اسد بن عبید اور مخیریق یہودی بھی مسلمان ہو گئے تو یہودی علماء نے کہا کہ یہ لوگ علماء بھی تھے اور کئی اور منافق طبقوں میں بٹے تھے۔ ہم میں سے صرف شرارتی لوگ ہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا کر ان کے پیچھے لگے ہیں۔ اگر وہ ہمارے اچھے لوگوں میں سے ہوتے تو اپنے باپ دادا کا دین نہ چھوڑ کر کسی دوسرے دین کی طرف جاتے۔ تب ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی

لیسوا سواء من اهل الکتاب امة قائمة یتلون آیات اللہ آناء اللیل وهم یسجدون ۱

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فتنہ میں ڈالنے کیلئے سودا بازی کرنا ایک اور مکر

یہودی بھی کبھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اعلان رسالت کے بارے میں سودا بازی کرتے تھے۔ انہوں نے آپ کو اللہ کا نبی جھوٹا بنانے کے لیے آزمانے کی کوشش کی اور اس طرح وہ آپ کے پیروکار بن جائیں گے۔ ان کے علماء نے جن میں کعب بن اسد، ابن صلوبا، عبداللہ بن صوریا اور شاس بن قیس شامل تھے۔ آپس میں کہا۔ ایک دوسرے سے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلو شاید ہم انہیں ان کے دین کے بارے میں فتنہ میں ڈال سکیں۔ آخر وہ ایک جگہ جمع ہوئے۔ چنانچہ وہ آپ کے پاس آ کر کہنے لگے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ جانتے ہیں کہ ہم یہودیوں کے علماء، شرفاء اور سردار ہیں۔ اگر ہم نے آپ کی اتباع کر لی تو یہودی بھی آپ کے پیچھے چل پڑیں گے۔ اور وہ ہماری مخالفت نہیں کریں گے۔ ہمارے اور ہماری قوم کے مابین ایک جھگڑا ہے۔ کیا ہم انہیں آپ کے پاس فیصلہ کے لیے لے آئیں۔ آپ ان کے خلاف ہمارے حق میں فیصلہ دیں۔ ہم آپ پر ایمان لاتے اور آپ کی تصدیق کرتے ہیں۔ مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سودے بازی کو رد کر کے انہیں ذلیل اور رسوا کر کے واپس کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کی اس مذموم سودا بازی کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی۔

---

۱ آل عمران ۱۱۳

وان احکم بینھم بما انزل اللہ ولا تتبع اھواءھم واحذرھم ان یفتنوک عن
بعض ما انزل اللہ الیک فان تولوا فاعلم انما یرید اللہ ان یصیبھم ببعض ذنوبھم
وان کثیرا من الناس لفاسقون ؎

یہود کا قبائل کے درمیان جنگ کی آگ بھڑکانے کی کوشش کرنا

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

آپ پر افترا کرنے اور آپ کی صداقت کے متعلق لوگوں کو شک میں ڈالنے کی کوششوں کے ساتھ ساتھ یہود کا مقصد یہ بھی تھا کہ اوس اور خزرج جو ہر دو ان کے درمیان فتنہ پھیلا کے ان کی قدیم قبائلی مخالفتوں کو پھر سے تازہ کر جائیں تاکہ جاہلیت کا زمانہ واپس لانے کی کوشش کرتے تھے اسی بات پر یہودی وجود یثرب میں قائم تھا۔ اور اس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ دعوت اسلامی عربوں کو متحد کرنے میں ناکام ہو جائے اور جدید نظام کی بنیاد گر جائے۔

ایک دفعہ ایک یہودی جس کا نام شاس بن قیس تھا جو مسلمانوں سے شدید بغض رکھتا تھا اور بڑا کافر تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوس اور خزرج صحابہ کے پاس سے گزرا تو ان کی الفت و محبت دیکھ کر اسے بہت غصہ آیا۔ حالانکہ قریب زمانے میں وہ آپس میں سخت جنگیں کیا کرتے تھے جن میں انسان مرتے تھے اور ان میں برابر جنگ جاری تھی اور یہودیوں کو فائدہ ہوتا تھا۔ اسلام میں ان دونوں قبیلوں کے جمع ہو جانے اس امر نے یہودی کو غضبناک کر دیا۔ اور اس نے اظہار کیا کہ یہ اجتماع یہودی وجود کے لیے خطرہ ہے کیونکہ عرب متحد ہو گئے ہیں۔ (یہ وہی لوگ تھے جو قبائلی بنا پر اوس اور خزرج کے آپس میں جھگڑے رہنے کی جنگیں جن میں وہ جاہلیت میں لڑتے تھے۔)

یہی وجہ ہے کہ جب اس یہودی نے ان اسلام میں اوس اور خزرج کے سرداروں کو ایک مجلس میں اکٹھے اور محبت کرتے دیکھا تو کہا کہ خدا کی قسم یہ یثرب میں اکٹھے ہو گئے ہیں خدا کی قسم جب ان کے سردار یہاں اکٹھے ہو گئے تو ہمارا کوئی ٹھکانا نہیں ہوگا۔ اس موقع پر اس نے ایک یہودی نوجوان کو حکم دیا کہ وہ ان لوگوں کے درمیان مجلس میں جا کر ان میں فتنہ پیدا کرنے کی خاطر بیٹھے تاکہ وہ آپس میں

؎ المائدہ: ۵۰ [illegible]

قریب دونوں کے درمیان سخت معرکے سے جاہلیت کی جنگ بھڑک اُٹھے اور دعوتِ اسلامی کو کمزوری لاحق ہو جائے۔ اور یہودیوں کا پلڑا مضبوط ہو جائے۔ اس یہودی شماس نے اس نوجوان سے کہا! ان کے پاس جا کر ان کے ساتھ بیٹھ جا پھر اس نے اُسے حکم دیا کہ ان دونوں قبیلوں کی جاہلی تاریخ کی جو سب سے کمزور اور حساس رگ تھا اسی پر ضرب لگا جس سے ان کے دلوں کی دردناک یاد ابھر سکے۔ اور اس نے خاص طور پر اُسے غزوۂ بعاث کے متعلق حکم دیا کہ ان سے جنگ بعاث کے متعلق بات کرے اس دور اوس اور خزرج کے درمیان بری طرح تباہ کن جنگ ہوئی تھی۔ قریب تھا کہ اس جنگ میں اوس اپنے خزرج کی جمعیت کو تباہ کر دیتا۔ کیونکہ وہ نہیں اس میں ان پر فتح حاصل ہوئی تھی اور یہ اسلام سے قبل تھا۔ طرح جیسے کہ بات ہے اور یہ اس خانہ جنگی کا آخری انجام ہے جس کی آگ ابھی بجھنے نہ پائی تھی دونوں قبیلوں کے درمیان چھپی ہوئی تھی۔

خانہ جنگی کی آگ بھڑکانے میں یہودی کی کامیابی

اس نوجوان یہودی نے اپنے مقصد کو عملی جامہ پہنایا اور اوس و خزرج کی مجلس میں شامل ہو گیا اور ان سے باتیں کرنے لگا۔ پھر اس نے یہودیوں کے خبیث اور مکارانہ ذہن کے مطابق جنگ بعاث کے تذکرے کی طرف لے آیا اور ان میں سے ہر کوئی اپنی اپنی قوم کی بہادری کا ذکر کرنے لگا۔ اور مجلس میں فخریہ باتوں اور فتنے کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ پس اس یہودی نے جنگ کی آگ کو بھڑکانے کے لیے جنگ بعاث کے دوران کے کچھ جذباتی اور بھڑکانے والے اشعار سنانے شروع کر دیئے۔ یہ مجلس میں فتنے کی آگ بھڑک اٹھی اور دونوں قبیلے ایک دوسرے کو طعنے دینے لگے اور دونوں قبیلوں کے افراد ایک دوسرے پر فخر کرنے اور جھگڑنے لگے اور بھڑک اُٹھے۔ حتیٰ کہ نازک صورت اختیار کر گئی۔ اور خزرج کے ایک لیڈر نے چیلنج کرتے ہوئے اوس سے کہا اگر تم چاہو تو ہم دونوں قبیلوں کے درمیان خانہ جنگی کے لیے تیار ہو جائیں۔ پس دونوں فریق غضبناک ہو کر جنگ کے لیے تیار ہو گئے اور کہنے لگے کہ پتھریلے میدان میں ملنا ہے۔ پھر دونوں قبیلوں میں جنگ کا اعلان ہو گیا۔ اور ہر کوئی اپنے ہتھیار لے کر جنگ کے لیے مقررہ جگہ کی طرف چل پڑا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جنگ سے نجات دلانا

اگر اللہ تعالیٰ کی عنایت شامل حال نہ ہوتی تو قریب تھا کہ یہودی اپنے خبیث مقاصد کو پالیتے۔ اچانک حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس عظیم واقعہ کی اطلاع ملی تو آپ مہاجرین کے ساتھ بسرعت تمام وہاں پہنچے جو جنگ کے لیے تیار تھے۔ آپ نے دیکھا کہ ہر قبیلہ ایک طرف کھڑا ہو رہا ہے تو آپ نے فوراً حکمت الٰہیہ سے اس عظیم فتنہ کی آگ کو بجھا دیا۔ آپ نے دونوں قبیلوں کے درمیان کھڑے ہو کر فرمایا کہ اے گروہ مسلمین اللہ سے ڈرو میری موجودگی میں جاہلیت کے یہ دعوے؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اسلام کی طرف راہنمائی کی ہے۔ اور اس سے تمہیں عزت دی ہے اور امر جاہلیت کا تم سے خاتمہ کیا ہے۔ اس کفر سے تمہیں بچایا ہے۔ اور تمہارے دلوں میں الفت پیدا کی ہے۔ اس موقع پر یہ لوگ ہدایت کی طرف واپس آ گئے۔ اور انہیں معلوم ہو گیا کہ یہ ایک یہودیانہ چال ہے۔ انہوں نے اپنی تلواروں کو نیام میں کر لیا۔ اور نیزوں کو جھکا لیا۔ پھر انہوں نے رونا شروع کیا اور گریاں ہو گئے اور دونوں قبیلوں کے آدمی آپس میں ایک دوسرے سے معانقہ کرنے لگے۔

یہودی فتنہ کا خاتمہ

اس طریق سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کی خبیثہ سازش کو ناکام بنایا۔ اور انہیں ہزیمت کے ساتھ ناکام واپس کر دیا۔ قریب تھا کہ ان کی دسیسہ کاری اور سازش کامیاب ہو جاتی جس کا مقصد مسلمانوں کی وحدت کو پارہ پارہ کرنا تھا۔

یہودیوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین سے انتقام لینے کے لیے کوئی مکروہ سے مکروہ اور گھٹیا سے گھٹیا وسیلہ بھی ترک نہیں کیا جس سے لوگ آپ کے اردگرد سے منتشر ہو جائیں۔ اور آپ کو اکیلا چھوڑ دیں۔ ایک دفعہ ان کے بعض علماء اکٹھے ہوئے جنہیں یہودیت نے ماندہ کر رکھا تھا۔ اور اسلام میں عربوں کے زیادہ سے زیادہ دخول نے ان کی نیندیں حرام کر دی تھیں۔ عبداللہ بن صیف، عدی بن زید اور حارث بن عوف ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ آؤ ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب پر نازل ہونے والے کلام

یہ سمجھ کر کہ یہ ان سے آ ملیں اور شاید کہ اس کا انکار کر دیں۔ [illegible] ان کو ان پر شبہ کر دیں تا کہ وہ بھی یہود کی طرح کریں اور اپنے دین سے واپس لوٹ آئیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی۔ یا اھل الکتاب لم تلبسون الحق بالباطل وتکتمون الحق وانتم تعلمون وقالت طائفۃ من اھل الکتاب آمنوا بالذی انزل علی الذین آمنوا وجہ النہار واکفروا آخرہ لعلھم یرجعون۔

یہودیوں کی یہ مساعی اور دین اسلام سے روکنے کی کوششوں اور ان کے مسلسل [illegible] اختیار کرنے اور ان کے عہد معاہدہ سے پھرنے کے باوجود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر طرح کا موقف اختیار کیا جس سے یہود کو یہ سمجھنے کا موقع دیا کہ وہ اپنی [illegible] سے باز آ جائیں۔ [illegible] یہاں تک کہ جو پہنچے گئے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تمسخر کرنے لگے۔ جب آپ کو اور آپ کے اصحاب کو دیکھتے [illegible] اور جب کبھی وہ کسی مجلس سے گزرتے تو آپ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بجائے السلام علیکم کے السام علیکم کہتے اس کا مطلب یہ ہے کہ تم پر موت ہو آپ یہ سب کچھ برداشت کرتے پھر آپ نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ جب یہودی تمہیں السام علیکم کہیں تو تم جواب میں صرف علیکم کہا کرو۔

اور یہودی یہ شکایتیں اس سے بڑھ گئے اور ہر مجلس میں اس بات کا انکار کرنے لگے کہ تورات میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر آیا ہے اور ان کے تمام علماء اس قسم کی باتوں سے واقف نہیں ہیں۔

ایک یہودی عالم کا انہیں رسوا کرنا

ان کے ایک عظیم عالم نے مدینہ کی ایک مجلس عام میں انہیں رسوا کیا اور لوگوں کے سامنے ان کے ظلم کو ثابت کر دیا اور صرف فتنہ و فساد پیدا کرنے والے ہیں۔ وہ یہ چاہتے ہیں کہ جس بات انہوں نے جو بیان کیا ہے اس میں سے اکثر کا انکار کریں۔ اس عالم نے ان علماء کے حسن احترام و عقیدت کو جو کہ لوگوں کے دلوں میں رائج تھا [illegible]۔ یہ عالم عبد اللہ بن سلام تھے جو کہ یہودی علماء میں سے تھے۔ انہیں اللہ تعالیٰ نے اسلام کی ہدایت سے نوازا۔ جب عالم کی طبیعت [illegible] علماء کے دلوں [illegible] [illegible]۔

یہ ہوا مسلمانوں کا مسلسل اور شدید خطرہ کے باوجود دعوتِ اسلامی کی روک تھام کا ذریعہ بننا تو تھا ہی لیکن ایسی
قوم جسے یہ بہت زیادہ پسند ہے کہ دعوتِ اسلامی کی مکمل اور عظیم خدمت سرانجام دی جائے جس سے
نبی علیہ السلام کے خلاف سازش اور دعوتِ اسلام کے خلاف ان کے ہتھکنڈوں کی ہیبت ختم ہو اور یہ اسی طرح
ہو سکتی ہے کہ لوگوں کے سامنے ان یہودیوں کے جھوٹ، نفاق اور ہتھکنڈوں کو مسترد پایا جا سکے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر اسلام قبول کرنے کے بعد اس عرصے کو یہ واقعہ
کے پہلے عبداللہ بن سلام نے مجلس عام میں یہودیوں کے علماء کے اکٹھا ہونے تک اپنے
اسلام کے اعلان کے متعلق اجازت طلب کی۔ اسلام قبول کرنے کے بعد انہوں نے حضرت نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یہودیوں کو معلوم ہے کہ میں ان کا سردار ہوں اور ان کے سردار کا بیٹا
ہوں اور ان میں سب سے زیادہ عالم اور ان کے سب سے بڑے عالم کا بیٹا ہوں قبل اس کے
کہ انہیں میرے اسلام لانے کا حال معلوم ہو جائے آپ ان کو بلا کر میرے متعلق دریافت کریں
اگر انہیں پتہ چل گیا کہ میں اسلام لا چکا ہوں تو وہ میرے متعلق وہ باتیں کریں گے جو مجھ میں نہیں۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف آدمی بھیج کر انہیں بلایا۔ جب وہ آپ کے پاس
آئے تو آپ نے ان سے پوچھا کہ اے گروہ یہود تمہارا برا ہو اللہ کا تقویٰ اختیار کرو قسم ہے اس ذات
کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں تم اچھی طرح معلوم ہے کہ میں خدا کا برحق رسول ہوں اور میں تمہارے
پاس حق لے کر آیا ہوں۔ پس تم اسلام قبول کر لو۔ آپ نے یہ بات تین مرتبہ کہی۔ انہوں نے
اپنی عادت کے مطابق انکار کیا۔ اور کہتے تھے کہ ہمیں اس کا علم نہیں اور نہ ہی ہمیں یہ معلوم ہے
کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اس موقع پر آپ نے ان سے پوچھا تم میں عبداللہ بن سلام کیسا
شخص ہے؟ انہوں نے یک آواز جواب دیا کہ وہ ہمارا سردار اور ہمارے سردار کا بیٹا ہے اور ہم سب سے بڑا
عالم اور ہمارے سب سے بڑے عالم کا بیٹا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اگر وہ اسلام لے آئے
تو تمہارا کیا خیال ہے؟ وہ کہنے لگے خدا کی پناہ وہ اسلام نہیں لا سکتا۔ اس موقع پر حضرت
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا حیران کن حقیقت سے سامنا کرا دیا۔ اور آپ نے کہا ابن سلام
ان کے پاس آؤ۔ عبداللہ بن سلام ان یہودیوں سے یہ اقرار کروا چکے تھے کہ وہ ان کے
سردار اور سب سے بڑے عالم ہیں۔ انہوں نے انہیں کس پوزیشن میں لا کر دیا کہ جنہوں نے اپنی

[illegible] کے ساتھ گواہی دی۔ آپ [illegible] ان کے [illegible] قتل [illegible]

[illegible] گیا۔

سے کرتے [illegible] قسم جس کے [illegible]

تھیں ابھی [illegible] معلوم ہے کہ [illegible] کے ساتھ [illegible]

بات سن کر بے ہوش ہو گئے پھر [illegible] ختم کر دینے لگے۔ [illegible]

پہنچ کر۔ پھر کہنے لگے [illegible] بڑے آدمی کا بیٹا ہے۔ عبداللہ بن سلام

نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے [illegible] بات ہے [illegible]

[illegible] تھی۔

یہود کا تورات سے رجم کے حکم کو تبدیل کرنا

ایک دفعہ یہودی [illegible] اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے [illegible] رسالت [illegible] گفتگو کر رہے تھے

[illegible] میں ایک مرد اور عورت نے زنا کیا [illegible]

[illegible] تھا [illegible] آپ [illegible]

یہودیوں نے اس معاملہ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرنے [illegible]

پر اتفاق کیا اور کہنے لگے کہ [illegible] مرد اور عورت کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے چلو [illegible]

[illegible] کا حکم ہے [illegible] کیونکہ ان [illegible]

[illegible] اگر وہ ان دونوں کے [illegible]

[illegible] اور اگر ان دونوں کے [illegible] رجم کا حکم [illegible]

[illegible]

[illegible] حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

طریقہ ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

کے ہاتھوں قتل کیے گئے۔

یہود کی اپنے تحفظ میں رسوائی

یہودیوں نے [illegible] اسلام نے یہود پر عظیم فتح حاصل کی۔

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] اللہ نے اسلام کی طرف [illegible]

اور یہ ایک حال [illegible] یہودیوں نے [illegible]

[illegible]

کو چھپا لیا۔ تورات وضاحت سے بیان کرتی ہے کہ شادی شدہ زانی کے متعلق رجم کا حکم ہے یہودی اس بات سے بڑے آسودہ خاطر تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس حقیقت سے ناواقف ہیں جب کہ آپ نے کبھی کسی سے پڑھا نہ تھا۔ کیونکہ آپ اپنی قوم کی عربی زبان بھی لکھ پڑھ نہ سکتے تھے کجا یہ کہ آپ عبرانی سمجھیں۔

وہ عالم تورات کو پڑھنے لگا۔ اور جب وہ اس آیت تک پہنچا جو شادی شدہ زانی کو رجم کرنا واجب کرتی ہے تو اس نے اس پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔ اور اس سے آگے نکل جانا چاہا لیکن عبداللہ بن سلام جو عبرانی زبان کے ماہر تھے انہوں نے سختی سے اس کا ہاتھ ہٹا کر اسے رسوا کر دیا۔ اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ اے خدا کے نبی یہ رجم کی آیت ہے یہ یہودی عالم آپ کے سامنے پڑھنے سے رک رہا ہے۔

یہود کا تورات کے ساتھ تمسخر کرنے کا اعتراف کرنا

یہودی علماء کی مکر اور دھوکے بازی کا بیان

اور علمی نبوت کی دلیل کا دوسرا نمونہ یہ ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو سرزنش کرتے ہوئے فرمایا اے گروہ یہود تمہارے پاس جو خدا کا حکم تمہارے سامنے موجود ہے تمہیں حکم الٰہی کے چھوڑنے پر کس چیز نے آمادہ کیا ہے۔ تو ان یہودی علماء کو تحریف و تبدیلی اور احکام الٰہی کے ساتھ تمسخر کے اعتراف کے بغیر کوئی چارہ کار نظر نہ آیا کیونکہ جب عبداللہ بن سلام نے ان کو رسوا کیا۔ اور ان کے سامنے تمام راستوں کو بند کر دیا تو ان کے پاس اعتراف کے بغیر کوئی طریقہ نہ رہا۔ وہ کہنے لگے ہماری قوم جو تورات کے حکم رجم پر عمل کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ہم میں سے شاہی گھرانے کے ایک شادی شدہ آدمی نے زنا کیا تو بادشاہ نے اس کو رجم کرنے سے روک دیا۔ پھر ہم میں سے ایک آدمی نے زنا کیا اور بادشاہ نے اسے رجم کرنا چاہا۔ تو لوگوں نے کہا اللہ کی قسم جب تک تو فلاں شخص کو رجم نہ کرے اسے رجم نہیں کر سکتا۔ جب انہوں نے یہ بات کہی تو اس کے بعد اکٹھے ہو کر انہوں نے تجبیہ پر مصالحت کر لی اور رجم کا ذکر کرنا اور اس پر عمل کرنا چھوڑ دیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں پہلا شخص ہوں جس نے امر الٰہی اور اس کی کتاب اور اس پر عمل کو زندہ کیا ہے۔ پھر آپ نے

تو انہوں نے ان کے متعلق حکم دیا۔ اور وہ سنگسار کر دیئے گئے۔ حضرت عبداللہ بن عمر بیان کرتے ہیں کہ میں بھی ان دونوں کو رجم کرنے والوں میں شامل تھا۔ یہودی اس طرح اپنی گمراہی پر مصر رہتے ہیں اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی صداقت پر انہیں جو کھلے دلائل ملے انہوں نے ان کو حسد اور سرکشی کی بنا پر رد کر دیا۔ نیز انہوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اپنی سرگرمیوں کو دو چند کر لیا لیکن سب بے فائدہ۔

اسلامی دعوت کا یہود کو بہا لے جانا

یثربی معاشرہ کے اندر یہودی جو شرارتیں کارستانیاں اور سیاسی کارروائیاں کرتے تھے اسلامی دعوت ان سب سے واقف تھی۔ اور شاید ان تمام رکاوٹوں کو جو یثرب میں دعوت قرآن کی لہر کو روکنے کیلئے انہوں نے اپنی جانب سے کھڑی کی تھیں دور کرنے کی زیادہ قدرت رکھتی تھی۔ جوں جوں وقت گزرتا جاتا یہودیوں کی خبیث حقیقت سے پردہ اٹھتا جاتا اور اسلام کے ساتھ ان کی مکر و دجل کی جنگ پر لگے ہوئے ہر واقعہ ان کے تناقضات کے نقائص کو واضح کرتا جاتا یا ان کی شرپسندی کی پوشیدہ باتوں سے پردہ اٹھاتا جاتا۔ کئی سادہ لوح یہود کے متعلق رائے کو صحیح کیا کرتے تھے۔ اور بجائے اس کے کہ اہل یثرب یہود کے مغالطوں کو قبول کریں اور ان کی تلبیسات اور دعوت جدیدہ کے متعلق ان کے پیدا کردہ شکوک سے متاثر ہوں اور ان تنگ دل یہودیوں کی مجنونانہ تحریک کے دھارے میں بہہ جائیں۔ انہوں نے ان کو میدان میں اکیلا چھوڑ دیا۔ اور ابھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ پہنچے ہوئے ۵ برس بھی نہیں گزرا تھا کہ مدینہ کے تمام لوگ اور مضافات یثرب کے اردگرد رہنے والے (سوائے یہود کے) دین اسلام اور اس کے نظام کے مطیع ہو گئے۔ یہاں تک کہ یہودیوں کے وہ دوست جو عرب منافقین میں سے تھے۔ جنہوں نے مدینہ میں ان یہودیوں سے نفاق کی تعلیم حاصل کی تھی انہیں بھی اسلام کے معجزانہ دھارے کے سامنے بظاہر دین جدید پر ایمان لانے اور اس کے نظام کی اطاعت کرنے کے سوا کوئی چارہ کار نظر نہ آیا۔ اور یثرب سب کا سب دین جدید میں داخل ہو گیا صرف ایک قوم باقی رہ گئی اور وہ اسرائیلی عرب یہودی تھے۔

یہود کو یہ بات نہایت ناگوار گزری کہ انہوں نے اسلام کے خلاف جو مورچہ لیا تھا

جنگ شروع ہو چکی تھی۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ یہ تو بہت بڑی ناکامی ہے اور اس بات سے بھی اندازہ بہت دکھ ہوا کہ دعوت اسلامی کے ساتھ ان کی علانیہ جنگ کا نتیجہ یہ شکست تھا جو ان کی امیدوں کا خاتمہ کرنے والی تھی۔ یہ بہر حال تمام یثرب میں سوائے یہود کے سو۔ اسلام کے قبیلے سے آجاتے۔ خصوصاً اس تباہ کن شکست کے بعد جو مسلمانوں کو بدر میں مشرکوں پر حاصل ہوئی تھی۔

قریش کے لشکر کے بدر کی طرف بڑھنے میں یہود کی دلچسپی

جنب یہودیوں نے ہجرت کے

دوسرے سال جب مکی فوج مسلمانوں کو ضرب لگانے کے لیے بدر کی طرف بڑھ رہی تھی تو وہ خوشی سے جامے میں پھولے نہ سماتے تھے۔ یہود نے بدر کی معرکہ آرائی سے بہت امیدیں وابستہ کی ہوئی تھیں۔ ان کا خیال تھا کہ مکی لشکر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اتباع کے خاتمہ کے لیے کافی ہوگی۔ غالباً اس سے دعوت اسلامی کے بیج جڑ سے اکھڑ جائیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ مدینے میں قریش کی جنگ کے نتیجے کا انتظار کر رہے تھے۔ ان کی خواہش تھی بلکہ وہ پختہ توقع رکھتے تھے کہ مشرکین کو مسلمانوں پر فتح حاصل ہوگی۔ کیونکہ تمام مادی وسائل و سامان کی اس اعتبار سے دیکھو واجب کرتا تھا۔ معرکہ بدر میں فتح مکی فوج کو حاصل ہوگی۔ جو ایک ہزار سپاہیوں پر مشتمل تھی۔ جو ہر طرح اسلحہ سے لیس تھے اور ان کے مقابلہ میں دوسری جانب تین سو مسلمان جانباز تھے۔ جن کی اکثریت برہنہ پا تھی۔ نہ ان کے پاس زرہیں تھیں نہ خود۔

یہودیوں نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جو سرد تخریبی جنگ شروع کی ہوئی تھی اور جن حالات میں بدر کا عظیم معرکہ برپا ہوا اس کی آخری منزل جو مدینہ میں پیش آئی تھی یہودیوں کی مدد کرتے تھے منافقین جنگ کا ایک حصہ یہ تھا کہ انہوں نے مسلمانوں کے حوصلوں کو ختم کرنے، ان کو کمزور اور متفرق کرنے اور انہیں گھبراہٹ میں ڈالنے کے لیے پروپیگنڈا کیا۔ انہوں نے یہ بات بھی مشہور کر دی کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قتل ہو چکے ہیں۔ مسلمانوں کی فوج معرکہ بدر میں تباہ ہو چکی ہے۔ اور مکی فوج ابوجہل کی قیادت میں مدینہ پر قبضہ کر لے اور دعوت اسلام کے آثار کو ختم کرنے کے لیے بڑھ رہی ہے۔ ان جھوٹی خبروں نے مدینہ میں مسلمانوں کے دلوں پر بڑا اثر ڈالا۔ اور ان جھوٹی

خبروں کی اشاعت کے پیچھے یہود کا بھی مقصد کارفرما تھا ۔

کیا معلوم ہیں کہ منافق یہودیوں کی ان جھوٹی خبروں کے پیچھے کیا تعلق حرکت سے بیٹھے بیٹھے تھے اسلامی خبروں نے مدینہ کی طرف کو تنگ کر دیا تھا قریب تھا کہ مسلمانوں کی شکست جانی جاتی کہ اچانک معرکہ بدر میں مسلمانوں کی فتح کی خوشخبری کی خبر لانے والا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ناقہ قصواء کے آگے آگے تھے آیا اور اس نے مدینہ میں داخل ہو کر اہل مدینہ کو بڑی تاکید کے ساتھ خوشخبری دی کہ مسلمانوں کو معرکہ بدر میں شرکا اور ان کی قوتوں پر تباہ کن فتح حاصل ہوئی ہے۔ پس اس فتح سے جس کے ذریعے مسلمان تو بہرہ ور ہیں۔ ان کے ساتھ تو یہ میدان سے بے دخل ہوئے۔ مدینۃ الرسول خوشی و مسرت اور تکبیر و تہلیل سے آخر کی حد تک گونج اٹھا اور یہودی تباہ کن فتح کی خبر سے بے ہوش ہو گئے کیونکہ وہ مطلقاً ایسا تصور بھی نہ کر سکتے تھے جب انہوں نے حضرت عبداللہ بن رواحہ اور زید بن حارثہ کو مسرت آمیز فتح کی خوشخبری دیتے سنا تو قریب تھا کہ وہ اپنے کانوں کو غلطی پر محمول کر بیٹھتے ۔۔۔ وہ دونوں مدینہ کے قبیلوں میں اپنی سواریاں دوڑا دوڑا کر مسلمانوں کو بدر میں قریش پر کامل فتح کی خوشخبری دے رہے تھے۔

اور جب یہودیوں نے قریشی لیڈروں اور ان کے فوجی سالاروں کو تہہ تیغ معرکہ میں فاتح نبوی فوج کے قیدیوں کی حراست میں تھکے ہارے آتے دیکھا۔ ان کی مشکیں پیچھے کی طرف بندھی ہوئی تھیں۔ چہروں پر شکست اور ذلت کے آثار نمایاں تھے۔ چہرے کے بہت مطلع پر کالک گویا ان کو کچھ نظر ہی نہیں آتا۔ تو یہ یہودی بہت شرمندہ ہوئے قریب تھا کہ وہ اپنی آنکھوں کو دھوکہ خوردہ قرار دیں اور حیرت ان پر غالب آ گئی۔

یہ یہودیوں کی آرزوئیں خاک میں مل گئیں اور ان کے خواب جھوٹے نکلے اور ان کی خوشی غم میں تبدیل ہو گئی کیونکہ وہ اس معرکہ میں کبھی بھی مسلمانوں کو قریش پر فتح حاصل ہوئی۔ مسلمانوں کے بھی منتظر رہے کہ ان کی تمنا تھی کہ ان کو تباہ رکھے اور انہوں نے فتح بدر سے پہلے ہی اپنے معاملات کا انتظام سپرد کرنے کا آغاز نہیں کیا۔ پھر اس جنگ بدر کے بعد تمام عام کا انتظام ان کے سپرد کرنے کا آغاز کر دیا ہے۔ اور یہ بات سچ ہے کہ یہودیوں کے احسان فراموش ہوتے ہیں اور وہ چلتے

انجام کو دیکھ چکے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اسلام سے جنگ کرنے کے نئے نئے طریقے اپنانے لگے۔

یہود کا جنگ کو وسیع علاقے میں منتقل کرنا

جنگی مقابلہ کے میدانوں میں دعوت اسلامی کو یہ فیصلہ کن فتح حاصل ہوئی اس سے اس دعوت کے علمبرداروں کے صدق و یقین، عزم و اخلاق، بلند مقصد کی اور عزم کو مزید مضبوطی حاصل ہوئی کہ خون کا ایک قطرہ بہائے بغیر یثرب کے تمام راستے ان کے ہمراہ جانبازوں تلے آ گئے۔ بجائے اس کے کہ یہودی اس فیصلہ کن فتح کے بعد اطاعت پر آ جاتے اور دین حق کی بات قبول کرنے کی جرأت کے دلوں کی گہرائیوں میں اتر جاتے، وہ سب مزید مخالفت اور عناد میں بڑھ گئے اور ان کے دلوں میں اسلام اور دعوت اسلامی کے خلاف بغض اور کینہ بھڑک اٹھا۔ جوں جوں یہ کینہ بڑھتا گیا اس نے یہودیوں کو اندھا کر دیا۔ اور وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دین اور اتباع کے خلاف زیادہ وسیع علاقے میں حرکت کو منتقل کرنے کے لیے غور و فکر کرنے لگے۔

یہودیوں نے دعوت اسلامی کی حقیقت کے متعلق شر پھیلانے، جدل اور جنگ اور شکوک و شبہات کی اشاعت کے طریقوں سے لوگوں کو اسلام سے روکنے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے متعلق شکوک پیدا کرنے اور دین جدید سے باہر نکل جانے پر ہی اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ وہ اپنی انتہائی کینہ وری کی حد تک جا پہنچے کہ وہ اس کے ممکن ذرائع دعوت اسلامی کے نشانات کو مٹانے اور اس کے علمبرداروں کو ختم کرنے لگے۔ یہاں تک کہ ان کے علاقے کے علماء اور سرمایہ دار اور سیاسی لیڈر جزیرہ عرب کی اطراف و جوانب میں عرب قبائل کے خیموں، بستیوں اور شہروں میں شہری مجالس میں گھومنے لگے تاکہ ایسا پروپیگنڈہ کریں جس کا نتیجہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کے خلاف تحریک اور تکذیب ہو سکے (جیسا کہ وہ یثرب میں کرتے تھے) پھر وہ عربی قبائل کو اکسانے اور دعوت اسلامی کے خطرہ کی وضاحت کرنے اور ایسے قبائل کی دعوت دینے لگے تاکہ اس دعوت کے پھیلنے سے قبل ہی اس کے پیروکاروں میں اس دعوت اور دعوت کے داعیوں کا قلع قمع کر دیا جائے۔ یہودیوں کی طرف

سے ان کے اور مسلمانوں کے درمیان جنگ کا یہ خطرناک آغاز تھا۔ اس کا مقصد صرف یہ تھا کہ یہودیوں نے اسلام اور مسلمانوں کو ختم کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا تھا۔ خواہ بت پرست قوتوں کو چڑھا کر لانے سے یہ مقصد پورا ہو۔ اس خطرناک آغاز نے مدینہ میں قیادت اسلامی کو باور کرا دیا کہ وہ اپنا دفاعی رویہ تبدیل کر کے یہودیت کا مقابلہ کرے۔ اب یہ محض پروپیگنڈہ کی جنگ نہیں رہی جس کے ہتھیار تحقیر، تشکیک، تکذیب اور جھوٹی افواہیں پھیلانا ہوتے ہیں۔ اب تو بت پرست قبائل کو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ننگی جنگ پر برانگیختہ کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے اور انہیں مال و منال سے مسلمانوں سے جنگ کرنے اور ان کے لیڈروں شہداء کا ماتم کرنے کی ترغیب دی جا رہی ہے۔ اس بات نے مدینہ میں قیادت اسلامی کو حکمت دعوت کے اسالیب کو بدلنے پر آمادہ کیا جبکہ یہودی اپنی مخالفت کے حدود سے تجاوز کر رہے تھے۔

بدر میں مسلمانوں کی فتح کے بعد یہودی پوزیشن

معرکہ بدر سے قبل یہودی
دعوت اسلامی کے مقابلہ میں

صرف پروپیگنڈہ کی جنگ پر اکتفا کرتے تھے جس کے ہتھیار نازیبا باتوں کے ذریعے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھ دینا، اور دعوت اسلامی کے متعلق شکوک و شبہات پیدا کرنا تھا تاکہ لوگ آپ کے پاس سے بھاگ جائیں اور دعوت کے علمبردار منتشر ہو جائیں۔ یثرب میں یہود کے تسلط کو اس سے کوئی خطرہ نہ تھا۔

ان باتوں کے باوجود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو مذہبی آزادی دے رکھی تھی تاکہ وہ دعوت اسلامی کے متعلق اطمینان کر لیں۔ پھر وہ اس دعوت کی حقیقت پر اعتراضات کرتے اور اس کے حامل کی اعلانیہ تکذیب کرتے۔ اور آپ صرف ان آراء کے بطلان کی وضاحت پر اکتفا کرتے۔ حالانکہ آپ یثرب کے حاکم اعلیٰ اور آقا و سردار تھے۔ یہ لوگ مناظرات میں بیٹھ کر ان کے باشندوں کے سامنے جو سوالات کرتے آپ انہیں نرمی سے جواب دیتے جن کا مقصد محض آپ کی لائی ہوئی تعلیم کی صداقت میں شکوک و شبہات پیدا کرنے کے سوا کچھ نہ ہوتا۔ پھر بھی آپ ان کے برانگیختہ کرنے والے سوالات کا پورے سکون کے ساتھ بغیر گھبراہٹ کے جواب دیتے۔ کوئی آدمی

یہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ آپ نے ان یہودیوں کے خلاف کوئی کارروائی دین کی بنا پر کی ہو۔ حالانکہ آپ جانتے تھے کہ وہ اپنے تمام مناظرات ایمان کی حمایت کی خاطر نہیں کرتے بلکہ وہ صرف مخالفت کے شوق میں بحث کرتے ہیں اگر آپ سچے ہوتے تو حق پر قائم رہیں۔ یہی وہ مسلمہ مرکزی سکتے جو محض مذہب کے ساتھ تو آپ کا مقابلہ کر نہ سکے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آزادی گفتار

ہم پورے فخر و اعتماد کے ساتھ اعلان کرتے ہیں کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس رواداری اور شرافت کے ساتھ جیسے آپ ہیں وہ آپ کی دعوت سے متاثر اور حجت بازی کرنے والے یہودی جانتے ہیں پہلے شخص ہیں جنہوں نے عقیدہ اور دین کے مخالفین کے لیے قول و فکر کی آزادی کا قانون نافذ کیا

آزاد دنیا کے جمہوریت والے ممالک اپنے قوانین جنہوں نے اس بات پر فخر نہیں کر سکتے کہ ان کی حکومتوں نے افراد کو مطلق آزادی دے رکھی ہے تا کہ وہ غور و فکر کرے اور جو چاہے اس کا اعلان کرے۔ خواہ وہ بات حاکم اعلیٰ کی مرضی کے خلاف ہو یا اس کے نظریہ کے منافی ہو۔ یہ بات اس قانون کے متعلق نہیں ہو سکتی ہے جس کی بنیاد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھی ہے اور جو تیرہ سو سال سے اپنے عقیدہ و دین اور نظریہ کے ہمراہ مخالفین کے مقابلے تک نافذ کیا ہے۔

مغربی جمہوری ممالک نے قوانین جنہوں نے بیسویں صدی تک اس بات کی استطاعت نہیں رکھی کہ وہ ان عام آزادیوں کے قریب بھی پھٹک سکیں جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ان دشمنوں کو دی تھیں جو عقیدہ و دین اور رسالت میں آپ کے مخالف تھے۔ جیسا کہ آپ کے متعدد مواقف میں آپ کو ان یہودیوں کے مقابلے میں دیکھا جنہوں نے آپ کے اور آپ کی دعوت کے خلاف تمام وسائل کو استعمال کیا۔ تا کہ لوگوں کو آپ کے پاس سے بھگا دیں اور آپ کی دعوت میں شک پیدا کر دیں۔ بلکہ وہ صراحت کے ساتھ آپ پر اور آپ کی رسالت پر طعن کرتے تھے۔ ان کے باوجود آپ نے ان کے خلاف کوئی تادیبی کارروائی نہیں کی نہ ان کو قید کیا۔ اور نہ ہی ان پر کوئی تاوان فرمایا۔

اور شرارت کو جاری رکھا گیا ہے اور منہ بند کرنے کی ایسی کوئی اور کارروائی کی ہے۔ حالانکہ آپ جانتے تھے کہ آپ ان سازشوں کے پیچھے پہلو کی قدرت رکھتے ہیں۔ کیونکہ حکومت بھی آپ کی تھی اور اور قوم بھی دوسرے یہود کے ہاں آپ کے اشارہ کی قربانی پر راضی تھی۔ عقیدہ اور سیاست کے میدان میں متمدن دنیا کے ترقی یافتہ قوانین بھی آج تک دشمن کے ساتھ اس معاملہ کو روا رکھنے کی طاقت نہیں رکھ سکے۔ یہی مغربی جمہوری ممالک کے موجودہ قوانین، نظریات و مذاہب کے حقوق سے کیا ملتا تھا ہم عصر کرام آزادیاں دے بیٹھے اور ان کی پاسداری بھی کرتے ہیں۔ لیکن اس شرط کے ساتھ کہ پہلے آزادی سے تخریب کاری نہ ہو گی اور لوگوں کے درمیان فتنہ انگیزی کی اجازت نہ دی جائے۔ پس جب آزادیاں اس غرض کے لیے استعمال کی جائیں تو پھر قانون اس آزادی کو روک دیتا ہے اور تخریبی مقاصد کے لیے آزادی حاصل کرنے والوں کو قوت سے روک دیتے ہیں جس کی وجہ قائم شدہ نظام کی بربادی ہوتی ہے۔

اور جب ہم یہود کے ساتھ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملہ کو دیکھتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے ان سے رواداری کا سلوک کیا اور آپ نے انہیں اپنے متعلق اور اپنے دین اور نظام کے متعلق ہر بات کہنے کی کھلی آزادی عطا فرمائی۔ حالانکہ آپ کو علم تھا کہ ان کی تمام تنقیدات اور سوالات و جوابات کا مقصد آپ کے دین کو برباد کرنا اور مسلمانوں کے درمیان فتنہ پھیلانا اور قائم شدہ نظام کو سبوتاژ کرنا ہے تاکہ معاشرہ پر ان کا تسلط قائم ہو جائے۔

یہ اس چیز کی تصدیق کرتا ہے جو ہم پختہ یقین کے ساتھ کہتے ہیں کہ موجودہ متمدن مغربی ممالک کا نظام جمہوریت کو ... دیتے ہیں اس مقام سے بہت دور ہیں جس مقام پر اسلام اول روز ہی پہنچ چکا ہے۔ خصوصاً جو آزادیاں آپ نے اپنے عقیدہ، دین اور نظریات کے مخالفین کو دی ہیں۔

خطرناک طریق

جب تک یہودی آپ کی دعوت کے مقابلہ میں پہلے بحث و تمحیص تکذیب اور زبانی اعتراضات کے پیچھے پڑے رہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہودیوں کے ساتھ ایسے مضبوط موقف پر قائم رہے۔ اور آپ ان کے اعتقادات، ذاتی عقائد اور پروپیگنڈوں کے مقابلہ میں ان سے دو دو ہاتھ کرنے میں انتہائی صبر سے کام لیتے رہے۔ مگر جب یہود نے اسلام کے مقابلہ میں دوسرا یعنی طاقت کے استعمال کرنے کا طریق اختیار کر لیا۔ اور اس طریق

میں بڑھتے چلے گئے انہوں نے جنگ کی دھمکی دی اور پھر بہت سے قبائل کو متحد و ہموار کر کے نبی پر یلغار کیا اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کرنے کے لیے اکٹھا کیا اور خود آپ کے قتل کی سازش کی تو حضور علیہ السلام نے بھی اس یہودی منصوبے کے مقابلے میں دوسرا طریقہ اختیار کیا کیونکہ عزم و احتیاط کا تقاضا تھا اس عزم و احتیاط کا یہ مطلب نہ تھا کہ دعوت کی حمایت کے لیے تھا جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے ہر ان چند دنوں کی دعوت اور یہودیوں کی سازشوں اور حملے جو یہود کی طرف سے ہوتے تھے ان کا مقصد دین جدید کو تباہ کرنا اور آپ کے لائے ہوئے نظام کو طاقت وری کے ذریعہ پامال کرنا تھا جیسا کہ بعد کے واقعات نے اس امر سے نقاب کشائی کی ہے۔ تو اس قوت دعوت کی حمایت میں بھی وسعت پیدا ہو گئی۔[1]

کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے جن یہودیوں سے مسلمانوں سے ٹکر ہوئی وہ بنو قینقاع تھے۔ یہ مدینہ میں تمام یہودیوں سے زیادہ بہادر تھے اور ان کے پاس بہت سے سرمایہ دار بھی تھے۔ یہ یہودی دوسرے یہودی قبائل کی طرح مدینے کے اندر رہتے تھے۔ اور یہ مسلمانوں سے الجھے تو انہیں جنگ سے گریز کرنے لگے اور یہ مسلمانوں کی بے حرمتی کرنے اور ان کی حکومت کے استحقاقات کرنے میں اس حد تک پہنچ گئے کہ انہوں نے مسلمان عورتوں پر دست درازی شروع کر دی جس کی وجہ سے فریقین کے درمیان جنگ چھڑ گئی۔ بنو قینقاع جنگ کے لیے تیار ہو گئے اور مضبوط قلعوں میں پناہ گزیں ہو گئے۔ پھر مسلمانوں نے ان کا محاصرہ کر لیا۔ یہاں تک کہ انہیں صلح پر مجبور کر دیا اور پھر مدینے سے انہیں مکمل طور پر جلاوطن کر دیا گیا۔[2]

پھر یہود کو مضطرب کرنے والی مسلسل کارروائیاں مدینہ کے علاقے سے نکال کر مسلمانوں کے علاقے کی آنے لگیں۔ بنو قینقاع کی جلاوطنی کے بعد مشہور یہودی کعب بن اشرف قتل ہو گیا پھر بنو

---

[1] اس واقعہ کی تفصیل [illegible] کے صفحہ ۱۳ پر [illegible] سے نقل کی [illegible] استاد [illegible] کی کتاب تاریخ العرب قبل الاسلام جلد سوم [illegible] سے نقل کیا ہے۔

[2] بنو قینقاع کے یہودیوں کی جلاوطنی کے واقعہ کی تفصیل ہماری کتاب سیرت [illegible] صفحہ [illegible] پر دیکھیے۔

اپنے مال اقتدار کی وجہ سے مدینہ کے امن کو تباہ کرنے والے کا منبع بن گیا وہ اس علاقہ کا سب سے بڑا سرمایہ دار تھا جو عرب قبائل میں جا کر جن میں قریش بھی شامل تھے، انہیں مسلمانوں سے جنگ کرنے اور مدینہ سے جنگ کرنے کی دعوت دیتا تھا[1]

پھر کعب بن اشرف کے قتل کے چند ماہ بعد ہی بنو نضیر کے یہودیوں کو جلا وطن کیا گیا۔ ان یہودیوں کو عہد شکنی اور سازش کی بنا پر نکالا گیا۔ کیونکہ انہوں نے اپنے معاہدے کے خلاف حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی سازش کی تھی۔ بدر کے مشہور معرکہ میں مشرکین پر مسلمانوں کی فتح سے یہودیوں کے درمیان غم و غصہ پھیل گیا۔ اور وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی دعوت کے خلاف جنگ کو گفتگو سے خونریز میدان عمل میں منتقل کرنے لگے۔

جب بدر کے عظیم معرکہ میں مسلمانوں کو مشرکین پر فتح حاصل ہوئی تو یہودیوں کی جانب سے اسی وقت یہ تبدیلیاں معرض وجود میں آگئی تھیں، وہ خونریز معرکے ہوئے جن کی ابتدا بنو قینقاع کے یہودیوں کی غداری سے ہوئی اور اس کا اختتام بنو قریظہ کی تباہی سے ہوا۔

پانچ سال کے واقعات کا باریک نگاہ سے دیکھنے والے پر یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ یہودی کو اس ساعت سے کبھی اگر انہیں شہر مدینہ میں امن نصیب ہو جاتا تو اسلامی دعوت کے مخالف اور ہر پیشہ سے مسلمانوں کے وجود کو ختم کرنے کے سوا کسی بات پر راضی نہ ہوتے۔ ان سب سے پہلے سیف و تیر کی شمشیر ختم کرنے کا ہوتا۔ اور یہ امر بھی روشن ہے کہ قبیلہ بنو قینقاع، بنو نضیر اور بنو قریظہ کے درمیان متفق ہے۔ مگر حالات نے انہیں اجازت نہیں دی کہ وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک معاہدات نبھائیں۔

اگر یہودی جدید نظام کو تسلیم کرتے۔ اور اسلامی حکومت کے مخلص بن کر آئینی شہری بن کر رابطہ قبیلوں سے اپنوں کے ساتھ ہوتے۔ اور جمہوریتوں کی طرح جدید نظام سے وابستہ ہو جاتے اور اس کے زیر سایہ آ جاتے۔ تو انہیں اپنے دین پر آزادانہ طور پر قائم رہنے کے وہی حقوق ملتے جو مسلمانوں کو ملتے۔ یہ سب کچھ یہودیوں کے نا عاقبت اندیشوں کے سبب ہی ہوا جن کے پاس

---

[1] کعب بن اشرف کے قتل کی تفاصیل ہماری کتاب غزوہ احد کے صفحہ پر دیکھئے۔

وہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف غداری سے کام لیتے تھے اس بات کو واقعات نے پوری طرح وضاحت سے ثابت کیا ہے۔

پانچ سال کے بعد یہودی تعلقات کے استقراء سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ انہیں اس دوران میں مسلمانوں کے وجود کو تباہ کرنے کا کوئی موقع میسر نہیں آیا۔ اگر انہیں کسی لحظہ بھی یہ موقع میسر آ جاتا تو وہ بے کھٹکے مسلمانوں کو ختم کرنے میں ذرہ بھر تردد نہ کرتے خواہ ان کے اور مسلمانوں کے درمیان ہزار عہد اور ہزار پیکٹ ہوتے۔

اور بنو قریظہ کے یہودیوں کے قتل عام پر سب سے بڑھ کر دلالت کرنے والی بات یہ ہے کہ انہوں نے مسلمانوں پر پیچھے سے ضرب لگانے کی سازش کی جب کہ وہ جنگ کے نہایت نازک مقام پر ایک زبردست دشمن کا مقابلہ کر رہے تھے۔ جس نے اپنی کئی گنا زیادہ فوجوں کے ذریعہ ان کا اس طرح گھیراؤ کر لیا تھا جیسے موجزن سمندر چھوٹے جزیرہ کو گھیر لیتا ہے۔ بنو قریظہ کے یہودیوں نے یہ غداری اس وقت کی جب کہ وہ تحریری اور رسمی معاہدہ کی رو سے مسلمانوں کے ساتھ مرتبط تھے جس کے فقرات میں ہے کہ یہودی مدینہ کے دفاع میں مسلمانوں کے ساتھ اس فوج کا ایک حصہ ہوں گے جس پر مدینہ کا دفاع لازمی ہو گا۔ جب ایسی خوفناک جنگ چھڑ گئی جیسی احزاب کے ہاتھوں ہوئی تھی لیکن معاملہ اس کے برعکس ہوا۔ یہودیوں نے ان خطرناک حالات میں ان کے ساتھ مل کر لڑنے کے بجائے انہیں پیچھے سے ضرب لگانے کی سازش کی۔ پانچ سالوں میں یہودیوں کی دیگر کئی عہد شکنیوں کے ساتھ ان کی یہ کارروائی اس امر کی دلیل ہے کہ یہودیوں نے اول ساعت سے ہر وسیلہ سے اور ہر حالت میں موقع میسر آنے پر مسلمانوں کو تباہ کرنے اور اسلام کے وجود کو ختم کرنے کی ٹھانی ہوئی تھی جب کہ مسلمانوں کی حالت اس کے برعکس تھی۔ ان یہودیوں کو تباہ کرنے کی ان کی کوئی ایسی نیت نہ تھی، حالانکہ وہ ان کی بڑی تخریبوں سے آگاہ تھے۔ اور اگر مسلمانوں کی کوئی ایسی نیت ہوتی تو وہ یہودیوں کو جب کہ سارا یثرب ان کے ماتحت تھا پہلے برسوں میں ہی تباہ کر دیتے اور پھر اگر کوئی طاقت ان کی راہ میں حائل ہوتی تو وہ ان یہودیوں کی جڑ کاٹ دیتے۔

جب ان حقائق پر ان نظریات سے یقین حاصل ہو جاتا ہے جو مسلمانوں نے یہودیوں کے مقابلہ میں بنائے۔ بنو قینقاع اور بنو نضیر کی فوجیں محاصرہ کے بعد بغیر جنگ کے مسلمانوں کے سامنے ہتھیار

ڈال گئیں۔ ہر سہ جماعتوں کا ملاپ ہو یہ ایک ایسے ہی نازک موقع پر ضرب لگا سکیں۔

اگر مسلمانوں نے ان کو تہ تیغ کرنے کا منصوبہ سوچا ہوتا تو ان کی استطاعت میں تھا کہ وہ ان ہتھیار ڈالنے والے یہودیوں کو نہایت آسانی سے تہ تیغ کر دیتے۔ لیکن جیسا کہ تھا ایسا نہیں کیا کیونکہ ان کی ایسی کوئی نیت ہرگز نہ تھی۔ انھوں نے ان کو صرف یثرب سے جلاوطن کرنے پر اکتفا کیا۔ جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اگر یہودیوں کو موقع مل جاتا تو انھوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے اور مسلمانوں کو تباہ کرنے کا منصوبہ سوچا ہوا تھا۔ مگر ہر شیطانی منصوبے میں قسمت ان کا ساتھ نہیں دیتی ہے۔ یہ بھی ایک بڑے عزم کے ساتھ اعتقاد رکھا جا سکتا ہے کہ اگر یہودی مسلمانوں کے مقابلہ میں ایسے حالات میں کامیاب ہو جاتے جیسے مسلمان بنو قینقاع اور بنو نضیر کے محاصرے میں ہوئے تھے تو وہ ان کی نسل کشی میں ایک لمحہ بھی تردد نہ کرتے۔

دورِ حاضر کے عظیم مورخین مسلمانوں کی فتح کو وہ پہلا واقعہ سمجھتے ہیں جس نے یہود کے دلوں میں وہ ہیبت بٹھا دی جس سے وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور دین کے خلاف چلائے ہوئے معرکہ کو دسیسہ کاری کی گفتگو سے ترتیب کے میدان سے دستبردار ہونے اور حکومت کے خلاف کرنے کی بجائے طاقت اور خونریزی سے منع دست کش ہونے کے لیے تیار ہو گئے۔

یہود کا جنگ کی دھمکی دینا

آپ نے اس پُرعمل طریق کے اجتناب کی تعریف کے طور پر یہ کہی اور وہ مسلمانوں سے ٹکرانے کے بجائے الٹی باتیں کرنے لگے ہیں۔ مدینہ پر آئی کہ وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جنگ کی دھمکی دیتے رہے ہیں۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہود کی تدابیر سے غافل نہ تھے، جب سے انھوں نے یہ طریق اختیار کیا تھا۔ آپ ان کی سازش کی حرکات کی نگرانی کر رہے تھے۔

سب سے پہلے بنو قینقاع اس طریق پر چلے اور مسلمانوں کو دھمکایا اور اپنی لڑائی پر اتر آئے جیسا کہ ہم کہتے ہیں کہ اس قبیلے کا بدعہدی کا طرز عمل سب سے پہلے ہے۔ یہ گروہ سب یہود مدینہ سے شجاعت، جنگی قوت اور مال و دولت میں زیادہ شہرت رکھتے ہیں۔ ان کے پاس مضبوط جنگی قلعے بھی تھے جن پر ان کو فخر

لہ جواب کی منافات مورخین نے نہیں کی ہے۔ یہ صرف مترجم کا قول ہے۔

[illegible] ان کے گھر سب سے زیادہ مسلمانوں کے نزدیک تھے۔ ان کے گھر مدینہ کے اندر ہی اور دیگر یہودی قبائل کے گھر خصوصاً بنو قریظہ اور بنو نضیر کے مدینہ سے باہر تھے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بنو قینقاع کو نصیحت کرنا

جب بنو قینقاع نے مسلمانوں سے چھیڑ چھاڑ شروع کی اور واضح ہو گیا کہ وہ دعوت اسلامی کے مقابلہ کا عزم کیے ہوئے ہیں اور جنگ اور خونریزی سے کام لینا چاہتے ہیں تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے درمیان [illegible] حضور علیہ السلام جنگ اور خونریزی کو ناپسند کرتے تھے۔ آپ نے سب سے پہلے ان یہودیوں کو ابتداً راستی کی طرف دعوت دینے کے لئے نصیحت اور مذاکرات کا طریق اختیار کیا۔ آپ نے ان کے سامنے اللہ کی اطاعت کرنے اور انہیں گمراہی سے واپس آنے اور خطرناک راستے سے ہٹنے کے لئے اچھے انداز میں سمجھایا۔ اور وہ طریقہ [illegible] جنگ کا طریق تھا۔ یہ بات کسی پر مخفی نہیں کہ وہ جنگ کی دھمکیاں دیا کرتے تھے۔ حالانکہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم امن و سکون سے رہنے اور ہر قسم کی خونریزی کو روک سکنے کے شدید خواہشمند تھے۔ آپ نے یثرب کے دیگر قبائل کی طرح بنو قینقاع کو اس اجتماع میں مذاکرات کے لئے صرف اسی لئے دعوت دی تھی کہ آپ کو یقین حاصل تھا کہ یہ لوگ اس معاہدہ کو توڑ رہے ہیں جو مسلمانوں کے درمیان طے پا چکا ہے۔ تو یہ سرکشی اور جنگ کی دھمکیاں دیتے ہیں اور امن و امان کو برباد کرنے والی حرکتوں میں ملوث ہیں۔ اس اجتماع میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو قینقاع کو صحیح راہ کی طرف واپس لانے اور مسلمانوں اور تمام یہود یثرب کے درمیان طے شدہ معاہدہ کی وفا پر پابند کرنے کی کوشش کی۔ مگر آپ کے وعظ و نصیحت کی وجہ سے ان کی سرکشی زیادتی اور دشمنی کا طریق ختم کرنے پر آمادہ کیا نہ جا سکا۔ جب قریش نے شکست کھائی تو بنو قینقاع نے سرکشی کا طریق اختیار کیا۔ [illegible] آپ نے انہیں [illegible] یہود [illegible] قریش پر جو عذاب نازل ہو چکا ہے ایسے عذاب سے ڈرو۔ وہ یہ بات سن کر بنو قینقاع نے بعض ایسی باتیں ظاہر کیں جن سے پتہ چلتا تھا کہ وہ ظلم و زیادتی اور سرکشی کے راستے پر چلنے کا عزم کر چکے ہیں۔ [illegible] آپ [illegible]

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

وہ مصیبت یاد دلاتا ہے جو معرکہ بدر کے روز قریش کو پہنچی تھی۔

بنو قینقاع کا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دینا

اس کا مطلب یہ ہے جو [illegible] نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات نصیحت کا جواب [illegible] جس میں [illegible] شامل تھا۔ [illegible] ہے کہ یہودی [illegible] بازار بنی قینقاع میں [illegible] ہوئے ہیں [illegible] کہ جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں نصیحت کی اور انہیں معاہدوں کی پابندی کے لئے اور [illegible] جنگ و جدال کو [illegible] تو انہوں نے جواب میں جنگ کی دھمکی دی بلکہ اس جنگ کے لیے انہوں نے تیاری کا اعلان کر دیا۔ انہوں نے اس کا اظہار یوں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا۔

> کیا آپ ہمیں قریش سمجھتے ہیں۔ یہ بات آپ کو دھوکہ میں نہ ڈالے آپ
> نے ان لوگوں سے جنگ کر کے کامیابی حاصل کی ہے جو جنگ کا علم نہیں رکھتے
> خدا کی قسم اگر ہم نے آپ سے جنگ کی تو آپ کو پتہ چل جائے گا کہ ہم ہی
> میدان کے مرد ہیں[۱]۔

ان کا طرز عمل اور [illegible] حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] ایک تو یہود اور مسلمانوں کی [illegible] آپ کا [illegible] ایک [illegible] آپ نے [illegible] اور [illegible] کے خلاف [illegible] مگر ان کا [illegible] رات [illegible]

بنو قینقاع کا عہد توڑنا

یہودی [illegible] اور [illegible] کے مطابق [illegible] مسلمانوں [illegible] انہیں [illegible] کر [illegible] جنگ کی طرف لانے کی کوشش کرتے رہے۔ یہاں تک کہ انہوں نے اس عہد کو توڑ لیا۔ جو ان کے اور مسلمانوں کے درمیان طے ہو چکا تھا۔ اور فریقین کے درمیان جنگ

---

[۱] سیرت ابن ہشام جلد [illegible] صفحہ [illegible]

ٹھن گئی۔

ابن اسحاق بیان کرتا ہے کہ اس جنگ کا باعث یہ امر ہوا کہ ایک مسلمان عورت مدینہ میں بنو قینقاع کے بازار میں اپنے زیورات بیچنے کے لیے آئی اور جب وہ بیٹھ گئی تو یہودیوں کی ایک یا دو نے اسے مضطرب کرنے اور عورت لرزنے لگی انہوں نے چاہا کہ وہ اپنا چہرہ ننگا کر دے۔ مگر اس نے انکار کیا تو ایک یہودی نے اس کے کپڑے کے ایک کنارے کو اس کی پشت کے ساتھ گرہ لگا دی جس کا اسے علم نہ ہوا۔ پس وہ اٹھی تو اس کی شرمگاہ ننگی ہو گئی اور یہودیوں نے اس سے ہنسی مذاق کیا تو وہ مسلمانوں سے مدد مانگتی ہوئی چلائی۔ ایک مسلمان وہاں موجود تھا اس نے زیادتی کرنے والے یہودی پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا۔ اور یہودیوں نے مسلمان پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا۔ تو ان کے درمیان جنگ چھڑ گئی۔ ابن اسحاق بیان کرتا ہے کہ اس کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کا محاصرہ کر لیا۔ مگر وہ کسی دوسری تفصیلات کا ذکر نہیں کرتا۔

ابن اسحاق کا مناقشہ

لیکن ایک غیر جانبدار محقق کے لیے یہ تسلیم کرنا مشکل ہے کہ یہ انفرادی واقعہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بنو قینقاع کے محاصرہ کا واحد موجب بن گیا۔ ضروری ہے کہ اس قصہ سے بڑھ کر بڑے بڑے واقعات ہوئے ہوں جنہوں نے بنو قینقاع کے محاصرہ اور ان سے جنگ کرنے تک پہنچایا ہو۔

جو شخص حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صبر و حلم اور بردباری کو جانتا ہے وہ یقین رکھتا ہے کہ آپ نے ان یہودیوں کا اس وقت محاصرہ کیا جب آپ کو عہد توڑنے کا یقین ہو گیا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ آپ نے ان کے بازار میں ان کے ساتھ میٹنگ کی اور انہیں انتباہ کیا اور نصیحت بھی کی۔ یہودیوں نے اس عورت کے اس قصہ اور اس جیسے باتوں کو مسلمانوں کے خلاف اعلانِ جنگ کرنے کا ذریعہ بنایا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ انہوں نے اپنے قلعوں میں پناہ لینے میں جلدی کی اور ہر قسم کی گفتگو اور مفاہمت کو ترک کر دیا۔ اور یہ سب کچھ اس منصوبہ اور نیت کے مطابق تھا۔ گویا وہ اس موقع پر چلنے کے لیے تیار ہو چکے تھے۔ جو قریش سے بدر میں کیا تھا، پہلا انہوں نے اس عہد کو توڑ دیا۔

اور ابن اسحاق نے بھی اس کی طرف اشارہ کیا ہے وہ لکھتا ہے کہ :-

جو قینقاع پہلے لوگ ہیں جنہوں نے اس معاہدہ کو توڑا جو ان کے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان تھا اور جنہوں نے بدر و احد کے درمیان جنگ کی مگر اس نے مفصل بیان نہیں کیا کہ انہوں نے کیسے عہد توڑا۔

لیکن قرآن نے (جو ہر بات سے صادق تر ہے) واضح اشارہ کیا ہے کہ جو قینقاع اور مسلمانوں کے درمیان جنگ کا سبب اس عورت کے واقعہ سے بڑا ہے جس کا ذکر ابن اسحاق نے کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ جب قریش نے ظلم و ستم و سرکشی سے مسلمانوں کو تنگ کرنے کے بعد واقعہ بدر میں جنگ کی آگ بھڑکانے کی کوشش کی اسی دوران مدینہ میں یہودیوں کی سرکشی اور ظلم بھی مسلمانوں سے عداوت ظاہر کرنے میں اسی سطح پر تھی قرآن کریم میں بنو قینقاع کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

قل للذین کفروا ستغلبون وتحشرون الی جہنم وبئس المھاد قد کان لکم آیۃ فی فئتین التقتا فئۃ تقاتل فی سبیل اللہ واخری کافرۃ یرونھم مثلیھم رای العین واللہ یؤید بنصرہ من یشاء ان فی ذلک لعبرۃ لاولی الابصار[۱]

ہمارے نزدیک یہ امر مسلّم ہے کہ بنو قینقاع کے بازار کا انفرادی واقعہ ان یہودیوں کے محاصرہ کا واحد سبب نہ تھا بلکہ قرین قیاس یہ ہے کہ یہودیوں کی جانب سے کچھ اور بھی عداوتیں اور معاندانہ حرکات پیش آتی ہوں جن سے مجبور ہو کر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا محاصرہ کیا ہو یا ان کے شر اور جنگ و عداوت کو ایک حد کے اندر رکھیں جو تمام چھوٹی قوم کے حقوق تھیں جن کی کوئی بھی حد مقرر نہ تھی اور یہ ایک عجیب اتفاق ہے کہ جب یہ بنو قینقاع کی جلاوطنی کے متعلق یہ نوٹ مجھے چھپوانے کو بھیجا تو مجھے انگریزی مؤلف ڈاکٹر منٹگمری واٹ کی کتاب کا علم ہوا۔ یہ مؤلف اپنی کتاب (محمد ایٹ مدینہ) کے صفحہ ۲۱۲ پر لکھتا ہے کہ :-

قبیلہ بنو قینقاع کو جلاوطن کرنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ کی مضبوطی کا اہم سبب ہے اور بعض روایات کے مطابق اس جلاوطنی کا سبب یہ ہے

---

[۱] آل عمران ۱۲

بنو قینقاع کے یہودیوں اور بعض مسلمان تاجروں کے درمیان ہو رہی تھی کہ بازار میں معمولی سا جھگڑا ہو گیا۔ اس دوران میں ایک عرب عورت ایک سنار کی دکان پر بیٹھی ہوئی تھی کہ ایک یہودی نے پیچھے سے اس کے کپڑے کے کونے باندھ دیئے۔ وہ اٹھی تو اس کے جسم کا اکثر حصہ ننگا ہو گیا۔ اور یہ دیکھ کر یہودی ہنس پڑے۔ اس موقع پر ایک مسلمان موجود تھا۔ اس نے اس فعل کے مرتکب کو قتل کر دیا اور پھر خود بھی قتل ہو گیا۔

پھر اس واقعہ کے بعد یہودی اپنے قلعوں میں چلے گئے۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چیدہ کارکنوں کے ساتھ ان کا محاصرہ کر لیا۔

منٹگمری واٹ اس روایت پر یہ تبصرہ کرتا ہے کہ۔

"اس واقعہ پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ یہ ایک داستان ہے۔ ایسا کی تمہید میں بہت سی داستانیں ہم جنس عرب کی قبل از اسلام تاریخ میں پڑھتے ہیں۔ ہاں یہودیوں اور مسلمانوں کے درمیان وہاں اس واقعہ سے تنازعہ ہو سکتا ہے۔"

پھر منٹگمری واٹ نام لئے بغیر بیان کرتا ہے

"وہ اسباب جنہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو یہود کے خلاف اقدام کرنے کے فیصلہ تک پہنچایا، معلوم ہوتا ہے وہ اس مرحلہ پر تعصب میں بہت آگے بڑھ رہے تھے۔ یہودیوں نے احد کی ساتھ ہی مدینہ میں کی جانے والی کسی استعداد کا اظہار نہیں کیا۔ اس لیے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا مقاطعہ کرنا مناسب سمجھا۔ اسکے علاوہ وہ ہمیشہ ہی آپ کے ساتھ تعلق منافقت سے پیش آتے تھے۔ اس لیے بہتر تھا کہ احتیاطاً ان کی غداری کرنے سے پہلے کہ وہ آپ کے باہمی معاہدہ کی خلاف ورزی کے باعث آپ کو کوئی صدمہ پہنچا دیں۔"

پھر منٹگمری واٹ ایک اور واقعہ بیان کرتا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو قینقاع کے یہودیوں کے خلاف کارروائی کا سبب بنا۔ وہ لکھتا ہے

"محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا علم تھا کہ قریش مکہ کے ساتھ تجارت کا

دشمنی [illegible] دوستانہ تعلقات [illegible] اس بات کو [illegible] [illegible] کے معاہدات کو ختم کیا جائے جو مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان طے پا چکا تھا۔ [illegible] توڑنے والے [illegible] [illegible] حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرانے کی سازش کے [illegible] آپ کا [illegible] [illegible] و عمل کے مسلمان [illegible] [illegible]

بنو قینقاع کا محاصرہ

جب آپ نے گفتگو اور نصیحت کو بے سود [illegible] تو ان متمرد یہودیوں کا [illegible] [illegible] بغیر [illegible] مسلمانوں کے ساتھ جنگ کے لیے تیار ہونے کے بجائے [illegible] کر لیا۔ [illegible] نے اپنے قلعوں کا [illegible] [illegible] شوال کا واقعہ ہے۔ یہ محاصرہ حضرت حمزہ بن عبد المطلب کی [illegible] پندرہ روز تک [illegible] محاصرہ رہا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب [illegible] [illegible] انہوں نے [illegible] اختیار [illegible] مذاکرات کا [illegible] نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے مذاکرات کیے اور [illegible] [illegible] مذاکرات کا [illegible] [illegible] ان کے متعلق جو چاہیں [illegible] اس بات کا [illegible] یہودیوں کے دو قبیلوں بنو قریظہ اور بنو نضیر [illegible] کے لیے کوئی حرکت نہیں کی۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس کا [illegible] [illegible] بنو قینقاع [illegible] بنو قریظہ اور بنو نضیر [illegible] کے درمیان [illegible]

منافقین اور بنو قینقاع

منافقین [illegible] [illegible] قیادت [illegible] کے ساتھ مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان [illegible] [illegible] [illegible] کے خلاف [illegible]

---

[1] ان [illegible] کی تفصیلات ڈاکٹر حمید اللہ کی کتاب [illegible] [illegible] ملاحظہ کیجیے

[2] [illegible] جلد [illegible]

یہودیوں نے اعتراضات سے مسلمانوں کو تنگ کرنا شروع کر دیا۔ جب ان کے یہ فتنے حد سے بڑھ گئے تو بنو قینقاع جو شر و فساد پھیلانے میں سب سے آگے تھے ان کا محاصرہ ہو گیا۔ یہ لوگ عظیم منافق عبداللہ بن ابی بن سلول کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے اس کی ضیافت سے متعلق ہوتا تھا۔ بنو قینقاع چونکہ حلیف خزرج کا ایک حصہ ہونے کی وجہ سے اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بڑی منت سے اصرار کیا کہ آپ بنو قینقاع کے یہودیوں کے حق میں رہائی کا حکم صادر فرمائیں۔ مگر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی عرض داشت پر توجہ نہ دی۔ مگر عبداللہ بن ابی کی بار بار کی کوششوں اور اصرار پر بالآخر آپ نے ان یہودیوں کے متعلق یہ فیصلہ صادر فرمایا کہ وہ مدینہ سے جہاں چاہیں چلے جائیں۔ چنانچہ وہ اپنی جانوں اور اموال (جس قدر وہ لے جا سکتے تھے) کے متعلق بے خوف ہو کر شام کی طرف جلاوطن ہو گئے۔ ان کی جلاوطنی سے مدینہ ان کے عنصر سے پاک ہو گیا۔ جو کہ یہ سب سے خطرناک یہودی عنصر شمار ہوتا تھا۔

بنو قینقاع کے یہودیوں کی معافی کے متعلق منافقین کے سردار کا اصرار اور سفارش کا واقعہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اور آپ کی رحم دلی کو حد تک پہنچ گیا جس سے ایک تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حلم اور چشم پوشی ان لوگوں کے مقابلہ میں کس حد تک پہنچی ہوئی تھی۔ جن کا مقصد آپ کو اور آپ کی دعوت کو ختم کرنا تھا اس واقعہ کا بیان کرنا اس سبب سے معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس میں امت کے لئے بڑی ہدایت اور نصیحت بہت بڑی سبق ہے۔

منافقین کے سردار کی سفارش میں کامیابی

ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ جب بنو قینقاع کے یہودیوں نے جو شر و فساد پر ہٹ دھرمی اختیار کر رکھا تھا وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں مغلوب ہو گئے تو آپ ان کے متعلق کوئی فیصلہ کرنے لگے تو منافقین کے سردار عبداللہ بن ابی بن سلول آپ کے پاس جا کر کہنے لگا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے دوستوں اور حلیفوں سے اچھا سلوک کرنا۔ آپ نے اس سے منہ پھیر لیا تو اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زرہ کی جیب میں ہاتھ ڈالا تو آپ کا رنگ بدل گیا۔ اور آپ نے ابن ابی

سے کہا مجھے چھوڑ دو یعنی میری زرہ سے اپنا ہاتھ نکال لو اور آپ ناراض ہو گئے یہاں تک کہ لوگوں نے آپ کے چہرے پر ناراضگی کے آثار دیکھے۔ پھر آپ نے دوبارہ ناراض ہو کر فرمایا تیرا برا ہو مجھے چھوڑ دے۔ مگر منافقین کے سردار نے آپ کی بات نہ مانی بلکہ آپکی زرہ سے چمٹا رہا اور یہودیوں کے متعلق معافی طلب کرتے ہوئے اصرار کرتے ہوئے کہنے لگا

> خدا کی قسم جب تک آپ میرے دوستوں کے ساتھ اچھا سلوک نہ کریں گے میں آپ کو نہیں چھوڑوں گا۔ چار سو ننگے سر والے اور تین سو زرہ پوشوں نے مجھے احمر و اسود سے روکے رکھا ہے۔ آپ ان کو ایک صبح کو کاٹ کر رکھ دیں گے۔ خدا کی قسم میں وہ آدمی ہوں جو گردش زمانہ سے خائف ہوں۔

اس طرح اصرار کی وجہ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو منافقین کے سردار کی بات کو قبول کیے بغیر کوئی چارہ کار نظر نہ آیا۔ اور آپ نے ان کے یہودی حلیفوں کو یہ کہتے ہوئے معاف فرما دیا۔ جاؤ تیرے ہوئے۔

اس طرح منافقین کے سردار نے سرکشی اور تکبر سے بنو قینقاع کے خون کو محفوظ کر لیا حالانکہ وہ اپنی سرکشی۔ عہد شکنی اور تمرد کی سزا یعنی موت کے مستحق ہو چکے تھے۔ اس کے بعد انہوں نے یثرب کو صحیح سلامت چھوڑ دیا۔

یہودیوں کا سب سے بڑا باغی

بنو قینقاع کے یہودیوں پر جو سزا نافذ ہوئی اس سے باقی یہودیوں نے کوئی نصیحت حاصل نہ کی۔ حالانکہ وہ یثرب کے یہودیوں میں سب سے بہادر تھے لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ اس خوفناک طریقے کے علاوہ اپنے ارادہ غلط کو حاصل نہیں کر سکتے تو وہ اسلام کے خلاف تدبیر کرنے اور اسے جڑ سے ختم کرنے میں زیادہ بڑھ گئے۔

یثرب کے یہودیوں کا سب سے بڑا باغی اور مفسد یہودی سردار کعب بن اشرف سب یہودیوں سے بڑھ کر مسلمانوں کا استخفاف کرتا اور انہیں چیلنج دیتا تھا۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ ایذا دیا کرتا۔ اور ان پر لوگوں کو آمادہ کیا کرتا تھا۔ وہ بہت اچھا شاعر تھا اور شعروں کے ذریعہ مسلمانوں کے اصحاب کی ہجو کرتا اور ان کی عورتوں کی تشبیب

لیلیٰ اور ام فضل کے نام لے کر عشقیہ کہتا تھا۔

یہ یہودی کا نسب عرب کے طے قبیلے سے ملتا تھا اور اس کی ماں بنی نضیر کے یہودیوں میں سے تھی۔ اور مدینہ کی ایک جانب وادی مہزور کے جنوب میں اس کا ایک مضبوط قلعہ تھا۔ اس قلعے میں پانی بھی تھا اور اس میں اس کی احتیاط کے اعتبار کی ضرورت کی ہر چیز اسلحہ اور غلہ موجود تھا۔

باغی کا عہد توڑنا

بدر کے عظیم معرکے میں مسلمانوں کی فتح، کعب کے نقض عہد اور مسلمانوں سے نبرد آزمائی کی کوشش کا پہلا باعث تھا۔ اس یہودی کو جیسے اطلاع ملی کہ مسلمانوں کو جنگ بدر میں فتح حاصل ہوئی ہے اور اس نے دیکھا کہ زید بن حارثہ اور عبداللہ بن رواحہ[1] جنہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ والوں کو فتح کی خوشخبری دینے کے لیے بھیجا تھا، مسلمانوں کو فتح کی خوشخبری دے رہے ہیں۔ نیز کعب نے ان قریشی لیڈروں کے نام سنے جو جنگ میں قتل ہو گئے تھے۔ تو اس نے غصے سے کہا کیا یہ سچ ہے۔ کیا ان لوگوں کا یہ دونوں نام لے رہے ہیں، نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو قتل کر دیا ہے۔ یہ عرب کے اشراف اور لوگوں کے بادشاہ ہیں۔ خدا کی قسم اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو مار دیا ہے تو زمین کا بطن اس کے ظاہر سے بہتر ہے[2]

مسلمانوں کے خلاف اکسانا

باوجودیکہ مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ کیا جا چکا تھا، اس معاہدہ کی پابندی کے بموجب یہودیوں کو مسلمانوں کے دشمن جیسے قریش کی تائید و امداد نہیں کرنی چاہئے تھی۔ اور باوجود اس کے کہ یہودیوں نے عہد ادا کرنے کے بعد مسلمانوں سے صرف عہد کی پاسداری کرنے اور یہودیوں کو کسی قسم کی ایذا رسانی کرتے نہ دیکھا تھا۔ اس باغی کعب بن اشرف کے کالے کینہ اور عہد شکنی نے جوش مارا اور اس نے تمام معاہدات و مواثیق کو دیوار کے ایک گوشے میں رکھ دیا۔ اور حسد و سرکشی سے

---

[1] ان دونوں کے حالات ماخذ ۲ ب ج ۲ ص ۹ وغیرہ میں دیکھئے۔

[2] ابن ہشام جلد ۲ صفحہ ۵۱

مسلمانوں سے انتقام لینے کی ٹھان لی۔

باغی مکہ میں کیونکہ وہ اکیلا مسلمانوں کے خلاف کوئی فیصلہ کن معرکہ شروع کرنے سے قاصر تھا۔ یہیں وہ مدینہ چھوڑ کر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف پراپیگنڈہ کرنے اور مسلمانوں کے خلاف جنگ برپا کرنے کی ترغیب دینے کے لیے نکلا۔ اس غرض سے سفر میں وہ قریش کے قائد مکہ میں جا پہنچا اور ان کے لیڈروں سے ملاقاتیں کرنے لگا۔ فقروں اور اشعار کے ساتھ اپنی گفتگوؤں میں انہیں معرکہ بدر میں ان کے سرداروں کے قتل ہو جانے کو یاد کرانے لگا۔ اس طرح وہ ان سے کہہ کر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف پراپیگنڈہ کرنے لگا۔ اور ان کے دلوں میں مسلمانوں کے خلاف انتقام کے جذبات بھڑکانے کے لیے ان کی حوصلہ افزائی کرنے لگا۔

اس نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف قریش کو ابھارنے کے لیے تمام طریقے اختیار کیے۔ حتیٰ کہ اس نے اشعار کو بھی بھڑکانے کا ذریعہ بنایا اور وہ ایک اچھا شاعر تھا۔ اور وہ اپنے پراپیگنڈہ کرنے والے اشعار کے ذریعے قریش کی مجالس میں پھرتا پھرتا ان کے دلوں کے پوشیدہ کینوں کو ابھارنے لگا۔ اور معرکہ بدر میں ان کے مقتول سرداروں کو انہیں یاد کرانے لگا۔ اور مکہ میں اس نے جو اشعار کہے ان میں بدر کے قریشی مقتولوں کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے۔

"بدر کی چکی نے بدر والوں کو پیس دیا۔ اس جیسے واقعات پر رونا اور آنسو بہانا چاہیے۔ لوگوں کے سردار اپنے حوضوں کے ارد گرد قتل ہو گئے۔ تم ہلاک نہ ہو۔ بادشاہ قتل ہوا کرتے ہیں۔ کتنے ہی سفید رو، بزرگ اور خوش شکل سردار مارے گئے جن کے پاس تباہ حال لوگ پناہ لیا کرتے تھے۔ جب ستارے وہ سخاوت کرتے تو وہ کشادہ دستی سے کام لیتے۔ اور لوگوں کے بوجھ اٹھاتے سرداری کرتے اور چوتھائی حصہ لیتے۔ لوگ کہتے ہیں ابن اشرف کی مصیبت سے خوش ہوں۔ ابن اشرف جزبہ خوش کر دیا ہے۔ کاش جس گھڑی وہ قتل ہوئے زمین اپنے اہل کے ساتھ پھٹ جاتی۔"

پھر اس نے خاص طور پر ابو جہل کا مرثیہ کہتے ہوئے کہا:

"مجھے بتایا گیا ہے کہ تمام بنی مغیرہ ابوالحکم کے قتل سے ذلیل اور ہلکے ہو گئے ہیں۔"

اس کے علاوہ بھی اس نے نظم و نثر میں بہت کچھ کہا ہے۔

بلاشبہ فصیح شعر عربوں کے دلوں کو متاثر کرنے کا سب سے بڑا مؤثر ذریعہ ہے۔ شعر کو شاعر کی مرضی کے مطابق لوگوں کے دلوں میں تحریک کرنے اور جذبات کو ابھارنے میں بڑا دخل حاصل ہوتا ہے اور خصوصاً اس دور میں جب عرب بغیر کسی استعداد کے شعر کے ذوق اور فہم اور فصاحت میں صدر درجہ کو پہنچے ہوئے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ بلاغت کے میدان میں نہایت حساس اور متاثر ہونے والے تھے اس میں کچھ شبہ نہیں کہ قبائل کے درمیان چکر لگانے میں کعب بن اشرف کی گفتگوؤں اور ترغیبات کے علاوہ اس کے اشعار کا بھی بڑا ہیجان خیز اثر ہوا۔

اور اس امر میں بھی کچھ شبہ نہیں کہ کعب بن اشرف کا یہ ترغیبی عمل معرکہ اُحد کا تمہیدی عمل یا وہ کارگر عمل ہے جس نے اس فیصلہ کن معرکہ کی تیاری کا ایک اہم پارٹ ادا کیا ہے۔ معرکہ بدر کے تقریباً ایک سال بعد قریش، یثرب پر [illegible] مسلمانوں سے [illegible] آگئے تھے۔ ابھی یہ خبیث یہودی مکہ سے واپس نہیں لوٹا تھا کہ مکہ میں یہ فیصلہ ہو گیا کہ مسلمانوں کے گھر کے صحن میں ان سے جنگ کی جائے۔ اور بلاشبہ کعب بن اشرف نے قریش سے معاہدہ کیا کہ جب وہ مسلمانوں سے جنگ کے لیے تیار ہوں گے۔ تو وہ ان کی مدد کے لیے ہاتھ بڑھا دے گا۔ مگر خدا تعالیٰ معرکہ احد کے برپا ہونے سے قبل ہی اس کی روح کو جلد دوزخ میں لے گیا۔

یہودی باغی کا قتل

یہ واقعہ اس طرح ہوا کہ جب کعب مدینہ واپس آیا تو اس کا شر بڑھ گیا اور مسلمانوں کے وجود کے لیے اس کے خطرہ ہونے کی [illegible] ہو گئی۔ کیونکہ وہ تمام یثرب کی سلامتی کے لیے خطرہ بن گیا تھا۔ اس لیے کہ وہ مسلمانوں کے خلاف کھلم کھلا ترغیبات اور تحریکات کرنے لگا اور اس کی پُرشور [illegible] مدینے والی [illegible] برپا کرنے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جنگ کرنے کی ترغیب دینے لگا۔[1]

---

[1] کتاب مغازی رسول اللہ علیہ السلام صفحہ ۲۲۳ از سید عبدالعزیز [illegible] میں لکھا ہے کہ جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (بقیہ حاشیہ [illegible])

آپ نے اس باغی اور جابر یہودی کے چیلنجوں، دھمکیوں اور ایذا رسانیوں پر طویل زمانہ صبر کیا۔ حالانکہ اس نے نبی اور آپ کے اصحاب سے سوائے عہد کی پاسداری اور کچھ نہ دیکھا تھا۔

اور جب کعب بن اشرف عہد شکنی اور علانیہ دشمنی اور جنگی تیاریاں اور اس پر ترغیب کے اس مقام تک جا پہنچا جس سے ہوتے ہوئے کوئی شبہ باقی نہیں رہتا تو حضور علیہ السلام نے دیکھا کہ اس یہودی کی سرکشی کو روکنا ضروری ہے تاکہ یثرب کا معاشرہ اس کے شر سے نجات پا سکے کیونکہ اس کا اس طرح آزادانہ جنگ کی ترغیب دیتے پھرنا اور لوگوں کو برانگیختہ کرنے کے لیے کلام کرنا یثرب کو دائمی اضطراب میں مبتلا کر سکتا تھا اس لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عہد شکن اور متمرد یہودی کے قتل کا فیصلہ کیا اور اس کے قتل کے لیے محمد ابن مسلمہ کو مقرر کیا اس نے چند انصاری نوجوانوں کے ساتھ جا کر اسے گھر سے باہر ہی قتل کر دیا جیسا کہ اس کا تذکرہ پہلے بنی نضیر کی تشریح میں گزر چکا ہے۔

باغی کے قتل کے بعد یہودیوں کی خاموشی

بقیہ یہودیوں کو سکون ہو گیا اور وہ گھبراہٹ سے جھوٹی خبریں پھیلاتے ہوئے دوبارہ اپنے محلوں میں گھس گئے اور پیچ و تاب کھانے لگے جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا [illegible]

---

(۱) [illegible] کعب بن اشرف [illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] [illegible] بیٹے [illegible] تو [illegible] پاس [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] ان [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] آپ [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] تھا۔

کرنے والی کوششوں کے مقابلے میں یہ دفاعی اقدامات اختیار کیے جو مصلحتِ اُمت کے متقاضی تھے اور جن میں ہر تخریب کار غدار کے مقابلہ میں اختیار کرنے کو قرآن نص صریحہ واجب کرتی ہے قرآن پر غور کیجیے۔ یہ نص عہد شکنی اور غداری کی بنیاد ڈالنے اور عہد ختم کرنے اور اس کی حرکت کو اس کے خطرے کے پھیلنے سے قبل ختم کرنے کو واجب کرتی ہے۔

واما تخافن من قوم خیانۃ فانبذ الیہم علی سواء ان اللہ لا یحب الخائنین[1]

جو قبیلے کے عہد شکن یہودیوں کا محاصرہ کرنا پھر انہیں مدینہ سے جلا وطن کرنا اور عہد شکنی اور حتمی دو ٹوک غداری کی سزا میں قتل کرنا ایک سخت سبق تھا جسے یہودیوں نے اچھی طرح یاد رکھا پس انہوں نے عاجزی اختیار کر لی کیونکہ انہیں یقین ہو گیا تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم علاقے کے امن و استقرار اور دعوت توحید کو تخریب کاروں کی خرابی اور ان کے خطرے سے محفوظ رکھنے کے ذمہ دار ہیں اور جب نرمی، رواداری، نصیحت اور سمجھانے کوئی فائدہ نہ دیا تو وہ امن و استقرار سے کھیلنے والوں اور معاہدات کا احترام نہ کرنے والوں کے مقابلہ میں طاقت کے استعمال کا طریقہ اختیار کریں گے۔ یہ لوگ معاہدات کا احترام اسی وقت کرتے ہیں جب انہیں اس کی ضرورت ہوتی ہے۔

مدینہ میں حالات کا معمول پر ہونا

ان سریوں اور غزوات کی مہمات کے بعد جن میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تخریب کاری، غداری اور عہد شکنی کے اصولوں پر ضرب لگائی، یہودیوں نے اطاعت اختیار کر لی اور ایک عرصہ تک انہوں نے کسی قسم کی تخریبی کارروائی کا ارادہ نہ کیا۔ اور یہودیوں اور منافقوں کے خاموشی اختیار کر لینے کے بعد تمام عرصہ میں مدینہ کے حالات درست ہو گئے۔ نیز انہوں نے یہ اظہار بھی کیا کہ وہ اپنے عہد کے پابند ہیں۔

اس دور میں مسلمانوں نے مدینہ سے باہر پیدا ہونے والی متوقع دھمکیوں کے مقابلے کے لیے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو موقع فراہم کیا بالخصوص ان اعراب کی دھمکیوں کے مقابلے کے

---

[1] سورۃ الانفال آیت ۵۸۔

یہ جو یثرب کو گھیرے ہوئے تھے اور ان قریش کے مقابلہ کے لیے مدینہ کے متعلق مسلمانوں نے دل میں یہ بات اپنی [illegible] طرح [illegible] سے بڑی خاموشی سے ہو گئے ان کی قوت پر [illegible] نازل ہوئی تھی جس نے ان کے سرداروں کو خاک میں ملا دیا تھا۔ جس سے تمام جزیرہ عرب پر ان کے سیاسی اور روحانی تسلط کو [illegible] دی تھی۔ اور یہ مسلمانوں کے خلاف دیتی: تقابل جنگ کا ایک مزید [illegible] ہے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور بیرونی خطرہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت سرعت و حکمت اور عزم و ثبات سے بیرونی خطرات کا مقابلہ کیا۔ بیرونی قبائل کے دل [illegible] سے یثرب کے اندر [illegible] ان کے قائم کرنے کے بعد آپ نے بیرونی دشمنوں کے مقابلہ کے لیے پیش قدمی کی [illegible] آپ نے خود [illegible] دستے [illegible] عرب [illegible] کے مقابلہ میں بھیجے [illegible] مشرقی جانب تھے [illegible] آپ نے قریش [illegible] جو ابو سفیان کی سرکردگی میں [illegible] تھے [illegible] حکم نے [illegible] تھی ناکارہ [illegible] سلطنت کی کمزوری [illegible] سے [illegible]۔

پانچوں بیرونی دستوں کی قیادت حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام زید بن حارثہ کی [illegible] دستے نے قریش کے [illegible] قافلہ [illegible] جو مدینہ کے مشرق [illegible] شام سے مکہ کے راستے پر [illegible] تھا۔

ان پانچوں دستوں میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پوری کامیابی حاصل ہوئی۔ اور بیرونی قبائل کے دلوں پر [illegible] اثر ہوا اور منافقین کے دلوں پر بھی ہیبت چھا گئی۔ آپ [illegible] پیش [illegible] اور [illegible] کرنے والا [illegible] ان کے [illegible] ان کی [illegible] پر [illegible]۔ اسی طرح آپ نے قریش پر حملہ کر کے ان کو عظیم [illegible] نقصانات پہنچائے جس سے قریش کو کمزور کر دیا۔

احد کی شکست کے بعد کا موقف

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شاندار [illegible] اور نمایاں فتوحات اس زمانے میں حاصل کیں جو معرکہ بدر اور سانحۂ احد کا درمیانی زمانہ ہے۔ جب اسلامی فوج کو معرکہ احد میں تکلیف دہ شکست ہوئی جس کے باعث مسلمانوں کے بہترین ستر جانثار جب کھیت رہے [illegible] بہت ضرورت تھی تو یہودیوں نے بھی مسلمانوں سے چھیڑ چھاڑ کرنے کی ٹھانی۔ اس شکست کے بعد نئے سرے سے یہودیوں کے دلوں میں عہد شکنی اور غداری کے پوشیدہ ارادوں نے انگڑائی لی اور اس شکست نے ان کو حوصلہ فراہم کی۔ مسلمانوں کے دلوں میں ہیجان پیدا کر دی۔ اقتصادی حالت اس طرح خراب ہو گئی کہ بیر معونہ اسلامی جماعت پر احد کی شکست کے چند ماہ بعد یہ مصیبتیں اٹھانی پڑیں۔ ان دونوں مصیبتوں میں تجربہ کار مبلغین عرب کے ہاتھوں ستر سے زیادہ آدمی دھوکے سے قتل ہو گئے۔ جیسا کہ ہم نے اپنی کتاب غزوۂ احزاب کی فصل اول میں واقعہ رجیع اور بیر معونہ میں مفصل بیان کیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں نے ان غم انگیز واقعات کی وجہ سے ایک سال میں ایک سو بیس سے زیادہ مسلح قوتوں کو کھو دیا۔ اور جب یہ پتہ چلتا ہے کہ دور اسلامی فوج کی کل تعداد ان قیمتی غزوات میں تین سو جانبازوں سے زیادہ نہ تھی تو یہ نقصان بڑا خوفناک اور گھبراہٹ پیدا کرنے والا لگتا ہے۔

نئے سرے سے یہودیوں کی سرگرمیاں

آپ جانتے ہیں کہ [illegible] کے یہودیوں کی جو [illegible] قریظہ [illegible] کردہ عہد جدید کے خلاف اپنی گھناؤنی سرگرمیوں کو دوبارہ شروع کر دیا بس وہ نئے سرے سے انگڑائیاں لینے لگے۔ اور انہوں نے منافقین سے رابطہ پیدا کیا۔ [illegible] مسلمانوں کے خلاف سازشیں اور دسیسہ کاریاں کرنے لگے خصوصاً حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف۔ اور انہوں نے دوسری بار ثابت کر دیا کہ جو معاہدات وہ دوسروں سے کرتے ہیں ان کی نظر میں ان کی حیثیت کاغذ پر سیاہی کی ہوتی ہے جب وہ معاہدات ان کے مفاد میں آتے ہیں تو اس کی پابندی کرتے ہیں۔ اور اس وقت تک اس کی پابندی کرتے ہیں جب تک ان کو اس کی ضرورت ہوتی ہے۔

بنو نضیر کی عہد شکنی

اس واقعہ بنو نضیر کے تیرہ یہودی قبائل بنو نضیر نے جو مسلمانوں سے غداری کر کے مدینہ سے اپنا خاتمہ کرنے کی سبیل کی تھی وہ خیبر چلے گئے تھے۔ شمال اور خونریزی کرنے اور تمام مسلمانوں سے اعلان جنگ کرنے کی تدبیر سوچ رہے تھے۔ اس امر میں ان کو ابو سفیان کی بہت سی کی کیونکہ اسلامی افواج کو غزوۂ مریسیع اور مجموعہ میں زبردست نقصان اٹھانے پڑے۔ ان کے علاوہ معرکہ احد میں جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ہے جو یہودی فطرت کا مقابلہ کر سکے تھے جن کی اصلاح کا کام آپ نے قرآن کی حجت پر شروع کر دیا۔ یہ حضرات ان مجوسی اور کفار کے اعراب کی جانب سے بھی مجبور تھے۔ یہودیوں کی طرح مسلمانوں کے خلاف اپنی سرگرمیاں تعاون سے شروع کر دی تھیں۔ ان کا خیال تھا کہ مسلمانوں کو جنگ احد کی شکست سے جو کمزوری ہوئی ہے پہلے وہ اس لیے دوبارہ میدان میں نہیں بیٹھ سکیں گے۔

یہ اعراب نجد سے بھی مدینہ اور مدینہ کے مذہب کی وجہ سے کٹھی کر کے مسلمانوں کو ختم کرنے اور مدینہ کے اموال لوٹنے اور عورتوں پر قبضہ کرنے کے لیے مدینہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کرنے لگے۔ جب یہ خبریں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچیں تو آپ نے ان کو دور کرنے اور قریش کے غیر حرکت ہونے سے قبل ان کے اکٹھا ہونے کی جگہ پر ان کو ختم کرنے کا بڑا اہتمام کرنا پڑا۔ آپ نے ان اسود کو ختم کرنے اور ان کے خطرہ سے بچنے کے لیے اپنے ایک صحابی کی قیادت میں ایک دستہ بھیجا۔ پھر آپ نے اپنے اصحاب میں سے ایک صاحب کو ان کی طرف بھیجا کہ وہ جا کر ان کے سالار کو ان کی فوجوں کے روانہ ہونے سے قبل قتل کر دے۔ اس طرح حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر دو جنگ کے خطرے سے بچنے میں کامیاب ہو گئے کیونکہ آپ کی فوجی سیادت نے اس قبیلے کے سرداروں کو ختم کر دیا اور تمام قبائل سے لڑنے سے پہلے ہی ان کی قوت کو ختم کر دیا۔ اصحاب کے تیار ہونے سے پہلے ان کے سالار کو جو ان کی افواج کے مدینہ کی طرف روانہ کرنے سے قبل ہی قتل کر دیا جس سے قبائل اور ان کے حلیفوں میں بھگدڑ پڑ گئی اور وہ مدینہ پر حملہ کرنے سے رک گئے۔ عنوان

ان اقدامات کی تفصیل ہماری کتاب "رسول اکرم" کے باب "ان" میں دیکھئے۔

سریے اور کامیاب کارروائیوں سے زمین کے ذریعے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیرونی خطرات کو دور کیا۔ جس وقت جنگ خندق کا دور ابھی بہت دور تھا نہ پڑا اثر اور مسلمانوں کے خلاف اپنی تحریکی اور دشمنانہ کارروائیوں کو مسلسل جاری رکھے ہوئے تھے۔ ان بد قول ... غم انگیز واقعات کے حالات بیان کریں گے جو احد کی شکست کے بعد چند مہینوں میں مسلمانوں کو پیش آئے تھے۔

بئر معونہ کا درد انگیز واقعہ

ہجرت کے تیسرے سال صفر کے مہینے میں جنگ احد سے تقریباً چار ماہ بعد مسلمانوں پر ایک فوری کی مصیبت نازل ہوئی جو کسی طرح بھی احد کی مصیبت سے کم نہ تھی۔ نجد سے بنی عامر کا ایک سردار جس کا نام ابو براء عامر تھا اور جس کا لقب ملاعب الاسنہ تھا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور اس نے آپ کی عجیب انگیز باتیں سنیں تو سلام قبول کیا لیکن اسلام سے دوری نہ دکھائی۔ پھر اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ اپنے اصحاب کی ایک جماعت نجد کی طرف بھیجیں جو لوگوں کو اسلام کی دعوت دے اور اس کے حقائق و صداقت کو لوگوں پر واضح کرے۔ شاید وہ اسے قبول کر لیں۔

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کے بارے میں اس خوف کا اظہار کیا کہ اہل نجد ان سے بدسلوکی کریں گے تو عامر سردار نے اعلان کیا کہ وہ جب تک وہاں رہیں گے اس کی پناہ میں ہوں گے۔ اور عربوں کے ہاں پناہ کی بڑی عظمت ہوتی ہے اور وہ امن و پناہ کا احترام کرتے ہیں اور جس شخص کو وہ پناہ دیتے ہیں اس کے لیے اپنی جان قربان کر دیتے ہیں۔

چونکہ ملاعب الاسنہ بنی عامر کے عظیم لیڈروں میں سے تھا اور اپنی بات کا پکا بھی تھا اس لیے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطمینان ہو گیا اور آپ نے اس کی تجویز سے اتفاق کیا۔ اور اس کی تائید میں اپنے ستر جلیل القدر صحابہ کو جو بڑے عالم اور قاری تھے۔ دعوت اسلام کے سلسلہ میں بنی عامر کی طرف بھیجا تاکہ اسلام کو پھیلانے کا کام ... دیا۔ لیکن دشمن خدا عامر بن طفیل عامری جو ایک کم ظرف اور سنگدل بت پرست نوجوان تھا اپنی قوم کے بعض افراد اور بعض دیگر قبائل کی جن کی تعداد ایک ہزار تھی۔ ... مسلمانوں سے

بدعہدی کی جاتا مگر وہ سب کے بچاؤ پر وہیں تھے۔ انہوں نے اچانک ان پر حملہ کر دیا اور ان کی جانباز رضاکاران خدمت کے جوان سب کو قتل کر دیا۔

مصیبت کے اثرات

اس دور دو تکلیف دہ واقعات سے جب کہ اسلامی معاشرہ دوچار ہو گیا اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس سے بہت متاثر ہوئے مگر منافقین اور یہودیوں کو اس سے بڑی خوشی ہوئی اور اس خوشی کے اثرات خصوصاً بنی نضیر کے یہودیوں کے مخصوص رویے میں جھلکنے لگے اور ان کے دلوں میں بغض، عہد شکنی اور منافقت کے جذبات بھڑکنے لگے اور وہ اس ... تیزی دکھانے لگے۔ اور دوبارہ اپنی خبیث سازشوں میں مصروف ہو گئے۔ اور نجد کے علاقے میں مسلمانوں پر جو جدید مصیبت نازل ہوئی اس سے فائدہ حاصل کرنے لگے۔ ہم نے اس وقت ... ان کے دلوں میں وسعت پیدا کر دی اور اسی طرح کی ایک اور مصیبت ان کے بعد بمقام الرجیع میں نازل ہوئی۔

ان یہودیوں کی جرأت یہاں تک بڑھی کہ انہوں نے ... دیکھ لیا کہ ... جرم کے ارتکاب کا منصوبہ بنایا۔ اور وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنا تھا۔ جس کے لیے بنی عامر سے جو تکلیف پہنچی اس نے بنو نضیر کے یہودیوں کو موقع فراہم کیا اور انہوں نے اپنے گھروں میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے ناپاک منصوبے کا پختہ ارادہ کر لیا۔ مسلمانوں کا ایک آدمی عمرو بن امیہ ضمری جو مصیبت سے بچ نکلا تھا اس نے بنی عامر کے ان دو آدمیوں کو قتل کر دیا جو ... تھے جو بدعہدی کرنے میں شامل تھے۔ اس کا خیال تھا کہ اس نے مسلمانوں کا بدلہ لے لیا ہے۔ اسے اس بات کا علم نہ تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو امان دی ہوئی ہے۔ حالانکہ وہ دونوں مشرک تھے اور اسی قبیلے سے تعلق رکھتے تھے جس کے آدمیوں نے ستر صحابہ سے بدعہدی کی تھی۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دیار بنی نضیر میں

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی کہ آپ نقد ادا اور تمام معاہدات کی تکمیل پوری کرتے تھے۔ آپ نے ان دونوں عامریوں کے خون بہا جو غلطی سے قتل ہو گئے تھے رائیگاں نہیں جانے دیا۔ اسی قسم کی حالت کے معاہدات کے اصول کے مطابق

آپ نے فیصلہ کیا کہ ان دونوں کی دیت ان کے قبیلہ کو دی جائے۔ بنی عامر بھی جو آپ کے ستر صحابہ کے ساتھ بدعہدی کرنے میں شامل تھے۔ حالانکہ وہ تو ان کے سردار ملاعب الاسنہ کی پناہ میں تھے۔

اسی مناسبت سے اللہ تعالیٰ کی مشیت یہ تھی کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کی ایک چھوٹی سی جماعت کے ساتھ دیار بنی نضیر میں جائیں جو مدینے کی دو میل کے فاصلہ پر تھے۔ آپ ان کے پاس بغیر مسلح ہو کر جنگ کی تیاری کے بغیر گئے کیونکہ آپ کے اور ان کے درمیان عدم جنگ کا معاہدہ تھا۔ بلکہ مدینے کے مشترکہ دفاع کا بھی معاہدہ تھا۔ اس لئے آپ مطمئن ہو کر ان کے پاس گئے۔ آپ یہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ وہ آپ کو کوئی گزند پہنچائیں گے۔

دیار بنی نضیر میں جانے کا سبب یہ تھا کہ ان یہودیوں کے ساتھ آئین کے ایک حصے کی رو سے، ان کے اور مسلمانوں کے معاہدے کے ہونے کی رو سے بات چیت کی جائے کہ وہ ان دو عامری مقتولوں کی دیت کی ادائیگی کی جائے۔ جنہیں عمرو بن امیہ ضمری نے عہد کا علم نہ ہونے کی وجہ سے قتل کر دیا تھا۔

عظیم موقع

جب یہ بات معلوم ہو گئی کہ یہودی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کرنے اور بغیر جنگ کے آپ کی ذات سے نجات حاصل کرنے کے لئے مناسب موقع کی تلاش میں تھے کیونکہ وہ یثرب میں مسلمانوں کے خلاف اس قسم کی جنگ کی خصوصیت سے بہت ڈرتے تھے یہی وجہ ہے کہ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کی ایک چھوٹی سی جماعت کے ساتھ ان کے گھروں تک پہنچے تو ان مجرم یہودیوں کو بہت بڑا موقع ہاتھ آ گیا۔ اور انہوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا۔ اور انہوں نے فوراً اس موقع سے فائدہ اٹھانا شروع کر دیا۔ اور جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو قتیل عامریوں کی دیت کے متعلق ان سے گفتگو کا آغاز کیا تو انہوں نے آپ کے مطالبہ کو قبول کرنے میں آمادگی ظاہر کیا اور کہنے لگے جی ہاں اے ابوالقاسم! آپ نے جس امر کی ہم سے مدد طلب کی ہے ہم اس میں آپ کی مدد کریں گے۔ ۱؎

۱؎ سیرۃ ابن ہشام جلد ۳ صفحہ ۱۹۰

ان یہودیوں کی طرف سے [illegible] کا یہ اعلان ایک دھوکہ تھا جس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مطمئن ہو کر ان کے گھروں پر تشریف لائیں۔ تاکہ وہ مدینہ سے دور ان کے قتل پر قدرت حاصل کرلیں اور غالباً انہوں نے اپنے جنگی منصوبہ کی تنفیذ کے بعد کا کام شروع کر دیا۔ جیسے انہوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے لیے تیار کیا تھا۔ اور اس حال کو پہنچنے کا کام ضروری نہ کیا بجز دو علم غیب کی وجہ کہ وہ نبی کی حقیقت کے طور پر انہوں نے پیش کرنے کا وعدہ کیا تھا، مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو دھوکہ اور حضور علیہ السلام پر حقیقت واضح کر دی اور حضور علیہ السلام بھی سمجھ گئے کہ وہ آپ کے قتل کی مخفی سازش کر رہے ہیں۔ پس اللہ نے آپ کو اس سازش کے شر سے بچا لیا اور وہ اس طرح کہ قبل اس کے کہ یہودی اپنے غداری اور بد عہدی کے منصوبہ کی تنفیذ کی قدرت پاتے آپ نے نہایت جلدی کے ساتھ ان یہودیوں کے گھروں کو چھوڑنے کی طاقت حاصل کر لی۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہنچتے ہی بنی نضیر کے یہودیوں نے ایک میٹنگ کی۔ اور اس میٹنگ میں آپ کے قتل کرنے کے بعد آپ سے نجات حاصل کرنے کے موضوع پر بحث کی۔ انہوں نے آپ کے مدینہ سے اکیلے دور ہونے کو غنیمت جانا اور اسی وقت آپ کے قتل کی تجویز پیش کرنے والے ایک آدمی نے کہا (اور میرے خیال میں وہ حیی بن اخطب تھا)

"خدا کی قسم تم اس آدمی کو اس جیسی حالت میں کبھی نہ پاؤ گے"[1]

جو ایک شخص نے (میرے خیال میں وہ ابن سعد ہے) بیان کیا ہے کہ بنی نضیر کے ایک سردار سلام بن مشکم نے (جو کہ اسلام میں مخلص تھا) حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی تجویز پیش ہونے پر مخالفت کیا اور کہا "ایسا نہ کرو۔ خدا کی قسم تم نے جو ارادہ کیا ہے اُسے اُس کی خبر ہو جائے گی اور یہ ہمارے باہمی معاہدے کی خلاف ورزی ہے"

مگر ابن مشکم کے معارضہ کو رد کر دیا گیا کیونکہ میٹنگ کرنے والوں نے فیصلہ کیا کہ سازش کو عملی جامہ

---

[1] سیرۃ ابن ہشام جلد ۳ صفحہ ۱۹۰

بہرحال تمام کی تمام جماعت بچ نہ پائے گی وہ عملاً انہوں نے فوراً کام شروع کر دیا۔

عمرو نے قتل کا کام اپنے ایک بڑے کے سپرد کیا اور اسے کہا کہ وہ اس قلعے کی چوٹی پر چڑھ جائے۔ جس کے سامنے کی جانب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے وہاں سے ایک بھاری پتھر لڑھکا دے تاکہ آپ کا کام تمام ہو جائے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اس سازش کی تکمیل سے پہلے ہی آپ کو اطلاع دے کر اس سے نجات دے دی اور آپ نے اس سازش کے آخری مرحلے کے آغاز سے قبل ہی اس جگہ کو چھوڑ دیا۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ سازش کی اطلاع حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمان سے ملی تھی۔

اس طرح جب یہ یہودی دوسرا منصوبہ ترتیب دے رہے تھے اور [illegible] کر رہے تھے تو اس وقت سلام بن مشکم نے [illegible] ان کو نصیحت کی تھی کہ خدا را اس سے باز آ جاؤ اگر تم نے ایسا کیا تو اس سازش کی خبر ہو جائے گی۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اس سازش کا انکشاف ہو جائے گا۔

بد عہدی پر جلاوطنی

جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اس سازش کا انکشاف ہو گیا تو آپ مدینہ واپس آ گئے پھر آپ نے بنی نضیر کے یہودیوں کو کہہ بھیجا کہ وہ مدینہ سے جلاوطن ہو جائیں [illegible] انہوں نے نہیں مانا۔ [illegible] آپ نے [illegible] عبداللہ بن ابی [illegible] رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہاری [illegible] جو تم نے [illegible] وہ [illegible] کے [illegible] ان کے بعد جو یہودی [illegible] قتل کر دیں گے۔ یہودیوں نے آپ کے حکم کی پرواہ نہ کی اور [illegible] رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا محاصرہ کر لیا اور [illegible] آپ کے سامنے [illegible] ان کے محاصرے پر فقط بیس روز کے قریب ہی گزرے تھے کہ انہوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مصالحت کرنے کے لئے مذاکرات شروع کر دیئے اور مذاکرات کا اختتام [illegible] ہوا کہ

[illegible]

بنی نضیر کے یہودی یثرب سے مکمل طور پر جلاوطن ہو چکے ہیں اور ہتھیاروں کے سوا اپنے جو اموال وہ لے جا سکتے تھے لے گئے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جلاوطنی کے وقت ان یہودیوں کو ضمانت دی کہ مسلمانوں کی حکومت کے ماتحت علاقہ سے گزرتے تک ان کے جان و مال محفوظ رہیں گے۔

مدینہ کے یہودی مکمل طور پر جلاوطن کر دیئے گئے۔ سوائے ان دو آدمیوں کے جو ان میں سے اسلام لے آئے تھے۔ جلاوطنی کی کارروائی کی تکمیل کے بعد ان یہودیوں کی اکثریت خیبر میں آباد ہو گئی۔ اور ان میں سے تھوڑے سے آدمی شام چلے گئے اور بنی نضیر کے یہودیوں کی جلاوطنی کے بعد یثرب کے علاقہ میں یہودیوں کا صرف ایک قبیلہ بنو قریظہ باقی رہ گیا۔ جس کے مردوں اور عورتوں کی تعداد دو ہزار کے قریب تھی۔ بخاری کا بیان ہے کہ بنو قریظہ کے یہودیوں نے بنی نضیر سے مل کر مسلمانوں سے جنگ کی تھی مگر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف بنی نضیر کے یہودیوں کی جلاوطنی کے وقت انہیں معاف فرما دیا۔ اور بنی نضیر کے واقعہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے پوری سورۃ حشر نازل فرمائی۔

ھو الذی اخرج الذین کفروا من اھل الکتاب من دیارھم لاول الحشر ۔ آیات ۲

خیبر یہودیت کا مرکز

خیبر (مدینہ کے شمال مشرق میں واقع ہے) جزیرہ عرب میں یثرب کے بعد یہودیوں کا دوسرا مرکز تھا۔ یثرب کے یہودیوں اور عربوں کے درمیان مذہبی اور معاشرتی تصادم کا آغاز ہوا اور ظہور اسلام سے صدیوں قبل یثرب پر قبضہ کے لیے ان کے درمیان جنگیں ہوتی رہیں لیکن خیبر کے زرخیز یہودیوں کا اسی زمانہ سے اس علاقہ کی زمین پر مکمل قبضہ رہا۔ اور کسی عرب کو طاقت نہیں ہوئی کہ وہ اس پر قبضہ کے بارے میں ان سے نزاع کرے۔ جیسا کہ یثرب میں یہود کے ساتھ ہوا۔

اس لحاظ سے خیبر مسلمانوں کے ہاتھوں سقوط تک جزیرۃ العرب کے قلب کے اندر ایک یہودی کالونی سے مشابہ تھا۔ اور یہودیوں کو اس پر مکمل تسلط حاصل تھا جہاں ان کی

بنی نضیر کے یہودیوں کی جلاوطنی کی تفصیل کے لیے ہماری کتاب غزوہ بنی نضیر ملاحظہ فرمائیے

افواج کی بڑی تعداد متعین تھی۔ اسی سبب بنی نضیر کے یہودیوں کی اکثریت کی توجہ جنہیں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یثرب سے جلاوطن کر دیا تھا اسی طرف تھی۔ مدینہ سے یہودی خیبر اتر پڑے تو اہلِ خیبر نے جو ان کے بھائی بند تھے انہیں خوش آمدید کہا اور بنی نضیر کے یہ یہودی اپنی قوم کے ساتھ خیبر آ گئے ان کے لیڈروں میں حیی بن اخطب سلام بن ابی الحقیق اور کنانہ بن ربیع تھے۔

بنی نضیر کا خیبر پر تسلط

بنی نضیر کے یہودی جزیرۂ عرب کے سرمایہ دار یہودیوں سے زیادہ سرمایہ دار تھے اور وہ عرب اور اس کے قرب و جوار کے علاقے کی اقتصادیات پر پوری طرح حکمرانی کرتے تھے۔ اس کے علاوہ ان کے بیشتر عقل مند تدبیر کار خاص طور پر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کینہ رکھنے میں بھی ممتاز تھے لیکن جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے محاصرے کے بعد انہیں مدینے سے جلاوطن کیا تو آپ نے ان کے سامنے کوئی سختی نہیں کی۔ آپ نے انہیں منقولہ مال اٹھا لے جانے کی اجازت دی اور قدیم زمانہ سے یہودیوں کے متعلق یہ بات مشہور ہے۔ یہ اکثر سونا چاندی جمع کرتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ ان یہودیوں نے انہیں رخصت کے وقت اپنے ساتھ تمام کر کے سکنہ جائداد بھی اٹھا لے گئے۔ اور یہ ایک بہت بڑی چیز ہے۔ حتیٰ کہ ان کا ایک لیڈر سلام بن ابی الحقیق چمڑے کے تھیلے میں جو سونے چاندی سے بھرا ہوا تھا ایک بہت بڑا فخر اور افتخار کے ساتھ خیبر پہنچا۔ اور وہ شخص بار بار کہتا تھا کہ اس چمڑے کو مسلمانوں کو دھمکی دے رہا تھا کہ ہم نے زمین کو زیر و زبر کرنے کے لیے تیار کیا ہے۔

خیبر بنی نضیر کے نزول سے ان یہودیوں کی پہلے سے قوت و حشمت کا سبب ہوا۔ خاص طور پر خیبر کے یہودی ان کی مالی قوت کے باعث ان کے ماتحت ہو گئے اور بنی نضیر کے حیی بن اخطب، کنانہ بن ربیع اور سلام بن ابی الحقیق جیسے سردار حقیقی معنوں میں خیبر کے سردار بن گئے۔

مدینہ میں یہودیوں کو یہ تکلیف پہنچی اور آمیزش، غداری اور عہد شکنی کے نتیجہ میں جلاوطنی کی جو سزا ملی تو اس سے انہوں نے کوئی نصیحت حاصل نہ کی۔ اور مدینہ سے جلاوطنی کے

وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ نرمی اور رواداری کا جو سلوک کیا اور انہیں بقدر بعیران اٹھا کر لے جانے کی جو اجازت دی اس کا بھی کوئی لحاظ نہ کیا۔ چونکہ آمریت، مفاد طلبی اور عہد شکنی ان کی فطرت اور جبلت بن چکی ہے اس لیے وہ ان کے ناروا طریق کی طرف سے آئے دن دسیسہ کاری، فتنہ پردازی، آمریت اور مسلمانوں کے خلاف جنگیں بھڑکانے کی حرکت۔

یہودی اور غزوۂ احزاب

خیبر کے سرداروں کو جن کی نفرتیں مشہور تھیں اور یثرب سے جلاوطن تھے، یثرب کی طرف واپس جانے اور نئے سرے سے اس پر تسلط حاصل کرنے کے خواب آنے لگے اور جب انہوں نے دیکھا کہ خیبر ان کا محفوظ جگہ ہے تو وہ اپنے قبائل کے ساتھ زیادہ مربوط ہو گئے اور اپنی کمزوری میں اضافہ ہو گئے میں انہوں نے اپنے ارد گرد قوت اور بیرونی طاقت کو دیکھا جب انہوں نے یثرب میں اپنے طرفداروں کو موجود پایا۔ جب دیکھا تو انہوں نے از سر نو مسلمانوں پر تسلط حاصل کرنے کی کوشش شروع کر دی اور مسلمانوں کو ضرب لگانے کے لیے تیاری کرنے لگے۔ اور انہوں نے فیصلہ کیا کہ وہ ایسی تازہ ضرب لگائیں کہ اس کے بعد انہیں زندگی نصیب نہ ہو۔

ابھی انہیں خیبر آئے چند ہی ماہ گزرے تھے کہ انہوں نے خیبر کے لیڈروں کے اتفاق کے ساتھ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے مقابلہ پر یثرب پر نئے سرے سے تسلط حاصل کرنے کے منصوبے تیار کرنے شروع کر دیئے۔ اور اس کوشش و تیاری کا نتیجہ یہ ہوا کہ ابھی خیبر میں ان کے قیام پر چار ماہ بھی نہیں گزرے تھے کہ وہ ایک خوفناک جنگی منصوبے کے ساتھ نکلے جس کے ساتھ انہوں نے یثرب کے طرز والوں یہودیوں کی کامیابی کی صورت میں اسلامی وجود کو ملیا میٹ کر دینے کی امیدیں وابستہ کی ہوئی تھیں۔ منصوبے اسلام اور مسلمانوں سے نجات حاصل کرنے کے لیے ایک عظیم اور جنگی منصوبہ بنایا جس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

(۱) نجد و حجاز کے وہ عرب قبائل جو اسلام دشمنی میں ان کے دوش بدوش مسلمانوں کے خلاف جنگ دشمنی پر متحد ہیں انہیں بھڑکانے کی کوشش کی جائے اور انہیں لالچ دے کر اور مسلمانوں سے نجات حاصل کرنے کے لیے مدینے کے ساتھ جنگ کرنے پر برانگیختہ کیا جائے۔

(۲) ان کے ساتھ قبائل کے لیڈروں اور سرداروں سے رابطہ کیا جائے۔ اور انہیں معاملات

اور حضرت سعد بن معاذ کے رحلت فرما جانے کے بعد تمام مختلف قبائل نے ایک زبردست جنگ
عرب لڑنا شروع کی جنہیں جنگ احزاب کی صورت کے اتفاق سے بڑی فوج میں جمع ہو گئے۔

(۳) ایک زبردست لشکر کا سب سے بڑا مقصد یہ تھا کہ اسلام کی جڑوں کو
اکھاڑ کر مسلمانوں کی ہستی کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا جائے۔

(۴) عرب کی سب سے بڑی قوت بنو قریظہ کے یہودیوں سے معاہدہ کریں کہ جب مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے
کے لئے مخالفت کریں اور جب لشکر مدینہ کے قریب پہنچے اُن کے ساتھ شامل
ہو جانے پر رضی کی جائے۔ بنو قریظہ کے جانبازوں کی تعداد ایک ہزار تھی، اور لشکر عرب
قبائل کے لیڈروں کو اُمید کی جاتی تھی کہ جب وہ جنگ کا آغاز کریں گے تو بنو قریظہ
مسلمانوں کے خلاف ان کے مددگار ہوں گے۔

یہ منصوبہ جو کہ اس قدر یہودی بندوں پر مشتمل ایک وفد جس کی سربراہی یثرب سے
جلا وطن ہونے والے بنی نضیر کے سردار شامل تھے۔ خیبر سے نکالا ان کا سربراہ حیی بن
اخطب تھا۔ یہودی وفد ہجرت کے چوتھے سال ماہ شعبان میں اس منصوبے کے
پیش نظر مکہ کی طرف قریش کو تیار کرنے کے لیے نکلا۔

سب سے پہلے یہ وفد مکہ مکرمہ گیا اور وہاں پہنچتے ہی اس نے خیبر کی تیاری کے بعد
جنگی منصوبہ بنا کر سرداران قریش سے مذاکرات کئے۔ قریشی لیڈروں نے کہا کہ
یہ کل تک منصوبہ ترتیب دیں اور ابھی یہودی وفد مکہ سے باہر نہیں نکلا تھا کہ جنگ کی مقررہ
میعاد پر اتفاق کے بعد قریش نے اس جارحانہ منصوبہ کی تائید و حمایت کی حامی بھر لی۔

قریش کی جانب سے یہودی منصوبہ کی مکمل تائید و حمایت ہو جانے کے بعد
یہودی وفد قبائل نجد غطفان، فزارہ، اشجع اور مرہ کی طرف گیا اور ان قبائل کے بااثر شخص
اور ان کے سرداروں کے سامنے خطرناک جنگ کا منصوبہ پیش کیا۔ اور ان سے مذاکرات کئے۔
ان قبائل نے اس خطرناک و شدید جنگ کے منصوبہ کی حمایت میں شامل ہونے پر رضامندی
کا اظہار کیا۔ ابھی یہودی وفد نجد کے سفر سے واپس نہیں آیا تھا کہ اس
نے قریش اور قبائل نجد کے دس ہزار جانبازوں کو جمع کر لیا۔ ان جرار جانبازوں نے

مدینہ کی طرف اس سے جنگ کرنے اور مسلمانوں کو تباہ کرنے کے لیے مارچ کر دیا[1]۔ مشہور غزوہ احزاب ہمارے اس سلسلہ اسلام کے فیصلہ کن معرکے کی تیسری کتاب کا موضوع ہے اور اس کتاب سے پہلی کتاب ہے اور یہ اس سلسلہ کی چوتھی کتاب ہے۔ یہ احزاب کی خوفناک جنگ ہی دراصل ایک یہودی جنگ ہے جسے اسرائیلی ذہن نے خیبر میں تیار کیا۔ اور یہودی مال نے اس کی سرپرستی کی جو صرف یہودی نفوذ کی وسعت کے لیے جنگوں کے بھڑکانے اور معاہدات کے فریب سے پیدا ہوتا رہتا ہے۔

قریب تھا کہ یہودی اپنے خبیث دشمنانہ منصوبے کی تنفیذ میں کامیاب ہو جاتے مگر آخری گھڑی میں اللہ تعالیٰ اس منصوبے کی تنفیذ میں حائل ہو گیا اور ان سے ناکامیوں کی تدبیر ان کے سینوں میں ہی ماری گئی اور اللہ سبحانہ نے ہی احزاب کو بھگا دیا۔ اور جنگجو ناکام و نامراد ہو کر واپس آ گئے۔ اور انہیں کوئی بھلائی حاصل نہ ہوئی اور مدینہ قبیلے کے خطرے سے محفوظ رہا اور وہ اس طرح کہ احزاب کی جنگجو فوجیں تقریباً ڈیڑھ ماہ تک محاصرہ کرنے کے بعد اپنے کسی دشمنانہ مقصد کو پورا کیے بغیر واپس چلی گئیں۔ جیسا کہ ہماری کتاب غزوہ احزاب میں مفصل بیان ہو چکا ہے مگر یہود ان مدینہ کے عہد شکن غداروں سے حضرت اور علاوہ [illegible] جیسا کہ اس کی تفصیل اس کتاب میں عنقریب بیان ہو گی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو خیبر میں یہودی سلطنت کے زوال کو تباہ کرنے کی قوت عطا فرمائی اور وہ یہاں تک کہ مسلمان اس علاقے پر غالب آ گئے۔ اور انہوں نے آمریت اور عہد شکنی کے سرداروں کو تباہ کر دیا جنہوں نے خیبر میں احزاب کی خوفناک جنگ کا منصوبہ بنایا تھا۔ اس کی تفصیل ہماری کتاب غزوہ خیبر میں بیان ہو گی جو ہمارے سلسلۂ اسلام کے فیصلہ کن معرکے کی پانچویں کتاب ہے۔ آپ اس کتاب کو کچھ عرصہ بعد پڑھیں گے

---

[1] بنی قریظہ کی عہد شکنی جس کا ذکر بالتفصیل ابو سفیان اور قریش کے ساتھ یہودی وفد کے مذاکرات اور معاہدہ کی تفصیلات کے لیے کتاب غزوہ احزاب کی دوسری فصل دیکھئے۔

[2] ہم عنقریب خیبر کے یہودیوں کا ذکر کریں گے۔ جن کو [illegible] وسعت سے بیان کیا گیا ہے کیونکہ ہم اپنی کتاب میں بالتفصیل غزوہ خیبر کو بیان کریں گے۔ اسی طرح ہم جزیرہ عرب کے یہودیوں کے متعلق ایک خاص کتاب لکھیں گے انشاء اللہ۔

فصل سوم

○ بنو قریظہ کے یہودیوں سے ان کی غداری کا بدلہ
○ ان کا محاصرہ کرنا
○ ان کا غیر مشروط طور پر اطاعت کرنا
○ ان کے حلیف سعد بن معاذؓ حکم بنا
○ ان کے تمام جوانوں کے قتل کا حکم
○ ان میں سے کچھ جوانوں پر موت کے حکم کا نفاذ ہونا

○ ہم نے اپنی کتاب غزوہ احزاب کی فصل اول کے صفحہ ۳۴ پر بیان کیا ہے کہ تمام یہودیوں اور مسلمانوں کے درمیان ایک حلیفانہ معاہدہ تھا۔ اس معاہدے کی مشہور دفعات نقل کی ہیں جن میں سے ایک دفعہ یہ تھی کہ جس میں صراحتاً بیان تھا کہ اگر کسی بیرونی دشمن نے یثرب کے خلاف کوئی جارحانہ اقدام کیا تو مسلمان اور یہودی مشترکہ طور پر اس کا دفاع کریں گے اس جنگ کی ذمہ داری جس طرح مسلمانوں پر تھی یہودیوں کی ذمہ داری بھی تھی اس کے علاوہ اس معاہدہ میں یہ بات بھی تھی کہ دونوں فریق باہم پرامن رہیں گے اور اس بات کا خیال رکھیں گے کہ انفرادی طور پر کوئی ایک فریق دوسرے پر زیادتی نہ کرے۔

اس معاہدے کے مطابق بنو قریظہ پر واجب تھا کہ جب احزاب کی فوجوں نے مدینے کو گھیرا ہوا تھا، مدینہ کے دفاع میں مسلمانوں کے ساتھ شامل ہوتے اور ان حملہ آور فوجوں کے مقابلے میں مسلمان فوجوں کے ساتھ ہوتے لیکن بنو قریظہ نے اس کے خلاف کیا جیسا کہ ہم نے اپنی کتاب غزوہ احزاب میں مفصل بیان کیا ہے ان یہودیوں نے مسلمانوں سے عہد شکنی کی اور چاہتے تھے کہ

حالات میں ان کی طرف پیچھے سے حرب لگانے کی کوشش کی اتنی ہو۔ جوں ہی یہ انتہا درجہ کی بے مروتی کا بدلہ دو خطرناک اور نازک حالات میں پورا معاہدہ توڑ کر نعرہ زن ہوا ان کا زور بھی تھا اور مسلمانوں کی چھوٹی سی فوج جس کی تعداد ایک ہزار یا زیادہ سے زیادہ دو تھی دس ہزار عرب فوجوں کا سامنا کر رہی تھی جو مادی سامان میں ان سے فوقیت رکھتے تھے اور انہوں نے اسے اس طرح گھیر رکھا تھا جیسے موجزن سمندر چاروں طرف سے جزیرہ کو گھیر لیتا ہے اور ہر طرف تمام اطراف۔ حد یہ ہے کہ [illegible] انہوں نے علم جنگ بلند کر کے کھلم کھلا مخالفت کا اعلان کر دیا۔

ان جنگی اور نازک گھڑیوں میں حضرت سعد بن معاذ نے شخصی اور دوستی کے باوجود اپنے یہودی حلیف کے جان کو جب اسلام کے لئے ترجیح دی کیا انہوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور جب کہ غالب سے صدق پر [illegible] عہد اور قریش کے [illegible] کی پابندی کے سوا کچھ نہیں دیکھا۔ ان الفاظ سے بنو قریظہ کے عہد شکنی اور غداری کی دنیا میں [illegible] انہوں نے دوسری بار بنی فطری [illegible] رنگینی کی [illegible] جیسا کہ جوان کے دل میں [illegible] دور میں ہر بری تیزی ہوتی ہے جیسے خود غرضوں میں کیا [illegible] قیمت ہوتی ہے [illegible] اور تنقید میں ان کا [illegible] کر سکتے ہیں۔

ہم نے اپنی کتاب غزوہ احزاب کی تیسری فصل کے صفحہ ۷۰ پر بیان کیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یثرب کے قائم کرنے اور یہودیوں کی خرابی کی اصلاح کی کوشش کی ہے۔ نیز انہوں نے ایک وقت جب یہود وہاں کے رہنے والوں کی پسند کرنے والوں کے الزامات کی تنقید کرنے کے لئے بھی تجربہ بھی بیان کیا ہے کہ [illegible] بنو قریظہ میں ان کے حلیف سعد بن معاذ [illegible] کی سرپرستی میں بھی روا رکھنے کی [illegible] نصیحت [illegible] انہوں نے عہد شکنی اور غداری کے طریق پر چلنا اختیار کیا تو اس کے علاوہ [illegible] کیا [illegible] بہت بڑے [illegible] ہو سکتا ہے کہ [illegible]

---

[1] بنو قریظہ کے سردار سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی [illegible] کی تفصیل معلوم کرنے کے لئے ہماری کتاب "غزوہ احزاب" کی تیسری فصل کا صفحہ [illegible] دیکھئے

ہو چکا تھا۔ جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ ان یہودیوں نے اس معاہدہ کو بہت بری طرح توڑ دیا تھا اور نہایت ہی بیباکی سے بنو قریظہ نے اعلان کیا کہ وہ اپنی عہد شکنی و بغاوت کے موقف سے ہرگز رجوع نہیں کریں گے اور مسلمانوں کے خلاف جنگ کریں گے اور وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں جانتے اور نہ یہ جانتے ہیں کہ ان کے اور اس کے درمیان کوئی معاہدہ ہے۔ اور یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ وہ جنگجو قبائل کے سب [illegible] معاہدہ کے تحت مسلمانوں پر پیچھے سے حملہ کرنے کے لئے خفیہ تیاری کر رہے تھے [illegible] اختیار کرنے کی [illegible] کے طور پر اپنے اہم دشمنوں [illegible] مسلمانوں کے خلاف ان کو [illegible] کر دیں گے۔

بنو قریظہ اور مسلمانوں کی تیاری

بنو قریظہ نے مدینہ کے دوسرے احزاب کی [illegible] قوم ایک موقع پر مسلمانوں کو جو پیچھے اور مکمل طور پر تباہ کرنے کے لئے [illegible] اور وہ [illegible] کے [illegible] احزاب کی [illegible] کے [illegible] مسلمانوں کو [illegible] کی پوری [illegible] وجہ سے [illegible] بغیر [illegible] کے ساتھ شامل ہونے سے [illegible] نہیں ہوئے اور [illegible] احزاب [illegible] بیان کیا ہے کہ کس طرح [illegible] جنگ [illegible] احزاب [illegible] مدینہ میں داخل ہونے [illegible] کے [illegible] بنو قریظہ [illegible] میں [illegible] کیا [illegible] اور [illegible] کے بعد [illegible] ہو گیا ہے۔

غزوہ بنی قریظہ احزاب کی جنگ کا بقیہ نصف ہے

اس لحاظ سے غزوہ بنو قریظہ اپنی اہمیت میں معرکۂ احزاب کا بقیہ نصف ہے [illegible] بنو قریظہ یہودی بہت [illegible] کے [illegible] جو مسلمانوں کو پیچھے اور مکمل طور پر تباہ کرنے کے لئے [illegible] بنو قریظہ نے عظیم غداری کا ارتکاب کیا تھا انہیں احزاب کی فوجوں کے ساتھ [illegible] کے خلاف [illegible] کا اعلان کرنے کی وجہ سے اور [illegible] مسلمانوں [illegible] کے لئے [illegible] کیا جا سکتا ہے۔

اس لحاظ سے [illegible] جنگ احزاب میں مسلمانوں [illegible] نتیجہ حاصل ہوا [illegible] اپنے مقصد [illegible] ناکام ہو کر چلے گئے ...... [illegible]

کی شکست سے ختم ہوا اور یہ دونوں بار بنو قریش اور غطفان کے تھے جبکہ غزوہ ایک ماہ تک جاری رہا کیونکہ یہ دراصل طویل عسکری تیاری کی ذلت آمیز شکست کے بعد مدینہ سے اپنے گھروں کی طرف بھاگ کر لگے کہ ہار مانتے ہوئے واپس چلی گئیں۔

یہودیوں سے حساب چکانا

اس خوفناک اتحاد کا تیسرا بازو وہ قوم تھی جس کی نمائندگی بنو قریظہ کر رہے تھے جنہوں نے اپنی سازش سے تاریخ کی شرمناک خیانت کا ارتکاب کیا۔ بنو قریظہ اسلامی قوت سے اس حساب کی توقع رکھتے تھے جس کے مستحق انہیں ایک لحاظ سے بنتے تھے کوئی شک نہیں کہ یہ بڑا سخت حساب ہوگا جو ان کی خلاف ورزی کے عین مطابق ہوگا جو یہودیوں نے اس موقع کے خلاف کیا تھا جس کے ساتھ یعنی اس تمام زمانہ قریب سے انہوں نے حسن سلوک اور پاسداری عہد کے سوا کچھ نہ دیکھا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ عہد شکن یہودیوں نے اپنے قلعوں میں پناہ لی اور اس خوفناک انجام سے ڈرنے لگے جو ان کو مسلمانوں کے ہاتھوں سزا کے طور پر ملنے والا تھا کیونکہ انہوں نے نہایت خطرناک اور نازک حالت میں مسلمانوں کے ساتھ عہد شکنی اور غداری کی تھی — بجائے اس کے کہ یہ یہودی احزاب کا مقابلہ کرتے اور حملہ آوروں کے خلاف اپنے ہتھیاروں سمیت مسلمانوں کے ساتھ عسکری معاہدے پر عمل کرتے انہوں نے کر دیا کہ مسلمانوں کے درمیان پھوٹ ڈالنے کی سازش رچائی۔ معاہدے کی رو سے ان پر فرض تھا کہ وہ مدافعت کرتے سمیت بھیجے گئے اور انہوں نے مسلمانوں کو پیچھے سے خنجر گھونپنے کے لئے پیچھے سے حملہ کرنے کی کوشش کی حالانکہ ان یہودیوں نے جب سے غزوہ خندق کے درمیان معاہدہ طے پایا تھا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب سے پاسداری عہد اور حسن سلوک اور بھلائی کے سوا کچھ نہیں دیکھا تھا لیکن عہد شکنی یہودیوں کے یہاں یہودیوں کے عہد اور سازش کے خون میں شامل ہے۔

اب ان عہد شکن یہودیوں کے ساتھ حساب چکانا جس کے مطابق ہونا چاہیے اور سزا جرم کے مطابق ہی ہوتی ہے اس وجہ سے جب یہودیوں کی عہد شکنی نہایت سنگین تھی تو ان کی سزا کا فیصلہ بھی کل جرم کے لحاظ سے نہایت سخت ہوگا۔

---

[1] اس معاہدے کی اہم دفعات ہماری کتاب غزوہ احد صفحہ ۲۶ پر دیکھیے نیز اس معاہدہ کی مفصل دفعات ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی کتاب مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ صفحہ ۱۷ اور سیرۃ ابن ہشام جلد دوم صفحہ ۱۴۷ پر دیکھیے

معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بنی قریظہ کے مقابلہ کے لئے خود ہی تشریف لے [illegible] قلعوں پر حملہ کرنے سے قبل اپنی فوج کو کچھ آرام دینے کو ترجیح دیتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ کے حکم کے ذریعہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ایسا کرنے سے روک دیا اور کہا کہ آپ اپنی افواج کو ہتھیار اتارنے سے قبل ہی فوراً یہود پر حملہ آور ہونا چاہئیے [illegible] کرنے کے لئے ان کے قلعوں پر [illegible] بنانا پڑے [illegible] کی غداری کے باعث مسلمانوں کی تھوڑی سی فوج کی تباہی اور مسلمانوں کی شکست و نابودگی کا سبب بن جائیں

بخاری نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت بیان کی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہاں تھے ایک آدمی نے ہمیں سلام کیا اور ہم گھر میں بیٹھے تھے پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھبرا کر کھڑے ہو گئے اور میں بھی آپ کے پیچھے کھڑی ہو گئی پس میں نے دیکھا کہ وہ آدمی گھوڑے پر سوار ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے کی ایال کو تھامے ہوئے اس سے باتیں کر رہے ہیں۔ آپ بیان فرماتی ہیں کہ میں [illegible] آگئی اور جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں آئے تو میں نے پوچھا آپ کس آدمی سے باتیں کر رہے تھے آپ نے فرمایا تو نے کس سے تشبیہ دی ہے میں نے کہا دحیہ کلبی سے آپ نے فرمایا کہ وہ جبرائیل علیہ السلام تھے جنہوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں بنو قریظہ کی طرف جاؤں۔

اور ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جنگ خندق سے مدینہ کی طرف واپس ہوئے اور آپ نے اور مسلمانوں نے ہتھیار رکھ دیئے تھے جب ظہر کا وقت ہوا تو جبریل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ریشم کا عمامہ باندھے ہوئے خچر پر سوار ہو کر آئے جس کے زین پر دیباج کی چادر پڑی ہوئی تھی اور کہنے لگے یا رسول اللہ کیا آپ نے ہتھیار رکھ دیئے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ جبریل علیہ السلام کہنے لگے کہ فرشتوں نے تو ہتھیار نہیں رکھے اور میں ابھی دشمن کے تعاقب سے ہی آ رہا ہوں۔ یا رسول اللہ تعالیٰ آپ کو بنو قریظہ کی طرف جانے کا حکم دیتا ہے اور میں ان کی طرف جا رہا ہوں تاکہ ان کو ہلا دوں [illegible] رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل سے چند یوم کی مہلت مانگی کہ آپ کے [illegible] آپ نے جبریل علیہ السلام سے کہا میرے صحابہ تھکے ہوئے ہیں [illegible] چند یوم کی مہلت دے دیں جبریل علیہ السلام نے کہا [illegible] ان کی طرف جائیے [illegible] اور میں [illegible] جاتا ہے اور میں اپنے [illegible] کو [illegible] لے کر [illegible]

بنی قریظہ کے قلعوں پر حملے کے حکم کے ساتھ ہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے [illegible] بدلہ لینے کے سوا کوئی چارہ نہ رہا جسے آپ نے جبریل سے حاصل کیا تھا۔ فوج کے سالار اعلیٰ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو قریظہ کے ساتھ حساب چکانے کے لئے لشکر لے کر بنی قریظہ کی منازل کی طرف مارچ کرنے کے لئے تمام ضروری احکامات صادر فرما دیئے۔

یہودیوں پر حملے کا فرمان

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کو، مؤذن رسول حضرت بلال بن رباح نے شہر کو سنایا انہوں نے حضور علیہ السلام کے حکم کے مطابق فوج کو پکار کر کہا

ہر شخص سننے والا اور اطاعت گزار ہے وہ نماز عصر بنی قریظہ میں پہنچ کر ادا کرے۔ بنی قریظہ کی طرف مارچ کرنے کا حکم ہوا، اعلان کے دوسرے دن ظہر کے وقت ہوا اور مسلمانوں نے اپنے سپہ سالار اعلیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی اطاعت کی اور اپنے ہتھیاروں کی طرف جلدی سے گئے اور اسلامی لشکر یہودی قلعوں کی جانب روانہ ہو گئے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی جنگی ہتھیار پہن لئے آپ نے زرہ اور خود پہنا اور نیزہ اپنے ہاتھ میں لیا پھر اپنے گھوڑے کی پشت پر سوار ہو گئے جس کا نام لحیف تھا

امیر مدینہ

بنی قریظہ کی منازل مدینے سے جنوب مشرق کی طرف کئی میل دور تھیں۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمان جاری کیا تھا کہ جب آپ بنی قریظہ کے محاصرے سے فراغت پانے تک حضرت عبداللہ بن ام مکتوم مدینے کے امیر مقرر فرمائے اور جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تین ہزار کے ساتھ بنی قریظہ کی طرف مارچ کرنے کے لئے روانہ ہوئے تو آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو علم عطا فرمایا اور یہ وہی علم تھا جس کے تحت خندق کی جنگ لڑی گئی تھی ابھی تک یہ کھولا نہیں گیا تھا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ وہ مہاجرین اور انصار کے لے جائیں۔ وہ تمام فوج کے پیچھے سے نکل جائیں بنی قریظہ کی طرف تیز رفتاری سے کوچ کریں حضرت علی نے اسلامی فوج سے آگے بڑھ کر جلدی سے یہودیوں کے قلعوں کے درمیان پہنچ کر اپنا جھنڈا گاڑ دیا۔ جس سے قریظہ کو پتہ چل گیا کہ اب جنگ کے سوا کچھ نہ ہوگا۔

یہودیوں کا محاصرہ

اسلامی لشکر نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں پہنچ کر بنی قریظہ کے قلعوں کا محاصرہ کر لیا اور ہر مقام سے ان کو گھیر لیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ بنی قریظہ

یہ مسلمانوں کا حملہ بغیر کسی تیاری کے تھا۔ کیونکہ وہ جماعت جماعت ہو کر یہودیوں کی طرف جا رہے تھے اور وہ کسی مارچ میں ایک طرح کی فوج نہ تھے جو تیاری کی صورت میں ساقہ، مجنبہ اور مقدمہ کے ساتھ چلتی ہے۔ جیسا کہ ان تمام دستوں کا حال تھا۔ جن کی قیادت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کی تھی۔

موسیٰ بن عقبہ نے المغازی میں زہری سے بیان کیا ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے غسل خانے میں تھے اور آپ نے ایک ہی کنگھی کی تھی کہ آپ کے پاس جبریل علیہ السلام گھوڑے پر سوار ہو کر آئے جس پر جنگ کا سامان تھا حتیٰ کہ عقب کے نشانات سے جنائز کی جگہ پہ کھڑے ہو گئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس گئے تو انہوں نے آپ سے کہا اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے کیا آپ نے ہتھیار اتار دیے ہیں! آپ نے جواب دیا ہاں۔ تو جبریل علیہ السلام نے کہا لیکن ہم نے اس وقت سے ہتھیار نہیں اتارے جب سے دشمن آپ کے مقابلے میں آیا ہے اور میں ہمیشہ ان کی تلاش میں رہوں گا۔ یہاں تک کہ خدا تعالیٰ ان کو شکست دے دے۔ پھر جبریل علیہ السلام نے آپ سے کہا اللہ تعالیٰ آپ کو بنی قریظہ سے جنگ کرنے کا حکم دیتا ہے۔ پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جبریل علیہ السلام کے پیچھے باہر نکل گئے۔ اور بنی غنم کے پاس سے گزرے اور وہ آپ کے منتظر تھے۔ آپ نے ان سے پوچھا ابھی تمہارے پاس سے ایک سوار گزرا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے پاس سے دحیہ کلبی سفید گھوڑے پر سوار گزرا ہے۔ جس کے نیچے زین پر ڈالنے والا کپڑا اور ریشمی چادر تھی اور وہ زرہ پوش تھا۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کہا کہ وہ جبریل تھے۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دحیہ کلبی کو جبریل سے تشبیہ دیا کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا میرے ساتھ بنی قریظہ کے پاس چلو اور وہاں نماز عصر ادا کرو۔ بلاشبہ یہ بات اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ مسلمانوں نے بغیر کسی تیاری کے بنی قریظہ کی طرف اٹھ گئے اور وہ غیر منظم صورت میں ان کے پاس گئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس کا سبب مسافت کا تھوڑا ہونا تھا۔ نیز یہ مسلمانوں کو دشمن کی طرف سے اچانک حملے یا گھات کے

ساقہ لشکر کے پچھلے حصے، مجنبہ پہلو پہ چلنے والے اور مقدمہ ہراول دستے کو کہتے ہیں (مترجم)

بیٹھی ہوئی فوج کا خوف نہ تھا۔ کیونکہ تمام وہ علاقہ جس کو طے کر کے وہ بنو قریظہ کے علاقہ میں گئے۔ خالص اسلامی علاقہ تھا۔

ایک اہم فقہی مسئلہ

غزوہ بنی قریظہ کی تفاصیل اور اس سے متعلق تاریخ کے واقعات سے قبل ضروری ہے کہ ہم ایک علمی فقہی نقطہ بیان کر دیں جس سے فقہی تحقیق ہو سکے۔ بنی قریظہ کی طرف جانے کے وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاہدین کو حکم دیا تھا کہ ہر ایک عصر کی نماز بنی قریظہ میں جا کر پڑھے۔ یہ حکم ایک قانونی نص ہے جس کے سمجھنے میں فقہائے اسلام اور ائمہ حدیث نے اختلاف کیا ہے۔

اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ جن صحابہ کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ عصر کی نماز بنی قریظہ میں جا کر پڑھیں وہ اس حکم نبوی کے سمجھنے میں دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے تھے۔ اور وہ اس طرح کہ ابھی وہ بنو قریظہ پہنچ نہ پائے تھے کہ راستے ہی میں تھے کہ عصر کا وقت ہو گیا۔ پس انہوں نے امر نبوی کی روشنی میں اس موضوع پر مناقشہ کیا۔ صحابہ کے ایک گروہ کا خیال تھا کہ نماز کے وقت نماز کی تاخیر ممکن نہیں اس لحاظ سے بنی قریظہ کے ہاں پہنچنے سے قبل اس کی ادائیگی ضروری ہے۔ اس گروہ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تفسیر یہ کی ہے کہ آپ نے بنی قریظہ کی طرف جلدی جانے کی ترغیب دی ہے۔ نہ کہ نماز کو اس کے وقت سے مؤخر کرنے کی۔ اس گروہ نے بنی قریظہ کے ہاں پہنچنے سے قبل راستے میں نماز عصر ادا کر لی۔ اور صحابہ کے دوسرے گروہ نے خیال کیا کہ امر نبی کے الفاظ کی تعمیل ضروری ہے خواہ غروب آفتاب کے بعد ادا کرنی پڑے۔ حالانکہ اس وقت نماز عصر کا اصلی وقت باقی نہیں رہتا۔ اور چنانچہ اس گروہ نے اس دن عصر کی نماز بنی قریظہ میں غروب آفتاب کے بعد پڑھی۔ اس گروہ کا خیال تھا کہ اس طرح امر نبوی کی پیروی ہوتی ہے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سب کو درست قرار دینا

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دونوں گروہوں کے عمل کی اطلاع ملی تو آپ نے دونوں میں سے کسی ایک کو بھی ڈانٹ ڈپٹ نہ کی۔ نہ مذمت کی بلکہ سب کو درست قرار دیا۔ ان کو بھی جنہوں نے وقت پر راستے میں نماز پڑھی اور ان کو بھی جنہوں نے نماز کو مؤخر کیا اور غروب آفتاب کے بعد آ کر بنی قریظہ

میں جاکر پڑھا۔

اصحاب حدیث و مغازی نے جیسا کہ البدایۃ والنہایۃ میں ہے [illegible] کی روایت سے اس کا قول دوسری طرح بیان کیا ہے کہ رسول اللہ بنی قریظہ کی طرف گئے۔ اور ابھی وہ راستہ ہی میں تھے کہ نماز عصر کا وقت ہو گیا۔ انہوں نے نماز کے متعلق بات چیت کی اور ایک دوسرے سے کہنے لگے کیا تمہیں علم نہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی قریظہ میں نماز عصر پڑھنے کا حکم دیا ہے اور دوسرے کہنے لگے یہ نماز ہے۔ ان کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں نے نماز پڑھ لی اور دوسرے گروہ نے نماز کو مؤخر کر دیا۔ اور بنو قریظہ میں جاکر غروب آفتاب کے بعد نماز پڑھی۔ یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جلدی نماز پڑھنے والوں اور مؤخر کرنے والوں کا ذکر ہوا تو آپ نے کسی ایک فریق کو بھی ڈانٹ ڈپٹ نہ کی۔

مختلف نقطہ ہائے نظر کے احترام کا وجوب

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس مجتہدانہ تصرف سے ایک عظیم الشان اصول ثابت کیا ہے جس کے مطابق نصوص کے فہم میں مختلف نقطہ ہائے نظر کا احترام ضروری ہو جاتا ہے بشرطیکہ یہ اختلاف صحیح اصول اجتہاد کا نتیجہ ہو۔ جیسا کہ نماز عصر کے متعلق امر نبوی کے مفہوم کے بارے میں صحابہ میں اختلاف ہوا۔ ایک فریق نے سمجھا کہ مقصد یہ تھا کہ وہ نماز کو اس جگہ پر ادا کریں جس سے مقصد تعجیل اور اس کا مطلب یہ ہے کہ تیز روی بات میں بیان کرنے کے لائق ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں گروہوں کی نماز کو درست قرار دیا ہے۔ کیونکہ آپ نے دونوں میں سے کسی ایک کو بھی دوبارہ نماز پڑھنے کا حکم نہیں دیا خواہ انہوں نے وقت پر ادا کی ہو یا بنو قریظہ میں اس کے وقت کے نکل جانے کے بعد ادا کی۔

اسی طرح فقہائے اسلام نے بھی سفر کی نماز کی تقدیم و تاخیر کے متعلق اختلاف کیا ہے۔ ان کا اختلاف یہ ہے کہ صحابہ کے جو قول و عمل ہیں وہ درست اور صحیح کون سا ہے۔ مگر باوجود اس اختلاف کے ان کا اس امر پر اتفاق ہے کہ دونوں فریق کو اجر ملے گا۔ اور علماء کے ایک فریق نے اس کے برخلاف ابو محمد بن حزم کا یہ خیال ہے کہ جن لوگوں نے وقت پر نماز

جن نماز ادا کی تھی وہ انہوں نے اپنے اجتہاد میں غلطی کی ہے اور جنہوں نے غروب آفتاب کے بعد جب کہ اس نماز کا وقت بھی نہیں تھا بنو قریظہ میں جا کر ادا کی ہے وہ درست اجتہاد والے تھے۔ کیونکہ انہوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق نماز ادا کی ہے۔

نماز کی تاخیر قریب الی الصواب ہے

ابو محمد ابن حزم اپنی کتاب جوامع السیرۃ میں بیان کرتے ہیں۔ اللہ جانتا ہے کہ اگر ہم وہاں موجود ہوتے تو بنو قریظہ ہی میں نماز ادا کرتے، خواہ کئی دنوں کے بعد ادا کرنی پڑتی۔ اور ابن حزم کا یہ قول آپ کے اس اصول کے مطابق ہے کہ ظاہر کی پابندی کرنی چاہئے۔ اور وہ ظاہری المذہب ہیں۔ علاوہ ازیں اس وقت تک نماز پڑھنے کا کوئی جواز نہیں سمجھتے جب تک وہ وضو نہ کر لیں لیکن حقیقت میں یہ قول تمام صحابہ کرام کے مقابلہ میں حق و صواب سے زیادہ قریب ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جنگ خندق میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعض صحابہ نے نماز ظہر و عصر کو مؤخر کیا اور انہیں غروب آفتاب کے بعد پڑھا اور یہ غزوہ جنگ خندق کے ایک سخت وقت میں ہوا جب مشرکین نے نہایت سخت حملہ کیا اور مسلمانوں کو دن بھر مصروف رکھا اور انہیں کسی وقت بھی چھٹکارا یا کسی سے مقابلہ کا موقع نہ دیا جس سے مجبور ہو کر مسلمانوں کو اس جنگ میں مصروفیت ہی کے باعث نماز ظہر و عصر کا وقت فوت ہو گیا۔

جنگ کے عذر کی وجہ سے نمازوں کی تاخیر

امام محمد بن اسماعیل بخاری نے اس قول کو اختیار کیا ہے کہ جنگ کے عذر کی وجہ سے نماز اس کے وقت سے مؤخر کی جا سکتی ہے خواہ وہ نماز ظہر کی ہو یا عصر کی، مغرب کی ہو یا عشاء کی یا صبح کی اور یہ اس وقت ہو سکتی ہے جب جنگ میں فریقین گتھم گتھا ہو رہے ہوں جیسا کہ معرکۂ خندق میں ہوا۔ اس قول میں امام بخاری کی سند حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کا فعل ہے کیونکہ اس دن جنگ کے حالات نے انہیں نماز ظہر و عصر اور مغرب کے وقت تک مؤخر کرنے پر مجبور کر دیا تھا

اور میرا خیال ہے اور یہ خیال ایک محقق کا ہے کہ امام بخاری کا یہ قول اسلامی شریعت کی روح کے زیادہ قریب ہے جیسا کہ جنگ کے زیادہ موافق ہے خصوصاً اس زمانے میں واللہ

اعلم بالصواب ۔

یہود کا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھ پہنچانا جب یہودیوں نے دیکھا کہ حضرت علی ابن ابی طالب کی قیادت میں فوج نبوی کے ہراول دستے ان کے قلعوں کی طرف بڑھتے آ رہے ہیں تو ان کے دلوں میں جو خباثت دبی پڑی ہوئی تھی وہ باہر آ گئی ۔ اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عزیز اور حضرت علیؓ کے ساتھیوں کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی ازواج مطہرات کے بارے میں گالیاں بکنی شروع کیں اور ان پر تہمتیں لگائیں ۔ ایسے الفاظ کو کسی مورخ نے ان کی قباحت اور شناعت کی وجہ سے بیان کرنا گوارا نہیں کیا ۔ اس کے باوجود مسلمانوں نے ان بیہودہ تہمتوں کا جواب نہ دیا اور خاموشی اختیار کیے رہے ۔ یہودیوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی ازواج مطہرات کو جو گالیاں دیں ان سب کے جواب میں حضرت علیؓ نے کہا جائے اب تمہارے درمیان تلوار فیصلہ کرے گی ۔ مسلمانوں نے ان جیسی گالیاں بھی جواب میں نہ دیں کیونکہ وہ لوگوں کے ساتھ خواہ وہ کوئی بھی ہوں اپنا سلوک قرآن کی رہنمائی اور آداب کے مطابق روا رکھتے ہیں ۔

حضرت علی ابن ابی طالب پہلے شخص تھے جو جھنڈا لے کر بنی قریظہ کی طرف بڑھے ۔ آپ اس بات سے ڈر گئے کہ کہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہدایت خود اپنے متعلق اور اپنی ازواج کے متعلق یہ قبیح گالیاں نہ سن لیں ۔

سالار نبی کی آمد بنی قریظہ میں یہی وجہ ہے کہ جب حضرت علیؓ نے دور سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آتے دیکھا تو ابو قتادہؓ کو علم دے دیا اور فوج کی قیادت سنبھالنے کے لیے ۔ آپ نے علمبردار فوج کو یہود کے قلعوں کے ارد گرد پھیلا دیے ہوئے تھے ان کے سپرد کر کے جھنڈا دیا اور جلدی سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب جا کر یہود کے قلعوں سے دور ہی آپ کو روک لیا ۔ اور آپ سے استدعا کی کہ آپ ان قلعوں سے دور ہی کھڑے رہیں تاکہ آپ ان کی گندی گالیاں سننے سے تکلیف

مولانا محمد علی کی کتاب سیرت احمدیہ دیکھیے ۔

تشریف لائے۔ جب علیؓ نے دیکھا کہ آپ تشریف لا رہے ہیں تو حضرت علیؓ نے کہا یا رسول اللہ آپ ان خبیثوں کے قریب نہ جائیں۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شاید تو نے ان سے میرے متعلق تکلیف دہ باتیں سن لی ہیں۔ حضرت علیؓ نے کہا۔ ہاں یا رسول اللہ۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اگر وہ مجھے دیکھیں تو ایسی کوئی بات نہ کریں گے[1] پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کے قلعوں کی طرف چلنا شروع کیا۔ جبکہ آپ کے جنگی بہادروں کا ایک گروہ آپ کے چہار جانب سے آپ کو گھیرے ہوئے تھے۔ حتیٰ کہ آپ عہد شکن قریظہ کے قلعوں کے قریب پہنچ گئے۔

محاصرہ کے وقت یہودیوں کے ساتھ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات چیت

جہاں سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی اور وہ آپ کی باتیں سن سکتے تھے۔ آپ نے ان کے نمبرداروں کی ایک جماعت کو آواز دی اور جب وہ سامنے قلعوں کے برجوں میں دکھائی دینے لگے تو آپ نے ان کو کہا اے بندرو اور شیطان کے چیلو! کیا اللہ نے تمہیں ذلیل کیا اور کیا تم پر عذاب نازل کیا؟[2] اس وقت نے اپنی فطرت کو درست کر لیا۔ یعنی طاقت کے وقت حماقت، بنیادی عہد شکنی اور مقابلہ کرنا اور کمزوری کے وقت عاجزی، چاپلوسی اور صلح کرنا۔ جب انہوں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا جنگی بیڑا گھیرے ہوئے ہے اور آپ کی فوجوں نے قلعوں کے ارد گرد اپنی پوزیشنیں سنبھال لی ہیں تو انہیں یقین ہو گیا کہ مسلمان ان پر حملہ کریں گے اور ان کی قبیح و شنیع عہد شکنی اور غداری کا محاسبہ کرنے پر تلے ہوئے ہیں تو وہ شرمندہ ہو گئے۔ اور منافقانہ پن سے ہمدردی کا اظہار کرنے لگے اور انکار کرتے ہوئے کہنے لگے کہ ہم کبھی سوچ بھی نہیں سکتے کہ ہم آپ کو اور آپ کی ازواج کو گالیاں دیں اور پھر قسمیں کھانے لگے کہ ہم نے آپ کے بارے میں اس قسم کی کوئی بات نہیں کی پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اچھی اچھی اور تعریفی باتیں سنانے لگے۔ انہیں یہ خیال تھا کہ آپ ان کی عہد غداری کی اس سزا میں تخفیف کر دیں گے۔ جس پر عمل کا وقت بہت قریب

---

[1] سیرت ابن ہشام جلد ۳ صفحہ ۲۳۴ [2] سیرت ابن ہشام جلد ۳ صفحہ ۲۳۴

گئے ہوئے ہیں۔ ان یہودیوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا کہ اے ابو القاسم! آپ ناواقف نہیں ہیں۔ اور اس قسم کی وہ بڑی بھی اور میٹھی باتیں کرتے تھے۔

یہودیوں کی مذہب سے لئے والی فطرت

یہ یہودیوں کی وہ فطرت ہے جو ہمیشہ سے ان کے نفوس میں داخل ہے۔ جب یہ قدرت نہیں رکھتے کہ جرم کے ارتکاب سے باز رہ سکیں، خواہ وہ کس قدر گھناؤنا ہی کیوں نہ ہو اور جب ان کے گناہ ان کا سر اٹھا لیں اور انہیں گرفت میں آئے تو وہ درگزر کرنے اور حلم اختیار کرنے کی نصیحت کرنے لگتے ہیں۔ اور ایک عام صلح جو اور مسکین و واعظ کے مقام پر کھڑے ہوتے ہیں! اس کی مثال تو ایسی ہی ہے جیسا کوئی واعظ وعظ کہتا ہو اس صفت میں کہ ہے جب اس میں ان کا نام نہ ہو۔ اور جب انہیں [illegible] سب سے پیچھے اچھے شوقین۔ اور خدا کا مذاق اڑاتے ہیں۔

آپ ذرا ان کا حال دیکھیں۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سے چند منٹ قبل یہ گالیاں دیتے، ڈراتے، دھمکاتے تھے اور انہیں یہ خیال ہے کہ ان کے قلعے انہیں بچا لیں گے۔ اور قلعہ گیری کے چند منٹ بعد جب سارے قلعے کو ڈھیر کر دیا، اس کی اُمت حیرت ختم کرنے کے لئے انہوں نے ہر قسم کی غداری، خیانت اور عہد شکنی کی ہے۔ یہ سمجھتے ہیں کہ اس کا سبب تو ان سے ہر جانب سے ان کا محاصرہ کر لیا ہے تو شکر و خوشامد کا طریقہ اختیار کر لیتے ہیں۔ اور نبی کے سامنے اپنا سر اپنے ذہن سے کھڑے ہیں کہ وہ انہیں معاف کر دے معصوم بنا کر ان کا علم و حلم یاد کرانے لگتے ہیں۔ لیکن ان یہودیوں کو اس وقت جبکہ وہ صلح جو اور مسکین واعظ کے مقام پر کھڑے تھے یہ بات بھول گئی (یا کم از کم انہوں نے بھلا دی) کہ انہوں نے تمام انسانی قدروں اور اخلاقی نمونوں کو دنیا کے ایک کوڑے میں پھینک دیا تھا۔ اور جب انہوں نے دیکھا کہ احزاب کی جماعتیں مسلمان جمعیت کا اس طرح گھیراؤ کئے ہوئے ہیں جس طرح کنگن کلائی کو ہر جانب سے گھیرے ہوئے ہے۔ تب تو [illegible] مشرکین کے ساتھ ساز باز کر کے [illegible] ——— [illegible] کے ساتھ مقابلہ میں ان کے ساتھ [illegible] تھا اور وہ اس [illegible] بھی بھلا دی کہ جب ان کا

فیصلہ کن گھڑیوں میں یہودی وفد ان کے پاس یہ ظاہر کرتے ہوئے آیا کہ وہ ابھی تک اسی معاہدہ کے مطابق متحدہ احزاب کے مقابلہ میں مسلمانوں کے ساتھ مل کر عسکری اقدامات کریں گے یہودیوں نے ان نازک گھڑیوں میں اپنے حلیف مسلمانوں کی امداد سے گریز کر کے صریحاً معاہدہ کی خلاف ورزی ہی نہیں کی بلکہ نہایت بے شرمی کے ساتھ اعلان کر دیا کہ ہمارے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان سرے سے کوئی معاہدہ ہے ہی نہیں۔

اس جگہ اتنا یاد رکھنا ضروری ہے کہ جب ہم غور کرتے ہیں تو یاد رہتا ہے کہ یہ بات بھی سمجھ لی گئی کہ جب یہودی وفد کا نمائندہ ان کے پاس معاہدہ کی تجدید کا مطالبہ لے کر آیا تو انہوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود سے ہی لاتعلقی کا اظہار کرتے ہوئے کہا ان کا خیال تھا کہ اب مسلمانوں کا کام تمام ہوا چاہتا ہے (کون اللہ کا رسول ہے ہمارے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کوئی معاہدہ نہیں ہے

ہاں یہ ضرور ہے کہ اس بات کو بھی سمجھ لیجئے کہ جب بنو قریظہ کی غداری سے مسلمانوں کے دل گلے تک پہنچ چکے تھے قرآن کے لفظوں میں کلیجے اور بے چینی کے مارے پھوٹ پڑے اندرونی منافقوں نے مسلمانوں کی مصیبت کی گھڑی کو غنیمت جان کر اپنے حلقوں کو مضبوط کرنے میں جلدی کرنے لگے کہ یہ احزاب کی متحدہ فوجوں کے ساتھ منسلک ہو گئے اس لئے کہ ان کی غرض یہ تھی کہ مسلمانوں کی ہستی کو جلد از جلد تباہ کر دیا جائے ان کا خیال تھا کہ یہ محض ایام اسلام ہی کے آخری دن ہیں اور احزاب کی فوجیں اس دین کے خاتمہ کے بعد ہی اپنے شہروں کو واپس جائیں گی۔

مصیبت تو یہ ہے کہ احزاب کی جنگی تدبیر کو شکست دی یا اور آزمائش کے بعد چھٹ گئے تو احزاب پر تشویش ہو گئی اور قرآن کی فوجیں ان غداروں عہد شکنی کے بعد حیرت و پریشانی سے عذاب جانا کے لئے گھر ان کی زبانوں سے انسانی اقدار و اخلاقی اصولوں کے متعلق باتیں کرنا چاہتے تھے زیر بحث واقعہ کیا تو سامنے آیا یہ حیثیت مجرموں کے اپنا کچا چٹھا ظاہر کرنے لگے ان ان کا جرم رو منتخب کیے گئے سے پہلا ستم آپ ناواقف نہیں ہیں اتنا ضرور عرض کرنا ہے کہ یہ بات اس وقت بھی جب ان کی غداری اور بگاڑ کے بعد بہ حسن سے سمجھ لیا اس نے دیکھا کہ ان کے پاس بالا

قلعے اسی طرح کے مستحکم حصار رہے فرق یہ ہے کہ اس زمانے [illegible] توپوں کے دہانوں میں [illegible] کے متعلق غصے کے جذبات کھولا دینے کی حد تک پہنچے ہوئے ہیں کیونکہ اگر ان یہودیوں کو موقع مل جاتا تو یہ مسلمانوں کا کھلا آپ ان میں ایک لمحہ بھی تردد نہ کرتے۔ اور عہد شکنی اور غداری کے وقت بھی ان کا اپنی مقصد تک [illegible] تھے۔ یہ نتیجہ کی [illegible] مسلمانوں کی فوج کو غالب کیا اور انہیں بری طرح شکست دی۔

اب قریظہ کے غداری پر ان کی حسرت و ندامت کا دور ہونا شروع ہو گیا ہے ہم دیکھتے ہیں وہ اس خوفناک انجام کی طرف چل رہے ہیں جس کا انہوں نے مسلمانوں کے متعلق ارادہ کیا تھا اور اسی کی حد تک پہنچانے کی کوشش بھی کی تھی۔ وہ پھندہ انکو بھی الٹا جا [illegible]

عقلمند یہودی کی بچانے کی کوشش کرنا

ہم نے پچھلی کتاب غزوۂ احزاب میں بیان کیا ہے کہ اگرچہ یہودی عقلمندوں نے نقض عہد کے بعد (جو مسلمانوں کے اور ان کے درمیان تھا) اپنی قوم کو نصیحت کیا کہ اللہ سے ڈرو [illegible] شیطان کے راستے پر قدم نہ رکھیں جیسا کہ حیی بن اخطب کے وسوسوں کی پیروی نے بنی قریظہ کو تباہی پر آمادہ کیا اللہ نے بیان کیا ہے کہ ان چار عقلمندوں نے جن کا سردار عمرو بن سعدی تھا جو خود بھی بنو قریظہ میں سے تھا عہد خیانت کے جرم میں شریک ہونے سے انکار کر دیا [illegible] گیا کہ [illegible] مسجد [illegible] اللہ [illegible] سے [illegible] اسلام قبول کر لیا اور جو عمرو بن سعدی تھا [illegible] سردار [illegible] پر قائم رہا لیکن وہ [illegible] قائم رہا اور اس نے [illegible] مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان ہونے والے معاہدے کا پابند ہے اور اس نے مسلمانوں سے غداری کرنے سے انکار کر دیا۔

اور اس عقلمند یہودی سردار نے اپنی قوم کو خوفناک انجام سے بچانے کی کوشش کی جو ان کو عہد شکنی اور غداری کی جزا میں ان کا منتظر تھا اور یہ کوشش یوں کی کہ اس نے انہیں یہ بتایا کہ وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کریں اور اسلام میں داخل ہو جائیں خصوصاً جبکہ وہ یہ جانتے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی اور مرسل ہیں جن کا ذکر ان کے پاس تورات میں لکھا ہوا ہے۔

یہودی سردار کا اپنی قوم کو اسلام میں داخل کرنے کی کوشش کرنا

جب عمرو بن سعدی کو پتہ چلا کہ احزاب پسپا ہو کر بھاگ گئی ہیں اور یہ بلائے عظیم بنی قریظہ کے پاس آ پہنچی ہے تو انہوں نے ایک ہنگامی میٹنگ منعقد کرنے کا حکم دی یہ بات حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی فوج کے محاصرے کے لئے پہنچنے سے قبل کی ہے۔

اور اس میٹنگ میں جس میں بنو قریظہ کے تمام لیڈر موجود تھے عمرو بن سعدی نے کھڑے ہو کر اپنی قوم سے کہا آپس کے باہمی معاہدے کو توڑنے پر جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے [illegible] کرنے کے بعد اے بنی قریظہ کیا تم نے بہت مصیبت کی باتیں دیکھی نہیں ہیں ہم نے اپنے بھائی بنو نضیر کا گھر عزت و شرف عقل اور مال و دولت رکھنے کے بعد جلاوطن ہوتے دیکھا ہے جبکہ انہوں نے اپنے اموال گھر چھوڑ دیا ہے علیحدہ ہونے قبول کیا ہے اور وہ ذلیل ہو کر یہاں سے نکل گئے ہیں

پھر اس نے علمائے تورات کی طرف اشارہ کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے دشمنی کرنے والوں کا انجام ناکامی ہوتا ہے۔ اس نے کہا تورات کی قسم یہ تو اس قوم پر مسعود ہو گا جس کی اطاعت کا عوض ہوگا اس نبی سے منع [illegible] پر [illegible] وہ بیٹے صاحب شریعت اور [illegible] اللہ کا پیارا تھے پس اس نے انہیں قید کر دیا اور ان میں سے ایک آدمی نے کہا کہ [illegible] کے بارے میں گفتگو ہوئی تو اس نے انہیں شہر سے جلاوطن کر کے چھوڑ دیا...... پھر عمرو بن سعدی نے اپنی قوم بنی قریظہ کو اسلام میں داخل ہونے کی دعوت دی تاکہ وہ اپنے خون محفوظ کرلیں اور حق کی پیروی کریں اس نے کہا۔

اے قوم جو تم نے دیکھنا تھا دیکھ لیا میری بات مانو اور آؤ ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کر لیں خدا کی قسم تمہیں اچھی طرح علم ہے کہ وہ نبی ہے ہمارے علماء نے ہمیں ان کی بشارت دی ہے پھر ان سے مسلسل جنگ اور حسد سے ڈرتا رہا [illegible] ان کے سردار کعب بن اسد کے پاس آ کر اس نے کہا۔

عمرو جنگ کے [illegible] پر جو [illegible] نازل ہوئی تھی دنیا میں عزت و شہرت کے لئے تھی دلائل و دلیل اسلام کے لئے [illegible] کہ عمرو بن سعدی اس میٹنگ میں اپنی قوم سے گفتگو کر رہا تھا [illegible] کے ہراول دستے ان کے قلعوں کی طرف مارچ کرتے ہوئے نظر آئے [illegible]

یہودی عمرو بن سعدی نے یہی بات مختلف پیرائے میں کہی تھی کہ اس بات سے ... نے قسم کو نبھایا تھا

اس کے باوجود بنی قریظہ نے عمرو بن سعدی کے مشورے کو ٹھکرا دیا تھا۔ جب اس نے انہیں اسلام میں داخل ہونے کی دعوت دی تھی۔ رد کر دیا گیا تو اس نے آخری کوشش کے طور پر ان کے سامنے ایک اور تجویز پیش کی ان کو یہودیت کی پرستش کرتے ہوئے اور انہیں کہا کہ تم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی ہے اور میں تمہاری عہد شکنی میں شریک نہیں ہوا ہوں اگر تم اس کے دین میں داخل ہونے سے انکاری ہو تو یہودیت پر قائم رہو اور جزیہ ادا کرو خدا کی قسم مجھے معلوم نہیں کہ وہ اسے قبول کرے گا بھی یا نہیں مگر بنی قریظہ نے اس تجویز کو بھی رد کر دیا اور یہ جواب دیا کہ ان کے سروں میں نخوت بھری تھی کہ ہم عربوں کو خراج دینا تسلیم نہیں کریں گے اس سے قتل ہو جانا بہتر ہے

ایک وفادار یہودی

اس موقع پر اس مخلص یہودی عمرو بن سعدی کو معلوم ہو گیا کہ اس کی بے وقوف قوم کا مقدر اب موت تک لے جائے گا۔ چنانچہ اس نے ان سے اپنی برأت کا اعلان کر دیا اور ہمیشہ کے لئے انہیں چھوڑ گیا۔ یہ یہودی عمرو بن سعدی اپنی قوم بنی قریظہ کے قلعوں سے اس رات کے وقت نکلا جب کہ رسول اللہ کی فوج نے ان کا محاصرہ کر لیا تھا اور جب یہ یہودی سردار ان کو چھوڑ کر اپنی قوم کے قلعوں سے نکلا تو اسے نبوی فوج کے پہرے داروں نے گشت کرتے ہوئے پکڑ لیا پھر وہ اسے سالار محمد بن مسلمہ کے پاس لے گئے اور جب محمد بن مسلمہ نے اسے پہچان لیا کہ یہ عمرو بن سعدی ہے جس کے شریفانہ موقف کی اطلاع مسلمانوں کو مل چکی تھی تو انہوں نے اس کے چھوڑنے کا حکم دے دیا تاکہ وہ آزادی کے ساتھ جہاں جانا چاہتا ہے چلا جائے کیونکہ اس نے کسی ایسے فعل کا ارتکاب نہیں کیا تھا جو اس کے قتل یا اس کے قید کرنے کو واجب کرتا ہو وہ اپنے عہد پر قائم تھا اور عہد شکنی اور غداری میں بنی قریظہ کے ساتھ شامل نہیں تھا نبوی فوج کے ... دستے نے عمرو بن سعدی کو آزاد کر دیا جانا تھا کہ وہ اپنی قوم بنی قریظہ کے قلعوں سے نکلا تھا اور وہ مدینہ چلا گیا [illegible]

اور یہ ایک عجیب بات ہے کہ مسلمانوں نے عمرو بن سعدی یہودی کو کوئی گزند نہیں پہنچائی کیونکہ بنی قریظہ کے یہودیوں کا محاصرہ کرنے اور ان کے خلاف جنگ کرنے کا مقصد یہ نہیں تھا کہ وہ یہودی ہیں اسلام کو نہیں مانتے ایسا ہرگز نہیں۔ یہ اس لئے تھا کہ انہوں نے عہد شکنی کی تھی

اور جنگ کے جاری تھی کہ اس وقت میں غداری کا ارتکاب کیا تھا جس کی سزا تمام دنیا کے قوانین میں موت ہے۔ اور یہ یہودی اپنی قوم کے ساتھ متفق ہو کر بد عہدی اور غداری کے جرم میں شامل نہیں ہوا اس کو کسی قسم کی تکلیف دیئے بغیر آزاد چھوڑ دینا اسلام کے ایک بنیادی اور عادلانہ اصول کا مظہر ہے جو اللہ تعالیٰ کے اس قول ولا تزر وازرۃ وزر اخریٰ[1] اور فلا عدوان الا على الظالمين[2] سے ماخوذ ہے۔

ابن اسحاق عمرو بن سعدی[3] کے بنو قریظہ کے قلعوں سے نکلنے اور انہیں چھوڑنے کو بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ اس رات عمرو بن سعدی نکل کر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے محافظ محمد بن مسلمہ انصاری کے پاس سے گزرا۔ جب ابن مسلمہ نے اسے دیکھا تو اسے روک کر پوچھا یہ کون ہے تو اس نے کہا میں عمرو بن سعدی ہوں۔ عمرو نے بنو قریظہ کے ساتھ مل کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عہد شکنی میں شامل ہونے سے انکار کر دیا تھا اور اس نے کہا تھا کہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی عہد شکنی نہیں کروں گا۔ ابن مسلمہ نے ابن سعدی کو پہچان کر کہا اے اللہ مجھے کریم لوگوں کی غلطیوں کو معاف کرنے سے محروم نہ رکھنا پھر اس نے اس کا راستہ چھوڑ دیا اور وہ سیدھا مدینہ چلا گیا۔ اور یہ رات اس نے مسجد نبوی میں گزاری پھر اس کے بعد آج تک معلوم نہیں ہو سکا کہ وہ کدھر چلا گیا[4]۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وفادار یہودی کی تعریف کرنا

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس

نے اس شخص وفادار یہودی کی تعریف کی اور یہ واقعہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ جب آپ کو معلوم ہوا کہ محافظ نے اس کو پکڑ لیا تھا پھر محمد بن مسلمہ نے اسے چھوڑ دیا تو آپ نے فرمایا۔

اس آدمی کو اللہ تعالیٰ نے اس کی وفاداری کی وجہ سے نجات دی ہے[5]۔

ابن اسحاق بیان کرتا ہے کہ بعض لوگوں کے خیال میں عمرو بن سعدی کو ایک بوسیدہ رسی کے ٹکڑے

---

[1] الانعام ۱۶۴ [2] البقرہ ۱۹۳ [3] ان کے حالات ہماری کتاب سیرت اصحابہ میں دیکھئے۔

[4] سیرت ابن ہشام جلد ۳ صفحہ ۲۳۴ [5] سیرت ابن ہشام جلد ۳ صفحہ ۲۳۴

سے باز رکھا گیا کہ بنی قریظہ کی اطاعت اختیار کرنے کے بعد باندھا گیا تھا اور یہ دونوں قبیلے بنو کر چھوڑ کر جنگ سے معذور اور کمزور ہو گئے کہ کسی سے باز رکھا گیا تھا وہ کر بڑا تھی اس لئے کہ مسلمانوں نہیں کر رکھا کچھ بچا گیا

یہ سوال کہ یہاں سے اس لڑائی کا خیال ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات کہ اس امر کو اللہ تعالیٰ نے ان کا دل اور نیکی کی وجہ سے تبدیل دیا ہے ان کے حق کی بہت بڑی بات اسلام کی منطق کے زیادہ قریب ہے لیکن یہ شک کیا نہیں کہ مسلمان اس کو نظر انداز کر دیا جائے جو تمام اسلام سے عہد شکنی کرنے سے انکار کیا

یہود کا معاملہ اور ان کا سخت اصرار

بنو قریظہ مسلمانوں کی بستی سے دور مدینہ پر تھا شہر سے دور یہاں کے قریب آ کر ہم نے کے وہ عمر بن سعد نے یہ کہا دیا تھا کہیں انہوں نے ان سب کو رد کر دیا اور وہ قبائل جو حاجت کی خاطر وہ کر کے اپنے قلعوں میں بند ہو گئے مسلمانوں نے قلعوں کے اردگرد محاصرہ کو سخت کر دیا اور ہر جانب سے ان کا گھیراؤ کرنے لگے اور اسلامی فوجوں نے جب ان کا اور بیرونی دنیا کے درمیان ہر رابطہ کو منقطع کر دیا اور ان کا کام کھیتی باڑی کھجوروں پر قبضہ کر لیا جو قلعوں سے باہر تھیں۔

محاصرے کے درمیان نبوی کمان کا دیرپا اثر

بنی قریظہ کے محاصرہ کے دوران رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تدبیر پر عمل کیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جب وہ آپ نے دیکھا کہ ان کا زور ٹوٹ گیا اور یہودیوں نے کا شدید مقابلہ کیا مگر چالیس راتیں گزرنے کے بعد ان کے دلوں میں خوف و دہشت سرایت کر گیا اور محاصرہ کی شدت سے انہیں یقین ہو گیا کہ مسلمان اس وقت تک واپس نہیں جائیں گے جب تک وہ اطاعت نہ اختیار کر لیں اور دوران کے قلعوں میں ان میں سے خیبر کر لیں گے اگرچہ ان کے پاس مال اسلحہ اور مضبوط قلعوں کی تھی جو طویل عرصہ تک مقابلہ میں ان کی مدد کر سکتی تھی مگر ان کے دل رعب رعونت سے اور ان کے قوائے جواب دے گئے اور وہ اس طریقہ پر غور کرنے لگے جس سے ان کے حقوق محفوظ ہو سکیں

باقی ہے

اسی [illegible] وقت میں بنو قریظہ کے سردار کعب بن

بنی قریظہ کے [illegible] اسد نے اپنی قوم کی طرف سے [illegible] کے

یہودی لیڈر حیی [illegible] کے [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

وسلم کے درمیان تھا۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ کعب ابتدا میں تو اپنے عہد کا پابند

مسلمانوں سے [illegible] رکھنے کا بڑا خواہش مند تھا۔ [illegible] جب [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے معاہدہ [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] کعب [illegible]

[illegible] احزاب [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

جب بنی قریظہ کے [illegible]

انہیں تنگ کر رکھا تھا [illegible] حیی بن اخطب کی شخصیت [illegible] انجام سے [illegible] یہ اس وقت کی بات ہے جب وہ شروع شروع میں مسلمانوں کے [illegible] کر رہے تھے۔

[illegible] انہیں اس میٹنگ میں [illegible] بنی قریظہ [illegible] حیی بن اخطب [illegible] کی وجہ سے ہے۔

حیی بن اخطب بنو قریظہ کو مسلمانوں سے عہد شکنی اور غداری کرنے پر آمادہ کر چکا تو [illegible] بنو قریظہ کے سردار [illegible] کعب [illegible] اس کے ساتھ اس کے قلعے میں داخل ہو [illegible] مسلمانوں کو [illegible] بنی قریظہ [illegible] بنی قریظہ کے قلعوں [illegible] کعب بن اسد نے اس میٹنگ میں اپنی قوم سے [illegible] تین [illegible] کی دعوت دی۔

الف [illegible] حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]

ب [illegible] قریظہ [illegible] مسلمانوں پر [illegible] حملہ کر دیں۔

[illegible]

لیکن یہودیوں نے ان میں سے کسی ایک تجویز پر بھی عمل کرنے سے انکار کر دیا [illegible] کعب بن اسد نے انہیں کہا [illegible] بنی قریظہ [illegible] نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]

کر وہ بنی اسرائیل سے اور وہ وہی ہے جسے تم اپنی کتاب میں لکھا ہوا پاتے ہو۔ اور ہمیں اس کے ساتھ شامل ہونے سے صرف حسد نے روکا۔ کہ رسول عرب میں سے بنا ہے کیونکہ وہ بنی اسرائیل میں سے نہیں ہیں لہٰذا اس کی پیروی کرو تو تمہاری جانیں، اولاد اور عورتیں محفوظ ہو جائیں گی۔ بنو قریظہ نے پہلی مرتبہ کی اس تجویز کو رد کر دیا اور کہا کہ ہم تورات کے حکم کو کبھی نہیں چھوڑیں گے اور نہ اس کے بدلے ہم کسی اور حکم کو اختیار کریں گے۔

جب کعب کی
اس کا عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے اور مسلمانوں پر حملہ کرنے کی تجویز پیش کرنا
پہلی تجویز کو قوم نے

رد کر دیا ہے تو اس نے ان کے سامنے دوسری تجویز پیش کی کہ مسلمانوں پر حملہ کرنے سے پہلے کسی نے جانوروں کی طرح مرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اس نے کہا جب تم میری یہ بات نہیں مانتے تو آؤ ہم اپنے بچوں اور عورتوں کو قتل کر دیں پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کی طرف تلواریں سونت کر نکل پڑیں اور اپنے پیچھے کوئی بوجھ نہ چھوڑیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان فیصلہ کر دے۔ اگر ہم ہلاک ہو گئے تو ہم ہلاک ہوں گے اور اپنے پیچھے کوئی نسل نہ چھوڑ جائیں گے جس کے متعلق ہمیں کوئی خوف ہو اور اگر ہم غالب آ گئے تو ہمیں عورتیں اور بچے مل جائیں گے بنو قریظہ نے اس ہولناک تجویز کو بھی رد کر دیا اور اپنے سردار کعب بن اسد سے بڑے غصے اور اضطراب سے کہا ہم ان مسکینوں کو قتل کر دیں پھر ان کے بعد زندگی میں کوئی بھلائی نہیں۔

اس کے بعد کعب نے ان سے تیسری اور آخری تجویز کی منظوری کا مطالبہ کیا کہ مسلمانوں پر ہفتے کی رات اچانک حملہ کر دیا جائے اس نے کہا اگر تم نے میری دو باتیں نہیں مانیں تو آج رات ہفتہ کی رات ہے شاید اس میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب ہم سے امن میں ہوں اور ہم اچانک حملہ کر کے ان سے اپنا مقصد وصول کر لیں۔ یہودیوں نے اس تجویز کو بھی رد کر دیا اور کہا کیا ہم اپنے سبت (ہفتہ) کو خراب کر لیں جسے اللہ نے ہم پر حرام کیا ہے اور ہم اس میں وہ بات کریں گے جو ہم سے پہلے لوگوں نے نہیں کی سوائے ان لوگوں کے جو تم جانتے ہو تو انہیں بندر کی شکل میں مسخ کر دیا گیا جیسا کہ تم جانتے ہو۔ بنو قریظہ کا سردار اپنی قوم سے مایوس ہو گیا اور اپنے ہاتھ جھاڑ دیے اور کہنے لگا تم نے اپنی بات ختم کر دی تم میں سے کسی آدمی نے جب سے ماں کی کوکھ سے جنا ہے، ایک رات بھی عقلمندی

سے نہیں گزاری۔

یہودیوں کا مذاکرات کی استدعا کرنا جب محاصرہ سخت ہوتا چلا گیا تو یہودی قبیلہ قریظہ نے کئی بار کوشش کی کہ وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی جانوں کی حفاظت کی ضمانت حاصل کر سکیں۔ ان کی ہر ایک کوشش کا مقصد یہ تھا کہ وہ کسی طرح سزا سے بچ جائیں۔ ان کی ایک کوشش یہ تھی کہ بنی قریظہ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ پیش کش کی کہ وہ اسی طرح جلا وطن ہونے کے لئے تیار ہیں جیسے ان کے بھائی بنی نضیر اس سے پہلے جلا وطن ہوئے تھے۔ اس یہودی پیش کش کو بنی قریظہ کا ایک ایلچی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر گیا جس کا نام نباش بن قیس تھا۔ اس یہودی ایلچی نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ سے ملنے کے لئے اور اپنی پیش کش کے بارے میں مذاکرات کے لئے حاضر ہونے کی اجازت طلب کی تو آپ نے اسے اجازت دے دی۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کی پیش کش قبول کرنے سے انکار کر دیا

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہوا اس یہودی ایلچی کو آپ کی خدمت میں لایا گیا تو اس نے بنو قریظہ کی پیش کش آپ کے سامنے پیش کی جس میں انہوں نے کہا کہ ہم مدینہ سے نکل جانے کو تیار ہیں اور ہتھیاروں کے سوا سامان اٹھا سکتے ہیں ان کے ساتھ لے کر نکل جائیں گے اور باقی تمام جائیداد مسلمانوں کے لئے چھوڑ دیں گے مگر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پیش کش کو قطعی طور پر رد کر دیا اور بنی قریظہ کے ایلچی سے فرمایا کہ آپ یہودیوں کی غیر مشروط اطاعت کے سوا ان کی بات کو قبول نہیں کریں گے۔ نباش بنو قریظہ کی طرف واپس آ گیا اور ان کو حضرت نبی کے ساتھ اپنے مذاکرات کے نتیجے سے آگاہ کیا اور وہ سب یہودی بہت فکر مند ہو گئے۔

اس مکالمے میں یہودی کی جانیں بچ سکتی تھیں اور یہ بات ثابت ہے کہ نباش بن قیس کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا گیا جب واقعات پیش آئے ان کے متعلق بھی جانا گیا کہ آپ نے اس کو بتا دیا اور بہت سی جانوں کی امان دے کر بھیجا سے یہودی

ہو سکتا تھا اجازت دے دی۔ وہ لوگ جب واپس آئے تو آپ کو یہ اطلاع دی کہ وہ اپنا سب کچھ مسلمانوں کے لئے چھوڑنے کو تیار ہیں [illegible] ان کے ساتھ کسی قسم کا ظلم [illegible] نہیں ہونے پائے گا [illegible] نے جیش اسلامی کے مقابلہ [illegible] بنی قریظہ کے نام سے جب ہتھیار ڈال دیئے [illegible] اتفاق کرنے سے انکار کر دیا اور دوبارہ کہا کہ [illegible] سعد کے سوا اور کسی بات [illegible] نہیں کریں گے جب [illegible] متوجہ ہو گئے اور ان کے [illegible] میں [illegible] ان کے فیصلہ [illegible] قریظہ [illegible] انہیں معلوم نہیں ہو سکا تھا [illegible] کو شامل کر دیا تھا۔

سعد کی آمد [illegible]

اس میں کچھ شبہ نہیں کہ بنی قریظہ کے حالات دگرگوں ہو چکے تھے [illegible] کی طرف [illegible] امید [illegible] ان کی [illegible] سے [illegible] کا [illegible] اس بات میں [illegible] انہیں [illegible] سے [illegible] کرنے کی [illegible] سے [illegible] قبائل [illegible] کے ساتھ ساتھ [illegible] عرب کے [illegible] قبائل تھے [illegible] قریظہ ان قبائل سے [illegible] سے [illegible] کے لئے [illegible] قریظہ کو معلوم ہو گیا [illegible] میں ان کے [illegible] قریظہ اور [illegible] قبائل [illegible] سے [illegible] یہ قبائل ان کا [illegible] گئے

بنی قریظہ کے متعلق [illegible]

[illegible] عرب کی [illegible] کے لئے [illegible] کی [illegible] کے لئے [illegible] مسلمانوں سے [illegible] کرنے کے بعد [illegible] کے ساتھ [illegible] تھے [illegible] کی [illegible] مسلمانوں کے [illegible] کرنے کا [illegible] ہوں [illegible] سے [illegible] کی [illegible] سے [illegible] کے [illegible]

دے دیا گیا تھا۔ قریظہ نے پہلے مدینہ پر حملہ کے متعلق سوچنے پر بھی بہت گریز کیا تھا کیونکہ وہ ہچکچاتے تھے۔ اس لیے بنی قریظہ نے خیبر کے یہودیوں اور بنی نضیر سے مدد حاصل کرنے کے متعلق سوچا تھا اور سوچا ہوگا انہیں یقین تھا کہ جب اتحادی ان سے سودا نہیں کریں تو وہ ان کے لیے کچھ بھی نہ کر سکیں گے۔ اپنے قلعوں کو محفوظ رکھنے کی تمام ناکام کوششوں کے بعد اب بنو قریظہ کے سامنے دونوں راہوں میں سے ایک کو اختیار کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔

بالآخر انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی غیر مشروط اطاعت اختیار کر لی۔ اور یہ مسلمانوں کے ہاتھوں بغیر کسی معرکے کے یہ فتح حاصل ہو جائے۔ اور قریظہ نے ہمت ہار کر دو اس معاملہ میں سوچنے سے پہلے زیادہ بزدلی کی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ قریظہ کے سردار کعب بن اسد نے ان کے سامنے تین تجاویز پیش کی تھیں۔ لیکن انہوں نے کسی پر عمل کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اور وہ بزدلی کے ذکر سے بزدلی کی وجہ سے زندہ رہنا پسند کرنے لگے تھے۔ سب قریظہ کے لیے مسلمانوں کی اطاعت کرنے اور غیر مشروط طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ماننے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ اور آخر کار بنو قریظہ نے یہی فیصلہ کیا۔ انہیں امید تھی کہ اسی طرح حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں معاف فرما دیں گے اور ان کی جانوں کی حفاظت کریں گے جیسا کہ آپ نے بنو قینقاع اور بنو نضیر کے معاملہ میں کیا تھا۔ جنہوں نے آپ کے مقابلہ میں خود سرکشی اختیار کی تھی انہوں نے آپ کی اطاعت قبول کر لی تھی اور آپ نے انہیں معاف فرما دیا۔

یہودیوں کی آخری کوشش

بنو قریظہ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی اطاعت کے فیصلہ کی اطلاع دینے سے پہلے ایک اور کوشش کی کہ شاید وہ اس سے اپنی جان بخشی اور غلطی کی سزا میں کمی کرا لیں۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی پہلی اور دوسری تجویز کو ٹھکرا دیا تو انہوں نے اس کے بعد یہ کوشش کی کہ وہ موقف کے مطابق کسی فرد کی اقدام کی تحقیق کے لیے ایک آدمی بھیجنے کی درخواست کریں۔ اس مقصد کے لیے بنو قریظہ کے سرداروں نے اس مرحلہ پر کہا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کریں کہ آپ ان کے حلیف ابو لبابہ انصاری کو ان کے پاس بھیجنے کی اجازت دیں تاکہ وہ اپنے معاملے میں ان سے مشورہ کر

لیکن ابولبابہؓ بنی قریظہ کے حلیف تھے۔ اور ان کی اولاد اور مال بھی ان کے علاقے ہی میں تھے۔ اس لیے ان کے متعلق ان کا خیال تھا کہ ان سے اخلاص و مہربانی سے پیش آئیں گے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی درخواست کے مطابق ابولبابہؓ کو بنو قریظہ سے ملاقات کی اجازت دے دی اور ان سے فرمایا کہ اپنے حلیفوں کے پاس جاؤ۔ انہوں نے دوستی سے تمہاری طرف پیغام بھیجا ہے۔ ابولبابہؓ بنو قریظہ کی طرف گئے۔ اور جب آپ ان سب کے بڑے قلعے میں داخل ہوئے تو تمام مردوں کی منت کی وجہ سے ان کی عورتیں اور بچے رونے لگے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہودیوں نے عورتوں اور بچوں کو اکٹھا کرنے کا اہتمام کیا تھا تاکہ انہیں ابولبابہؓ پر ترس کھانے کے لیے تیار کریں۔ اور جب یہودی لیڈر ابولبابہؓ کے پاس اکٹھے ہوئے تو آپ کے سامنے اپنی تنگی اور تکلیف کا اظہار بیان کیا اور ان سے مشورہ طلب کیا کہ کیا بغیر شرط پر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم مانتے ہیں اس کی کوئی بھلائی ہے؟

صحابی نے اللہ اور اس کے رسول سے خیانت کی

ابولبابہؓ بڑی غلطی کے مرتکب ہوئے تھے جس کا بعد میں انہوں نے اعتراف کیا کہ وہ عظیم غلطی تھی۔ جب ابولبابہؓ نے اپنے سامنے عورتوں اور بچوں کو روتے دیکھا تو انہیں ترس آگیا اور وہ جذبات سے مغلوب ہو گئے جس سے وہ صواب سے منحرف ہو گئے۔

اور یہ واقعہ یوں ہے کہ جب بنو قریظہ کے لیڈر اکٹھے ہوئے تو انہوں نے ان کے سامنے اپنی مشکلات کو بیان کیا اور ان سے رہنمائی چاہی کہ اگر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ماننے اور بغیر شرط اطاعت کرنے میں ان کی بھلائی ہو تو وہ ایسا کریں گے۔ انہوں نے اشارہ سے ان کو مشورہ دیا کہ ایسا نہ کرنا۔ اور انہیں سمجھایا کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر اترے تو انجام قتل ہوگا۔ اب ہم اس جلیل القدر صحابی حضرت ابولبابہؓ سے آپ کو وہ واقعہ سناتے ہیں جس کی بنیاد سے ان سے لغزش ہو گئی تھی۔ حضرت ابولبابہؓ بیان کرتے ہیں کہ جب بنو قریظہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں میرے بھیجنے کے متعلق درخواست کی تو آپ نے مجھے بلا کر فرمایا اپنے حلیفوں کی طرف جاؤ۔ انہوں نے اوس سے تمہاری طرف پیغام بھیجا ہے۔ اور ان سے سعد بن معاذ کی قوم بھی جو بنی قریظہ کی حلیف تھی۔ ابولبابہ بیان کرتے

آپ یہود کی طرف گئے تو ان کے سردار کعب بن اسد نے میرے پاس آکر کہا اے ابو بشیر آپ کو ہماری حالت معلوم ہی ہے کہ محاصرہ ہم پر سخت ہو گیا ہے اور ہم ہلاک ہو گئے ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے قلعوں کو اس وقت تک نہ چھوڑیں گے جب تک ہم ان کا حکم نہ مان لیں اور اگر وہ ہم کو چھوڑ دیں تو ہم شام یا خیبر کے علاقے کی طرف چلے جائیں گے۔ اور ہم ان کے علاقے میں نہیں آئیں گے اور نہ کبھی ان پر خروج سے ضرر کریں گے۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ ہم نے دوسروں پر آپ کو ترجیح دی ہے۔ پھر کعب بن اسد نے مشورہ طلب کرتے ہوئے کہا کیا ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو مان لیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ بعض الفصد منی کا قدم پھسل گیا اور میں نے کعب بن اسد کے مشورہ کے جواب میں کہا۔ ہاں۔ اور اپنے حلق کی طرف اشارہ کیا کہ قتل ہو گے یعنی اگر یہودیوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم مانا تو ان کا انجام موت ہوگا۔

حضرت ابولبابہ کہتے ہیں کہ آپ نے اس اشارہ کے سوا کوئی بات نہ کی۔ وہ شرمندہ ہو گئے اور آپ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کے حق میں جو کچھ کیا اس کی ملامت کا آپ کو ادراک ہو گیا۔ پس آپ خاموش ہو گئے۔ پھر آپ نے لاحول ولا قوۃ الا باللہ کہا اور اپنے فعل پر ندامت کے باعث آپ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ جب بنی قریظہ کے سردار کعب بن اسد نے خوف و اضطراب کے باعث آپ کی یہ حالت دیکھی تو آپ سے متعجب ہو کر کہا ابولبابہ آپ کو کیا ہوا ہے۔ انہوں نے جواب دیا میں نے اللہ اور اس کے رسول سے خیانت کی ہے۔ یعنی یہودیوں کو یہ اشارہ کیا ہے کہ اگر انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ کے حکم کو مانا تو ان کا انجام موت ہے۔

ابولبابہ کا اپنے آپ کو مسجد میں باندھنا

اور ان کی وجہ داڑھی آنسوؤں سے ابولبابہ برنگ ہو گئی۔ وہاں سے حیرانی کے عالم میں پریشان ہو کے ویسے تھا باہر نکلے نے ہنگامہ حرکت کی حالت میں زمین پر پہنچے حلیف کعب بن اسد کا قلعہ چھوڑ دیا۔ اور شرمندگی کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہ گئے۔ بلکہ مسجد کی طرف چلے گئے۔ اور آپ کی آنکھیں اشکبار ہو رہی تھیں اور آپ نے فیصلہ کیا کہ اپنے آپ کو جب تک توبہ قبول ہونے تک مسجد کے ستون سے باندھ دیں۔ حضرت ابولبابہ خود اس کا واقعہ بیان

کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

خدا کی قسم ابھی میرے قدم اپنی جگہ سے ہٹے مجھے معلوم ہو گیا کہ میں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے غداری کی۔ پھر ابو لبابہ نے اپنے آپ کو مسجد کے ستون سے باندھ دیا۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ پھر ابو لبابہ سیدھے چلے گئے۔ اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف نہیں لائے تھے کہ انہوں نے اپنے آپ کو مسجد کے ایک ستون سے باندھ دیا۔ اور کہنے لگے جب تک اللہ تعالیٰ میرے قول کی معافی نہیں دے گا میں اپنی جگہ سے نہیں ہٹوں گا۔ اور میں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا ہے کہ میں کبھی بنی قریظہ کے پاس نہیں جاؤں گا۔ اور نہ کبھی ان شہروں میں دکھائی دوں گا۔ جس نے اللہ اور اس کے رسول سے غداری کی ہے۔

یہ ایک سخت تکلیف دہ آزمائش تھی جو اس جلیل القدر صحابی کو پیش آئی۔ انہوں نے اپنے آپ کو ایک وزنی زنجیر کے ساتھ اس ستون سے باندھ دیا۔ جس کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی نماز پڑھ کر واپس جاتے تھے۔ اور وہ ستون حضرت ام سلمہؓ کے دروازے کے نزدیک تھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابو لبابہ کے واقعہ اور جو کچھ انہوں نے اپنے ساتھ کیا تھا اس کی اطلاع ملی تو آپ نے سنجیدگی سے فرمایا کہ اگر وہ میرے پاس آ جاتے تو میں ان کے لیے استغفار کرتا۔ اب جبکہ وہ جو کچھ کر چکا جب تک اللہ انہیں معاف نہ فرمائے میں انہیں ان کی جگہ سے کھولنے کا نہیں۔

ابو لبابہ کی بیوی اور بیٹی نماز کے وقت آ کر ان کے بندھن کھول دیتی۔ اسی طرح جب انہیں قضائے حاجت وغیرہ کی ضرورت ہوتی تو وہ انہیں کھول دیتی۔ پھر جب واپس آ جاتے تو انہیں ستون سے باندھ دیا جاتا۔ ابو لبابہ ستر راتوں تک بندھے رہے قریب تھا کہ ان کی سماعت اور بصارت جاتی رہتی۔

ابو لبابہ کی توبہ

جب تک اللہ نے چاہا یہ آزمائش پیش آئی یہ صحابی مبتلا رہا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ منظور کی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے ہاتھوں سے آزاد کیا۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ ابو لبابہ کی توبہ کی آیت کریمہ کے وقت حضرت ام سلمہؓ کے

گھر میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔ حضرت ام سلمہؓ بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سحر کے وقت مسکراتے دیکھا میں نے کہا خدا تعالیٰ آپ کو مسکراتا رکھے آپ کس بات پر مسکرا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا ابو لبابہؓ کی توبہ قبول ہو گئی ہے۔ حضرت ام سلمہؓ کہتی ہیں میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ کیا میں اسے خوشخبری نہ دوں۔ آپ نے فرمایا بیشک دو۔ چنانچہ اپنے حجرے کے دروازے پر کھڑی ہو گئیں۔

یہ حجاب سے پہلے کا واقعہ ہے۔ آپ نے کہا اے ابو لبابہ تمہیں خوشخبری ہو اللہ تعالیٰ نے تمہاری توبہ قبول کر لی ہے۔ حضرت ام سلمہؓ بیان کرتی ہیں کہ لوگ انہیں کھولنے کے لیے دوڑ پڑے تو انہوں نے کہا خدا کی قسم مجھے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی اپنے ہاتھ سے کھولیں گے۔ پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز کے لیے جاتے ہوئے ان کے پاس سے گزرے تو انہیں کھول دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انہیں سارا مال صدقہ کرنے سے روکنا

اس جلیل القدر صحابی کو اپنی توبہ کی قبولیت کی اس قدر خوشی ہوئی کہ انہوں نے اپنی توبہ کی تکمیل کے لیے اپنے تمام مال سے الگ ہو جانا چاہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا تمہارے لیے تیسرا حصہ صدقہ کافی ہے۔

ابن اسحاق کے بیان کے مطابق ابو لبابہ کی توبہ کے متعلق جو آیت نازل ہوئی وہ سورہ توبہ کی یہ آیت ۱۰۲ یعنی سورۃ توبہ کی۔ وَآخَرُونَ اعْتَرَفُوا بِذُنُوبِهِمْ خَلَطُوا عَمَلًا صَالِحًا وَآخَرَ سَيِّئًا عَسَى اللَّهُ أَنْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ۔ اسی طرح قرآن کریم نے ابو لبابہ کی اس غلطی کی طرف بھی اشارہ کیا ہے جس کا ارتکاب ابو لبابہ نے کیا تھا جیسا کہ ابن اسحاق نے بیان کیا ہے) اور یہ اشارہ (جیسا کہ ابن عباس نے کہا ہے اور ان سے ابن اسحاق نے نقل کیا ہے) سورۃ انفال کی آیت ۲۷ میں ہے۔ یہ ہے وہ: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ وَتَخُونُوا أَمَانَاتِكُمْ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ۔

لہ ابو لبابہ کے واقعہ کے لیے سیرۃ ابن ہشام جلد ۲ صفحہ [illegible] (۲) سیرۃ حلبیہ جلد ۲ صفحہ [illegible] [illegible]

مقابلہ میں یہود کے حوصلے کا گرنا

ابولبابہ کا مشورہ بنو قریظہ کی مدد کی کوشش تھی جس کے ایک ہی کی خود یا اطاعت کرکے اپنی جانوں کو بچانا چاہتے تھے مگر ایسا کرنے کو انہیں اس میں کچھ خوف خیال ہوا انہیں ابولبابہ کے اشارہ سے قتل کا علم پہنچ چکا تھا کہ اگر انہوں نے معاہدہ کی اطاعت کی اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم مان لیا۔ تو انکی موت یقینی ہے اس طرح موت کی سزا میں تخفیف کی امید کو ختم کر دیا۔ [illegible] اب ان کے لئے یہ کوشش نہیں موت تک جرأت رکھتا ہے؟ دوسری طرف ان پر رعب [illegible] ہو گئی۔ ان پر بزدلی نے قبضہ کر لیا۔ اور ان کا حوصلہ بیٹھ گیا۔

خصوصاً ان حالات میں بنو قریظہ کے اندر یہ طاقت موجود تھی کہ وہ لڑنے کی [illegible] مدت تک جاری رکھ سکتے جس میں وہ مسلمانوں سے یہ فائدہ حاصل کر لیتے کہ وہ انہیں صرف مدینہ سے جلا وطن کرنے پر اکتفا کر لیں۔ اور یہی مسلمانوں نے ان کا محاصرہ کیا ہوا تھا وہ جنگ خندق کی [illegible] تھکا دینے والی جو مصیبت آ پڑی تھی اور وہ ابھی اس سے مزید وہ عرصہ تک محروم رہے تھے ان میں وہ شدت و قوت سے مسلسل نکل کر اپنے محاصرہ کرنے والے دشمن کے مقابلہ میں صبر اور [illegible] کی وجہ سے [illegible] مگر وہ تھے۔ وہ شدید تھکاوٹ کی حالت میں تھے دشمن نے انہیں آرام کا کوئی موقع ہی نہ دیا تھا۔ کیونکہ [illegible] مسلسل تو حالت جنگ کی حالت میں تھے۔ اور اس کے ساتھ قحط نما [illegible] تھی۔ جب مسلمان میدان میں یہودیوں کے اردگرد بیٹھے ہوئے تھے اور انہیں شدید ٹھنڈک کے ساتھ بھوک کی شدت سے کھجوریں ہی کھانے پڑتے تھے اور بنو قریظہ اس دوران عرب کے باشندوں میں سب سے زیادہ صاحب ثروت تھے وہ اپنے مضبوط قلعوں میں شدید ٹھنڈک کے تھپیڑوں سے محفوظ تھے۔ اور ان کے پاس مہینوں تک کے لئے ضرورت کی چیزیں وافر مقدار تک موجود تھیں اسی طرح ان کے قلعوں کے اندر میٹھا پانی موجود رہتا تھا۔ کیونکہ ان قلعوں میں بہت سے کنوئیں تھے۔ لیکن ان تمام عوامل کے باوجود جو یہودیوں کی مادی قوت کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور جن سے وہ طویل مدت تک مقابلہ کرنے کی طاقت رکھتے تھے۔ یہود کے اعصاب جواب دے گئے اور ان کا حوصلہ اس قدر ٹوٹ گیا کہ وہ پچیس راتوں سے زیادہ

محاصرہ کو برداشت نہ کر سکے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا۔ حالانکہ ان کی حالت یہ تھی کہ بڑی قوت و طاقت، وافر غلہ اور کثرت تعداد کے مالک تھے وہ اپنے قلعوں کے دفاع کے لیے ہتھیاروں کے استعمال کے سوا ہر چیز کے متعلق سوچ سکتے تھے۔

لیفٹیننٹ جنرل اے آئی اکرم اپنی کتاب "سپہ سالار رسول" میں بیان کرتے ہیں کہ بنی قریظہ کی جنگ، میدانی جنگ نہ تھی بلکہ محاصراتی جنگ تھی۔ اور وہ غذائی مواد اور پانی اور ستونوں، غلہ جات اور قلعوں کی مضبوطی اور ذخائر میں وہ طویل عرصے کی صعوبت کے باوجود محاصرہ کو برداشت نہ کر سکے اور انہوں نے محاصرہ کی سختی برداشت کرنے کے مقابلے میں اطاعت اختیار کرنے کو ترجیح دی۔

حقیقت یہ ہے کہ ان تمام اسباب اور مسلمانوں کی شدید مقاومت، اور موسم کی شدت کی وجہ سے عسکری موقف ان کے حق میں تھا۔ لیکن ان کا بہت مورال گر گیا اور وہ طویل عرصہ تک مقابلہ نہ کر سکے جیسا کہ امید کی جاتی تھی۔

یہود کے قلعوں میں داخلے کی دھمکی

شدید گھبراہٹ اور مورال کے گر جانے کے باوجود یہود کے عام صلح نہ دیتے اطاعت اختیار کرنے میں ابھی ٹال مٹول کرنے لگے کہ شاید انہیں کچھ مہلت مل جائے، وہ جنگ کے بوجھ سے بچانے کے لیے کوئی خارق عادت امر ظاہر ہو۔ لیکن کہاں۔

جب مسلمانوں نے دیکھا کہ یہودی اسلحے کے ڈال دینے کے باوجود اطاعت قبول کرنے میں ٹال مٹول کر رہے ہیں تو انہوں نے یہ اعلان کر دیا کہ وہ ان کے قلعوں میں گھس کر انہیں بزور شمشیر فتح کر لیں گے۔ شدید طور پر خوفزدہ کر دیا۔

بلاشبہ مسلمان بغیر جنگ کے بنی قریظہ سے اطاعت کرانے کو ترجیح دیتے تھے۔ یہ صحیح ہے کہ وہ بھوک اور مقاومت کے باوجود پچیس راتوں سے زیادہ عرصہ تک ان کا محاصرہ کیے رہے لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ وہ اطاعت اختیار کرنے میں ٹال مٹول کر رہے ہیں۔ ابوسفیان کی طرح اس شدید سرد موسم میں اسلامی فوجوں کا میدان میں قریش کی امداد کی غفلت کے باوجود ان کا محاصرہ جاری رکھنا ان کے لیے عظیم نقصان کا موجب ہو گا۔ اور یہودیوں کو اس سے فائدہ حاصل ہو گا

تو حضرت نے بنی قریظہ پر بھی، اسی جو غدار اور ... پر انہیں فتح کرنے کا فیصلہ فرمایا

اور جب حضرت علی بن ابی طالب نے علم لیا، جیش اسلام آپ کے پیچھے تھا تو حضرت زبیر بن عوام نے پکار کر کہا خدا کی قسم میں اس پیالے کو ضرور پیوں گا جسے حضرت حمزہ نے چکھا تھا یا ان کے قلعے کو ضرور فتح کروں گا[1]

یہودیوں کا اطاعت اختیار کرنا اور محاصرہ کا ختم ہونا

اس اقدام کے بعد جیسے ہی یہودیوں نے علمبردار یعنی حضرت علی بن ابی طالب سے لڑنے، اسلامی فوج کے دستوں نے دھاوا کر دیا اور ... حملہ ... پر تمام قلعوں میں داخل ہونے کے لیے تیار ہو گئے لیکن جب یہودیوں نے اسلامی افواج کی ... ان سے ترتیب دیکھی تھی، اسلامی فوج کے دستوں کو ... کرتے دیکھا تو انہیں یقین ہو گیا کہ ان کے قلعوں پر حملہ ایک بات ہے جس سے کوئی مفر نہیں تو انہوں نے حملہ روکنے کی درخواست کی اور بلا شرط اطاعت اختیار کر لی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ماننے کا اعلان کر دیا۔ مسلمانوں نے حملہ روک دیا۔ اور یہودیوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور اطاعت اختیار کر کے قلعوں کو چھوڑنے اور ان کے دروازوں کے کھولنے میں جلدی کرنے لگے۔ جب اسلامی فوج ان کو حفاظت میں لینے کے لیے بڑھی، وہ ایک جانب الگ ہو کر اکٹھے ہو گئے اور جب تمام مرد، عورتیں اور بچے قلعوں سے نکل گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں کو قید کرنے، ان کے ہاتھوں پر کڑیاں ڈالنے کا حکم دیا۔ اور یہ تمام کارروائی جنگی دستے کے سالار محمد بن مسلمہ انصاری کی نگرانی میں تکمیل کو پہنچی۔ عورتوں اور بچوں کے متعلق حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ان کو مردوں سے الگ رکھا جائے۔ ان کا معاملہ حضرت عبداللہ بن سلام کو سپرد کرنے کے بعد انہیں ایک طرف کر دیا گیا۔

اطاعت قبول کرنے کی کارروائی کی تکمیل کے بعد حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ مردوں کو ان کے خاص قید خانہ میں رکھ دیا جائے اور عورتوں اور بچوں کے متعلق آپ نے حکم دیا

---

[1] البدایہ والنہایہ جلد ... ، مزید ان کے حالات ہماری کتاب غزوہ بدر میں دیکھئے۔

کہ ان کی حفاظت ایسی جگہ ہو کہ جس میں قید اور تنگی کی صورت نہ ہو۔

بنی قریظہ کے مردوں کو تو حضرت اسامہ بن زید کے گھر میں قید کر دیا گیا اور عورتوں اور بچوں کے متعلق حضور نے ایک گھر تیار کیا جس میں قید خانہ کی صورت نہ تھی۔ پھر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مہمان خانہ میں منتقل کرنے کا حکم دیا۔ یہ حارث کی بیٹی کا گھر تھا جو بیشتر مدینہ آنے والے وفود کے اترنے کے لیے تیار کیا گیا تھا۔ ان عورتوں اور بچوں کی تعداد ایک ہزار سے زیادہ تھی۔[۱]

اوس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہود کی سفارش کرنا

جیسا کہ پہلے
بیان ہو چکا ہے

کہ بنو قریظہ جاہلیت میں اوس کے حلیف تھے جیسے بنو نضیر اور بنی قینقاع کے یہودی خزرج کے حلیف تھے اور اس حلف کے آثار اسلام کی آمد کے بعد بھی قائم تھے۔ عرب میں ایک حلیف اپنے حلیف کی مقدور بھر مدد کرتا خواہ وہ دین اور عقیدہ میں اختلاف رکھتے ہوں اور اسلام نے اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔

اوس کے سرداروں کو یہ دھن تھی اپنے حلیف یہودیوں کی شفاعت کے لیے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے۔ اور جب ان کا سفارشی وفد حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا تو انہوں نے یہ درخواست کی کہ ازراہ کرم آپ ان یہودیوں کی سزا میں تخفیف کر دیں۔ اور انہیں مدینہ سے جلا وطن کرنے پر اکتفا کریں۔ اس سفارشی وفد نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہا۔ یا رسول اللہ آپ کو یاد ہوگا کہ آپ نے خزرج کے حلیفوں بنو قینقاع کے یہودیوں سے رعایت کا برتاؤ کیا تھا جن کے متعلق جب انہوں نے آپ کا حکم مان لیا تھا آپ نے خزرج کے سردار عبداللہ بن ابی کی سفارش قبول کی تھی اور انہیں مدینہ سے جلاوطن کرنے پر اکتفا کیا تھا۔[۲]

---

[۱] مغازی واقدی غزوہ بنی قریظہ صفحہ ... السیرۃ الحلبیہ جلد ۲ صفحہ ... [۲] بنو قینقاع کے یہود کی جلاوطنی کا واقعہ ہماری کتاب غزوہ احد کی تمہیدی فصل میں دیکھئے۔

بنی قریظہ کا محاکمہ

باوجودیکہ بنو قریظہ نے عہد شکنی اور غداری کے عظیم و سنگین جرم کا ارتکاب کیا تھا پھر بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی فطرت میں شرافت و مروت اور پہلے ان صحابہ کے جذبات کے لحاظ سے خیال تھا۔ جنہوں نے آپ کو پناہ دی تھی۔ آپ نے چاہا کہ آپ ان کی بابت اپنے قدیم یہودی حلیفوں کے جذبات پر نظر ڈالیں۔ تو آپ نے ان جلیل القدر صحابہ کا لحاظ کرتے ہوئے جن کے عزیزوں سے دوستی اور تعلقات تھے ان یہودیوں نے امان طلب کی تھی۔ ان کا آخری فیصلہ اوس کے ہاتھوں میں دے دیا۔ آپ نے ان یہودیوں کے معاملہ کو اوس کے سردار سعد بن معاذ کے سپرد کر دیا۔ تاکہ وہ ان کے بارے میں وہی فیصلہ کریں جو اللہ چاہتا ہے۔ اس معاملے کی تفویض سے اوس کا دل حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملہ سے خوش ہو گیا۔ کیونکہ وہ اس سے کچھ پر امید تھے۔ کیونکہ ان کا سردار سعد بن معاذ ان کے حلیفوں کی سزا میں تخفیف کرے گا لیکن سعد کا حکم ان کی قوم کی توقعات کے خلاف صادر ہوا۔

سعد بن معاذ کا بنی قریظہ کے بارے میں فیصلہ دینا

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ جب صبح ہوئی تو بنو قریظہ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم مان لیا۔ اوس نے کہا یا رسول اللہ یہ خزرج کے مقابلہ میں ہمارے حلیف ہیں اور آپ نے گزشتہ کل ہمارے بھائیوں کے حلیفوں کے متعلق جو کچھ کیا تھا اس کا آپ کو علم ہی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی قریظہ سے قبل بنو قینقاع کا محاصرہ کیا تھا اور انہوں نے آپ کا حکم مان لیا تھا۔ عبداللہ بن ابی نے آپ سے ان کے متعلق درخواست کی تھی تو آپ نے انہیں اس کے سپرد کر دیا تھا۔ جب اوس نے آپ سے گفتگو کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے گروہ اوس کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ ان کے بارے میں تم میں سے کوئی آدمی فیصلہ کرے۔ انہوں نے جواب دیا بیشک ہم راضی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو وہ فیصلہ کرنے والا سعد بن معاذ ہے[1]

---

[1] سیرۃ ابن ہشام جلد ۳ صفحہ ۲۳۹

اوس کے سرداروں کا اپنے سردار کے پاس یہودیوں کی سفارش کرنا

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بنی قریظہ کے یہودیوں سے کہا کہ تم کو ان کے حلیف سعد بن معاذ کے ہاتھ میں دیتے ہیں تاکہ وہ ان کے متعلق جو چاہے فیصلہ کرے تو ان کی قوم اوس نے سمجھا کہ سعد ضرور ان کے بارے میں عفو کا حکم صادر کریں گے جو انہیں قتل ہونے سے بچا سکے گا۔ اس لیے زعمائے اوس کا ایک وفد اپنے سردار سعد بن معاذ کے پاس گیا تاکہ اس سے درخواست کرے کہ وہ اپنے حلیف بنی قریظہ کے متعلق فیصلہ میں نرمی کرے۔ اور انہوں نے اسے یاد دلایا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا معاملہ اسی لیے آپ کے سپرد کیا ہے کہ آپ ان کے بارے میں اچھا فیصلہ دیں۔[1]

مجروح حاکم حضرت سعد بن معاذؓ بنی قریظہ کے معاملہ میں شریک نہیں تھے۔ کیونکہ آپ مدینہ کی مسجد میں اپنے زخم کا علاج کروا رہے تھے۔ جو آپ کو جنگ خندق میں لگا تھا۔ اور آپ کی شریان کٹ گئی تھی۔ بنو عامر بن لؤی کے ایک مشرک کے تیر سے آپ زخمی ہوا تھا۔ اور مجروح سعد کا علاج ایک خاتون رفیدہ رضی اللہ عنہا کر رہی تھیں جن کا خیمہ مسجد نبوی میں لگا ہوا تھا۔ وہ جنگ خندق میں زخمی ہونے والے ان صحابہ کا علاج کرتی تھیں جن کے اہل بیت ان کا کوئی علاج کرنے والا نہیں ہوتا تھا۔ حضرت سعد اس خیمہ میں تھے کیونکہ آپ اوس کے سردار تھے اور آپ کے اہل اور خاندان والے آپ کے علاج معالجہ کی قدرت رکھتے تھے۔ لیکن حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ انہیں مسجد کے خیمہ میں رکھا جائے۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سے یہ غرض تھی کہ لوگوں کا یہ سردار آپ کے قریب رہے اور آپ اس کی عیادت کر سکیں اور جب چاہیں اس کا حال معلوم کر سکیں۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن معاذ کو مسجد میں اسلم قبیلہ کی ایک عورت کے خیمے میں رکھا ہوا تھا جسے رفیدہ کہتے ہیں وہ مریضوں کا علاج کرتی تھی۔ اور جو شخص مسلمانوں میں سے ضائع ہونے والا ہوتا تھا اس کی خدمت کر کے اپنے

---

[1] سیرت ابن ہشام جلد ثالث ـ

ہے ثواب کی خواہاں تھی۔ جب خندق میں انہیں تیر لگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیمے قریب سے فرمایا۔ انہیں رفیدہ کے خیمے میں ٹھہرا دو یہ قریب ہے تاکہ عیادت کر سکوں۔

جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو بنی قریظہ کے معاملہ میں جمع کیا تو آپ نے ان یہود کے حلیفوں کا معاملہ سعد بن معاذ کے سپرد کیا ہے کہ وہ خود فیصلہ کریں۔ متفق رہے کہ طریق فیصلہ کریں تو یہ سردار بڑی بہادری سے مجروح ہو رہے تھے تو سعد چلے گئے کہ اپنے مجروح سردار سے ملاقات کریں اور یہودیوں کے متعلق ان کا فیصلہ سنائیں۔ سعد کے پاس ... سعد سے ملاقات کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی قریظہ کا معاملہ آپ کے سپرد کر دیا ہے تاکہ آپ ان کے متعلق اپنی مرضی کے مطابق فیصلہ کریں۔ اس لیے کہ یہ معززین بنی قریظہ آپ کے حلیف ہیں جنہیں جہاں توقع پیدا ہو گئی تھی کہ آپ ان کے متعلق کچھ رعایت کریں گے۔ اگرچہ سعد کا زخم خطرناک تھا مگر وہ خوبرو جسیم آدمی تھے۔ آپ کی قوم نے آپ کے لیے ایک گدھا تیار کیا تاکہ آپ اس پر سوار ہو کر بنی قریظہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور پہنچ جائیں۔ جب سعد روانہ ہو کر بنی قریظہ پہنچے تو آپ کی قوم اوس کے سرداروں نے آپ کو گھیر لیا اور آپ کو اپنے حلیف یہودیوں سے حسن سلوک کرنے کے لیے کہنے لگے۔ جب انہوں نے بہت اصرار کیا تو آپ نے فرمایا کہ ان کے بارے میں وہی فیصلہ کروں گا جس کے یہ مستحق ہیں۔ اور مسلمانوں کے اور یہودیوں کے درمیان جو حلف ہے وہ ان کے اور سزا کے درمیان رکاوٹ نہیں بن سکتا جس کے یہ حقدار ہیں۔

ابن کثیر نے بیہقی سے روایت کیا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد کو بنی قریظہ کے بارے میں حکم بنایا تو ان کی قوم ان کے پاس آئی اور انہیں ایک گدھے پر سوار کیا اور ان کے لیے ... کا ایک تکیہ بنایا اور ایک روایت میں ہے کہ آپ کو ایک گدھے پر اٹھایا گیا جس پر کھجور کی چھال کا پالان تھا۔ آپ کو اس پر سوار کر دیا گیا اور آپ کی قوم نے آپ کو گھیر لیا۔ کہنے لگے اے ابو عمرو! یہ تیرے حلیف دوست اور غمخوار ہیں اور وہ لوگ جنہیں تو جانتا ہے۔ ... اپنے حلیفوں کے بارے میں کچھ حکم صادر کیجئے۔ جب انہوں

سے آپ پر واضح ہوا تو آپ نے کہا اب سعد کے لئے وقت آگیا ہے کہ وہ خدا کے معاملہ میں کسی ملامت گر کی ملامت کی پروا نہ کرے۔ سعد کی اس تقریر کے ساتھ ان کی قوم بنو عمرو کے متعلق ان کے حکم میں کسی قسم کی نرمی کروانے سے ناامید ہوگئی اور انہیں یقین ہوگیا کہ سعد بنو قریظہ کے متعلق قتل کا حکم دے گا۔ بیان کیا گیا ہے کہ ان کے بعض لوگوں نے سعد سے بنو قریظہ کے متعلق حسن سلوک کرنے کی استدعا کی جنہوں نے سعد کی اس تقریر کے بعد انہیں مُردوں میں شمار کیا اور انہوں نے بنو قریظہ پر نوحہ کیا اور سعد کے پہنچنے سے قبل ان کی قوم کو ان کی موت کی اطلاع دے دی تھی۔

ابن اسحاق نے سیرۃ میں بیان کیا ہے کہ اوس کے ان سرداروں نے جب سعد سے یہود کے متعلق حسن سلوک کرنے کے معاملہ میں یہ جواب سنا تو وہ اپنی قوم کے گھر بنی عبدالاشہل میں لوٹ آئے۔ پھر انہوں نے سعد کے پہنچنے سے قبل انہیں بنو قریظہ کی موت کی اطلاع دی۔

سعد لشکر گاہِ نبوی میں ادھر ان کے سردار سعد بن معاذ بنی قریظہ میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کمان کے ہیڈکوارٹر تک پہنچ گئے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں آپ کی بڑی شان تھی۔ اور عام مسلمان اور خاص کر اپنی قوم کے درمیان بھی آپ کا مقام بہت بلند تھا۔ جب سعد بنی قریظہ میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیڈکوارٹر کے قریب پہنچے تو لشکر گاہ میں جو لوگ تھے اور گرد موجود تھے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ وہ سعد بن معاذ کے لئے کھڑے ہو جائیں کہتے ہیں کہ جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قوموا الیٰ سیدکم اپنے سید کے لئے کھڑے ہو جاؤ تو [illegible] حضرت عمر بن خطاب نے کہا [illegible] اور [illegible] سعد لشکر گاہ میں [illegible] کے پاس پہنچے تو آپ نے فرمایا اپنے [illegible] کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔[3]

---

[1] سیرۃ ابن ہشام جلد ۳ صفحہ ۲۴۰ — [2] سیرت حلبیہ جلد ۲ صفحہ ۱۴

[3] دیکھو بخاری جلد ۲ صفحہ ۵۹۱ میں ہے کہ جب سعد انصار کے قریب آئے تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا اپنے سردار یا اپنے بہترین آدمی کی خاطر کھڑے ہو جاؤ۔

ایک فقہی مسئلہ

سعد بن معاذ کے بارے میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حکم دیا اس سے متعلق اس مسئلے میں فقہائے کرام میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ کیا آپ نے یہ بات ان کی تکریم کے لئے فرمائی یا سعد کو سواری سے اتارنے کے لئے فرمائی کیونکہ آپ زخمی اور تھکے ہوئے تھے ہمارے نزدیک واللہ اعلم کھڑے ہونے سے آپ کا مقصد صرف ان کا اعزاز و اکرام ان کی تعظیم کرنا ہے ہماری دلیل اس بارے میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے قوموا الی سیدکم اگر کھڑے ہونے سے مراد محض اتارنا ہوتا تو آپ فرماتے قوموا الیہ فانزلوہ (واللہ اعلم) اس کے علاوہ ابن برہان الدین نے سیرۃ حلبیہ میں بیان کیا ہے کہ جب سعد کے لئے صحابہ قیام کرنے کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ وہ دو صفوں میں کھڑے ہو گئے اور ہم میں سے ہر ایک انہیں سلام کرتا جاتا حتیٰ کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گئے اس میں یہ صراحت موجود ہے کہ قیام انہیں سلام کرنے کے لئے تھا۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ جب سعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے تو آپ نے فرمایا اپنے سردار کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔ مہاجرین بھی قریش میں سے تھے وہ کہنے لگے کہ حضور علیہ السلام کا مقصد انصار سے تھا معلوم ہوتا ہے کہ وہ کھڑے نہیں ہوئے تھے، انصار سمجھتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم عام تھا اس لئے وہ ان کے لئے کھڑے ہو گئے۔

سعد کا فیصلے سے پہلے یہودیوں سے موافقت چاہنا

جب سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ بنی قریظہ کے بارے میں فیصلہ کرنے کے لئے تشریف لائے تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: سعد! ان کے بارے میں فیصلہ کرو۔ انہوں نے جواب دیا اللہ اور اس کا رسول فیصلہ کرنے کے زیادہ حقدار ہیں تو حضور علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں تجھے فیصلہ کرنے کا حکم دیا ہے۔

سعد اپنی قوم کی اس خواہش سے آگاہ تھے کہ وہ اپنے حلیف یہودیوں کے حق میں فیصلہ میں نرمی کا برتاؤ۔ بے شک آپ سب سے عہد شکنی کو ناپسند کرتے تھے مثل رسول کریم

بحوالہ سیرت حلبیہ جلد ۲ صفحہ [illegible]

صلی اللہ علیہ وسلم نے اوس اور بنی قریظہ سے کہا کہ جب آپ کا حکم صادر ہو تو کیا اس پر عمل ہوگا اور کہا تھا کہ ہو؟ تو انہوں نے جواب دیا ہاں۔ حاکم سعد بن معاذ نے خیموں کی پڑاؤ میں کھڑے ہو کر تمام طور پر اپنی قوم سے اور خصوصاً ان تمام لوگوں سے جو پڑاؤ میں موجود تھے کہ تمہیں اللہ کی قسم کیا فیصلہ منظور ہوگا جو میں کروں گا؟ انہوں نے جواب دیا ہاں۔ پھر آپ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہو گئے اور آپ جس طرف موجود تھے اس کی طرف اشارہ کیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام و اکرام کے باعث ان سے منہ دوسری طرف کر کے کہا اور جو یہاں ہیں تم تک اور اس خیمہ کی طرف اشارہ کیا جس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم موجود تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ہاں میں جواب دیا۔ اس پر انہوں نے حکم دیا کہ بنی قریظہ کے مردوں کو [illegible] کیا آپ کو یہ فیصلہ پسند ہے ہوئے انہوں نے [illegible] کا معاملہ کو [illegible] ذکر کرتے ہیں [illegible] ایک [illegible] یہودیوں کو ان کی بد عہدیوں سے گھیر لیا تھا اور وہ خوفناک انجام سے بدنام تھے۔ مگر شدید خوف کے احساس کے باوجود انہیں زندگی کی امید باقی تھی کیونکہ انہیں معلوم ہو گیا تھا کہ ان کے اوس حلیفوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنی تائید کے لیے [illegible] دی ہے تاکہ آپ ان کی سزا میں تخفیف کریں۔ اس تائید کے نتیجہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان یہودیوں کے معاملہ کو ان کے حلیف اوس قبیلہ کے سردار سعد بن معاذ کے سپرد کر دیا ہے۔

بنی قریظہ کی تاریخ کی خوفناک گھڑی

فیصلہ کی گھڑی آ گئی اور سعد بن معاذ یہودیان بنی قریظہ کے متعلق اپنی آخری بات کا اعلان کرنے کے لیے کھڑے ہوئے اور تمام یہودیوں نے اپنے کان اپنے حلیف حاکم سعد کی طرف لگا دیے جس کے ہاتھ میں ان سب کا انجام تھا اور خوف و اضطراب سے اپنی آنکھیں اس پر گاڑ دیں اور ان کے دھڑکتے دل ان کے سینوں میں دھڑک رہے تھے اور اپنے متعلق فیصلے کے اعلان کے منتظر تھے ان کی [illegible]

له سیرت حلبیہ جلد [illegible] صفحہ [illegible] کله سیرت حلبیہ جلد [illegible] صفحہ [illegible]

بلکہ بیشک یہاں تک کہ جو مسلمان بھی پیچھے رہ گئے تھے ان کی نگاہیں بھی حکم (سعد) کی طرف لگی ہوئی تھیں اور خصوصاً آپ کی قوم اوس کی بھی جنہوں نے اپنے حلیفوں کے متعلق فیصلے میں تخفیف کرانے کے لیے اپنی خواہش ظاہر کی تھیں سب کی نگاہیں سعد کی طرف لگی ہوئی تھیں کہ وہ دیکھیں کہ وہ اپنے حلیف یہودیوں کے متعلق کیا حکم صادر کرتے ہیں۔ کیونکہ سبھی لوگوں (یعنی) کو معلوم تھا کہ صرف سعد ہی یہودیوں کے متعلق کیا فیصلہ صادر کریں گے۔ آخر فیصلہ صادر ہو گیا اور وہ نہایت سخت اور انتہائی خوفناک تھا۔

سعد کا یہودیوں کے قتل کا فیصلہ دینا

سعد بن معاذ نے بنی قریظہ کے تمام بالغ آدمیوں کو تلوار سے قتل کرنے کا فیصلہ دیا

اور اسی طرح یہ بھی فیصلہ دیا کہ ان کی عورتوں اور بچوں کو قیدی بنا لیا جائے اور ان کی تمام منقولہ اور غیر منقولہ جائداد ان مسلمان جانبازوں کے لیے غنیمت ہو گی جنہوں نے ان یہودیوں کا محاصرہ کیا اور انہیں ان کے قلعوں سے نیچے اتارا۔ سعد نے اپنے اجتہاد سے یہ فیصلہ کیا کہ ان کی زمین کے تمام مکانات انصار کے بغیر مہاجرین کے لیے ہوں۔ کیونکہ مہاجرین کے مدینے میں گھر نہ تھے۔ کیونکہ جب انہوں نے اپنے وطن سے مدینے کی طرف ہجرت کی تھی تو وہ اپنے تمام جائداد مکے میں مشرکین کے پاس چھوڑ آئے تھے۔

اور سعد نے رسول اللہ کے سامنے اس بات کا اظہار کیا۔ آپ نے اس فیصلے کو درست قرار دیتے ہوئے انہیں بتایا کہ یہ فیصلہ حکم سے متفق ہو چکا ہے۔ بخاری نے اپنی صحیح کتاب المغازی میں بیان کیا ہے کہ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ خندق کے دن سعد زخمی ہو گئے۔ انہیں قریش کے ایک آدمی حبان بن العرقہ نے تیر مارا تھا جو ان کی رگ اکحل میں لگا تھا تو حضور علیہ السلام نے مسجد میں ان کا خیمہ گڑوا دیا تاکہ قریب سے ان کی عیادت کر سکیں۔ جب رسول کریم ﷺ خندق

---

۱ سیرت ابن ہشام جلد ۳ صفحہ ۲۵۳، تاریخ ابن خلدون جلد دوم صفحہ ۲۹، طبقات ابن سعد جلد ۲ صفحہ ۵۵، الکامل لابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۷۶ ۲ سیرت حلبیہ جلد ۲ صفحہ ۳۳۴

۳ سعد بن معاذ کے حالات ہماری کتاب غزوہ بدر میں دیکھئے۔

[illegible] تو جبرئیل علیہ السلام آپ کے پاس [illegible] کہنے لگے آپ نے ہتھیار اتار دیئے ہیں [illegible] ہم نے ابھی نہیں اتارے ان کی طرف چلیے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کدھر؟ تو جبرائیل علیہ السلام نے بنی قریظہ کی طرف اشارہ کیا۔ پس رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے گئے [illegible] آپ کا فیصلہ ماننے پر [illegible]۔ پھر آپ نے ان کا فیصلہ سعد بن معاذ کے سپرد کر دیا۔ سعد نے کہا ان کے متعلق یہ فیصلہ کرتا ہوں کہ ان کے جنگ بازوں کو قتل کر دیا جائے اور عورتوں اور بچوں کو قید کر لیا جائے اور ان کے مال کو تقسیم کر دیا جائے۔

ابن سعد طبقات [illegible] بنو قریظہ کی اطاعت اختیار کرنے کو بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ نبی [illegible] سعدؓ کے فیصلے کو مان لیا۔ سعد نے ان کے متعلق فیصلہ کیا کہ ان کے جنگ بازوں کو قتل کیا جائے اور ان کے بچوں کو قید کر دیا جائے۔ [illegible] بنی قریظہ کے [illegible] غیر مہاجر [illegible] ہوئے تھے۔ [illegible] متعلق [illegible] جب سعد نے [illegible] کے قتل کے متعلق فیصلہ دیا [illegible] ان کے فیصلہ [illegible] کرنے کا حق نہ رہے گا۔

[illegible] اور [illegible] یہودیوں نے [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم کا [illegible] فیصلہ قبول کیا۔ [illegible] اطاعت اختیار کرنے کے [illegible] بیان کرتے ہیں کہ جب یہودی [illegible]

[illegible]

اطاعت اختیار کر لینے کے بعد یہ ان کے حلیف سعد بن معاذ فیصلہ کریں۔ اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شرط سے اتفاق کر لیا جیسا کہ مشہور روایتیں اور صحیح حدیث بخاری کا مطلب ہے کہ سعد اس وقت حکم بنے جب ان کی قوم نے بیچ میں پڑ کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ان یہودیوں کی سزا میں تخفیف کریں۔ ہمارے اس قول کی تائید صحیح بخاری کی اس روایت سے ہوتی ہے (اور اللہ اعلم صحیح ترین تاریخی مذہب ہے) کہ یہودیوں نے اس شرط پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو تسلیم کیا جائے۔ تو آپ نے فیصلہ ان کے حلیف کے سپرد کر دیا۔ صحیح بخاری کی یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد سے جب وہ بنو قریظہ کے پاس ان کے اطاعت اختیار کرنے کے بعد آئے۔ فرمایا ان یہودیوں نے آپ کے حکم پر اترنا قبول کیا ہے۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ان پر حکم بنا دیا۔ اپنا نائب مقرر کیا۔ جیسا کہ بخاری نے اپنی صحیح میں حضرت عائشہؓ سے بیان کیا ہے۔ اور جب سعد نے بنو قریظہ کا فیصلہ سنایا تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا۔ آپ نے ان کے متعلق خدا کے حکم سے فیصلہ کیا ہے۔ جو سات آسمانوں کے اوپر ہے۔[1]

سعد بن معاذ کے فیصلہ کے وقت وقوف

سعد کو ان کے حلیف یہودیوں کے بارے میں فیصلہ کے اختیارات حاصل ہو جانے کے بعد

لوگوں کے دلوں میں یہی خیال آیا تھا کہ وہ اپنے حلیف بنو قریظہ کی رعایت کریں گے۔ اور کم از کم ان کو موت سے بچانے کے لیے ان کے متعلق فیصلہ میں تخفیف کریں گے۔ اور اسی بات کی امید ان کی قوم کو اس وقت سے لگی تھی۔ جب اوس نے اپنے حلیف یہودیوں کے معاملہ کو انہیں تفویض کرنے پر خوشی کا اظہار کیا تھا اور انہوں نے تخفیف حکم کے متعلق ان سے سفارش کی تھی۔

اسی طرح یہودی بھی اسی بات کی امید رکھتے تھے کہ ان کے حلیف سعد بن معاذ کے پاس قدیم حلیفانہ تعلقات کی وجہ سے جو ان کے اور اوس کے درمیان تھے ان کی سفارش کی جائے گی اور چونکہ آپ کی قوم کے لیڈر یہ امید لگائے بیٹھے تھے کہ وہ ان کے متعلق فیصلہ میں نرمی کریں گے

---

[1] صحیح بخاری جلد [illegible] صفحہ [illegible]، فتح الباری جلد [illegible] صفحہ [illegible]، زاد المعاد جلد [illegible] صفحہ ۱۹۱

-- سعد نے بھی یہی قوم کا سہ معاملے کے بارے میں یہ بات فراموش نہ کی کہ اسلام اور ان کی حرمت خوب ہونے والے تمام لوگ اور مدینہ اور مدینہ کی عزت و حرمت والی چیزیں بھی، بلکہ ملک اور اسلام کا تمام دینی سیاسی، اقتصادی اور جنگی وجود ان یہودیوں کی عہد شکنی اور غداری کے باعث تباہی و بربادی کے کنارے پر کھڑا تھا۔ اور وہ کسی معاہدہ یا عادت مجرمہ کے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔ اور اگر یہ تجزیہ درست نہ ہوتا تو اسلام اور مدینہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو جاتا اور سعد کو اپنی قوم کی ان کے بارے میں یہ بات بھی نہیں بھولی کہ اگر انہیں احزاب کو مسلمانوں پر فتح حاصل ہو جاتی تو وہ مسلمانوں کا خاتمہ کرنے ان کو بے عزت کرنے ان کے گھروں کو تباہ کرنے اور ان کے وجود کو برباد کرنے سے قطعاً نہ چوکتے۔ جیسا کہ ان کے اور احزاب کی کمان کے درمیان اسی امر پر اس وقت اتفاق ہو چکا تھا جب اس کمان نے ان سے مسلمانوں سے عہد شکنی اور غداری کرنے کا مطالبہ کیا تھا اور یہ جو بھی سعد کے پاس ان کی قوم کے لوگ اپنے حلیف یہودیوں کے متعلق سفارش کرنے آئے آپ نے اپنی قوم سے یہ ابد تک رہنے والی بات کہی کہ۔

-اب سعد کے لیے وقت آگیا ہے کہ وہ اللہ کے بارے میں کسی ملامت گر کی ملامت کی پرواہ نہ کرے پھر آپ نے یہ تاریخی حکم صادر کیا جو وقت اور جرم کی نوعیت کے مطابق سزا کے مطابق ہے۔

سعد کے لیے ناقابل فراموش یاد

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی کہ بنو قریظہ عہد شکنی کر کے احزاب کے محاذ میں شامل ہو گئے ہیں تو آپ نے جب کہ احزاب کی افواج نے مدینہ کے محاصرہ کا آغاز کیا تھا، ایک وفد بنی قریظہ کی خبر کی چھان بین کرنے کے لیے بھیجا یہ بات ذکر کے قابل ہے کہ اس وفد کے ایک ممبر سعد بن معاذ بھی تھے۔ اس وفد نے بنی قریظہ سے کہا کہ وہ سب مسلمانوں سے معاہدہ کی پابندی کریں اور مدینہ کے دفاع کے لیے مسلمانوں کے ساتھ مل کر جنگ کے اخراجات کو پورا کرنے کا مطالبہ کیا۔ سعد اس وفد کے سربراہ تھے آپ نے دوبارہ ان کے معاہدے پر یہودیوں کے جواب کو سنا، سوچا کہ وہ تاریخ اسلام کی ان خطرناک گھڑیوں میں ان غداروں کو کیسے برا بھلا کہیں۔ انہوں نے کسی ندامت اور شرمندگی کے بغیر عہد شکنی کا اعلان کر دیا۔ اور مسلمانوں کو تباہ کرنے کے لیے احزاب کے ساتھ شرکت پر اصرار کیا اور ان کو تنگ کرنے لگے۔

کیں مگر [illegible] سے [illegible] نہیں کرتی ہے۔ [illegible] ہوتا ہے)

اوس کے نوجوان سردار سعد بن معاذ نے جب [illegible] یہودیوں سے یہ تینوں بات سنی تو ان سے اس ذلیل کام کو دیکھا تو انہوں نے ان کا [illegible] لیا۔ اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فوج واپس آ رہی تھی [illegible] کی حالت میں [illegible] تھی اس وقت [illegible] یہودیوں نے اپنے سابق حلیفوں کو [illegible] بھیجا کہ [illegible] ان یہودیوں کو [illegible] آپ کے سامنے [illegible] ہو گئی [illegible] اپنے حلیف یہودیوں پر مہربانی [illegible] کیا [illegible] آپ کو یہ بات فراموش نہ ہوئی کہ آپ ان کے حلیف ہیں [illegible] اور نصیحت بھی کی تھی کہ وہ اپنے عہد پر قائم رہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غداری نہ کریں تاکہ وہ اس [illegible] کے انجام سے دوچار نہ ہوں جو [illegible] طرف [illegible] عہد شکنی اور غداری [illegible] نہیں [illegible] [illegible] اور [illegible] کے درمیان ایک معاہدہ اور [illegible] تعلقات [illegible] کی تجدید [illegible] سب سے پہلے [illegible] کے [illegible] ہوا تو انہوں نے [illegible] نے [illegible] سے معاہدہ کو [illegible] کر دیا ہے [illegible] کی [illegible] جب مسلمانوں پر [illegible] سعد کو [illegible] کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں [illegible] کہا ہے۔ آپ نے [illegible] علیم [illegible] [illegible] دیکھتے تو وہ [illegible] زیادہ [illegible] ہوتی۔ [illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] بیٹے [illegible] رسول [illegible] ہے [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کوئی معاہدہ نہیں ہے۔

اس وقت [illegible] بیٹھے تھے [illegible] کہ اللہ تعالیٰ ان کے [illegible] کے [illegible] یہی وجہ ہے [illegible]

۱۔ [illegible] النہایۃ [illegible] ۲۔ [illegible] سیرت [illegible] کتاب [illegible]

[illegible] بیان کیا ہے [illegible]

اس جنگ میں زخم سے زخمی ہو گئے تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ جب تک وہ ان غدار مجرموں سے انتقام نہ لے لیں۔ انہیں موت نہ آئے۔ امام محمد نے اپنی مسند میں جابر بن عبداللہ سے روایت کی ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ سعد بن معاذ کو تیر لگا تو انہوں نے اپنی رگ پر ہاتھ رکھ دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے آگ سے داغ دیا۔ تو آپ کا ہاتھ پھول گیا۔ جب آپ نے اسے دیکھا تو کہا اے اللہ اس وقت تک میری جان نہ نکلے جب تک بنی قریظہ سے میری آنکھیں ٹھنڈی نہ ہوں۔ آپ نے اپنی رگ پکڑ لی تو اس سے ایک قطرہ بھی نہ ٹپکا یہاں تک کہ انہوں نے سعد کے فیصلے کو مان لیا تو آپ نے فیصلہ کیا کہ ان کے مرد قتل کیے جائیں۔ اور ان کی عورتیں اور بچے لونڈی غلام بنا لیے جائیں۔ پس جب آپ ان سے فارغ ہو گئے تو آپ کی رگ پھٹ گئی اور آپ فوت ہو گئے۔ حضرت سعد نے یہودیوں کے متعلق یہ فیصلہ بڑی تحقیق اور ان کی نفسیات کے کامل مطالعہ اور تجربہ کرنے کے بعد دیا اور بے شک وہ ایسے ہی مجرم تھے جن کی تباہی سے کوئی مفر نہیں۔

یہود کے قتل کے متعلق فیصلہ کی تنفیذ

بنی قریظہ کے متعلق فیصلہ کی کارروائی کی تکمیل کے بعد حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی قریظہ کے ساتھ مدینہ کی طرف رخ کیا اور اس میں داخل ہو گئے۔ اور بنی قریظہ سے آپ کی ذہنی عداوت نہ تھی بلکہ یہ حق مسلمانوں کا اللہ عزوجل کے حکم کے مطابق ہوا۔ اور بنی قریظہ کو مدینہ میں داخل کیا گیا۔ ان سب کو مدینہ منورہ میں حضرت رملہؓ کے مکان میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ مقتضی کے مطابق رکھا گیا۔ آپ نے مردوں کو اسامہ بن زید کے گھر ٹھہرانے کا حکم دیا۔ اور عورتوں اور بچوں کو بنی نجار کی ایک عورت کے مکان میں رکھا گیا۔ جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ اور بنی قریظہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نیکی کے بعد یہودیوں کے قتل کے فیصلہ کی تنفیذ کے لیے کارروائیاں شروع کی گئیں۔ آپ نے گہری خندقیں کھودنے کا حکم دیا۔ تاکہ ان غداروں کے جسموں کو قتل کرنے کے بعد دفن کر دیا جائے۔ اور ان کے قتل و دفن کے لیے مدینہ کے بازار کو منتخب کیا گیا جسے اب السوق کہتے تھے۔

قتل کے بعد یہودیوں کو خندقوں میں دفن کرنا

یہود کی تدفین کے لیے تیار کی گئی خندقوں کی کھدائی کی کارروائی کے اختتام کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کچھ صحابہ کے ساتھ اس جگہ بیٹھ گئے جہاں ان کے قتل کے لیے تیاریاں کی گئی تھیں۔ پھر آپ نے بنی قریظہ کے ان مردوں کو حاضر کرنے کا حکم دیا جن پر فیصلہ لاگو ہونا تھا۔ پس آپ نے ان کے قتل کرنے کا حکم دیا۔ انہیں باری باری قتل کیا گیا یہاں تک کہ ان میں سے ایک آدمی بھی باقی نہ رہا۔ جب ایک ایک دستہ یہودیوں کے قتل کی تکمیل ہو جاتی تو صحابہ انہیں ان خندقوں میں پھینک دیتے اور مٹی سے چھپا دیتے یہاں تک کہ ان سے فارغ ہو گئے۔ مورخین نے قتل ہونے والے یہودیوں کی تعداد میں اختلاف کیا ہے۔ بعض کا قول ہے کہ ان کی تعداد چھ سو کے قریب تھی اور بعض کہتے ہیں کہ وہ آٹھ سو سے نو سو کے درمیان تھے[1]۔ ان سب یہودیوں کو ایک رات میں تہ تیغ کیا گیا۔ اور قتل کی کارروائی کھجور کی شاخوں کی مشعلوں کی روشنی میں ہوئی۔ اور ان غدار یہودیوں کے قتل کی کارروائی کے منتظم حضرت علی بن ابی طالب اور زبیر بن العوام تھے[2]۔ بعض مورخین کہتے ہیں کہ اوس کے لیڈروں نے جو بنی قریظہ کے حلیف تھے، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ اوس کے کچھ جوانوں کو بھی یہود کے قتل کی کارروائی میں شریک کیا جائے۔ کیونکہ ان کے بعض خزرجی ساتھیوں نے ان پر یہ الزام لگایا ہے کہ وہ ان یہودیوں کے قتل کو اپنا حلیف ہونے کی وجہ سے ناپسند کرتے تھے۔ پس اوس قتل میں شریک ہو کر اس الزام کو رد کرنا چاہتے تھے۔

الاکتفاء میں ہے کہ سعد بن عبادہ اور حباب بن منذر خزرجی[3] نے رسول اللہ سے کہا یا رسول اللہ اوس نے اپنا حلیف ہونے کی وجہ سے بنی قریظہ کے قتل کو ناپسند کیا ہے۔ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا اوس کے کسی اچھے آدمی نے ناپسندیدگی کا اظہار نہیں کیا اور جس نے اسے ناپسند کیا ہے۔ خدا اسے راضی نہ کرے۔ اوس کے سرداروں میں سے اسید بن حضیر[4] نے کھڑے ہو کر کہا یا رسول اللہ آپ انصار کے تمام گھرانوں میں بنی قریظہ تقسیم کر دیجئے تو آپ نے انہیں تقسیم کر دیا اور انہوں نے انہیں قتل کر دیا[5]۔

---

[1] الکامل لابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۷۵ ۔ [2] سیرت حلبیہ جلد ۲ صفحہ ۱۲۳ ۔ [3] ان کے حالات ہماری کتاب غزوہ بدر میں بیان ہو چکے ہیں ۔ [4] ان کے حالات ہماری کتاب غزوہ احد میں بیان ہو چکے ہیں ۔ [5] سیرت حلبیہ جلد ۲ صفحہ ۱۲۳ ۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہود کے قتل کی کارروائی کا مشاہدہ کرنا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی قریظہ کے ان یہودیوں کے قتل کے فیصلہ کی تنفیذ کی کارروائی کا مشاہدہ کیا کیونکہ یہ حق اللہ تعالیٰ کا واجب تھا اور وہ ان خوفناک مجرموں سے ادا ہوا۔ جن کے جرم سے فیصلے نے مسلمانوں کو دوچار کرنا چاہا تھا ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان یہودیوں کے قتل کی کارروائی کے وقت موجود تھے۔ پھر آپ مدینہ کے بازار کی طرف گئے اور وہاں خندقیں کھدوائیں۔ پھر بنی قریظہ کو پیغام بھیجا اور ان خندقوں میں انہیں قتل کیا گیا۔ انہیں جماعت در جماعت لایا جاتا تھا۔ ان میں یہودیوں کے قتل کے متعلق حکم نافذ ہوا تھا ان میں ان کا سردار اور مشہور مجرم اور فتنہ و فساد کا بانی حیی بن اخطب بنی نضیر کا سردار بھی تھا۔ جس نے احزاب کو مرتب کیا اور مدینہ سے جنگ کرنے کے لیے ان کی فوجوں کو اکٹھا کیا اور بنی قریظہ کو عہد شکنی پر آمادہ کیا اور اسلامی فوج کے لیے جو نازک ترین وقت تھا اس میں ان پر پیچھے سے خوفناک طریقہ سے چوٹ لگانے کی دست درازی کی اور اس خبیث مجرم حیی بن اخطب نے اپنے اس کام کو اپنے قتل ہونے تک جاری رکھا اور اللہ تعالیٰ نے یہی چاہا کہ یہ شخص ان یہودی بنی قریظہ کے قلعوں کے محاصرہ کے وقت ان کے درمیان موجود ہو۔ جس نے بھی بنی قریظہ کے ساتھ اطاعت اختیار کر لی اور اسے بھی ان کے ساتھ ہی قتل کر دیا گیا۔ اور یہ وہی ہے کہ جب یہ شخص حیی بنی قریظہ کو عہد شکنی اور مسلمانوں کے ساتھ غداری کرنے پر آمادہ کرنے کے لیے آیا تو بنی قریظہ کے سردار کعب بن اسد نے اس سے عہد لیا کہ وہ بنی قریظہ کے ساتھ ان کے قلعوں میں رہے۔ مگر احزاب کی واپسی پر اپنے مقصد کو پورا کیے بغیر مدینہ سے واپس چلی گئیں اور وہ مقصد مسلمانوں کو مکمل طور پر تباہ و برباد کرنا تھا۔

اور حیی نے قسم کو پورا کیا۔ مردار نے اپنے ساتھیوں بنی قریظہ سے یہ عہد پورا کیا اور ان کے ساتھ ان کے قلعوں میں داخل ہو گیا۔ اور ان کے ساتھ رہا۔ یہاں تک کہ انہوں نے مسلمانوں کی اطاعت اختیار کر لی تو اس نے بھی ان کے ساتھ اطاعت اختیار کر لی اور ان کے ساتھ ہی قتل ہو گیا۔

حیی بن اخطب کے بنی قریظہ کو مسلمانوں سے عہد شکنی پر آمادہ کرنے کا واقعہ تفصیل سے غزوۂ احزاب میں دیکھئے۔

بنی نضیر کے شیطان کا قتل ہونے سے پہلے گفتگو کرنا

حیی بن اخطب کا یہودیوں
کے سردار حیی بن اخطب کا قتل

کی گھڑی آن پہنچی تو اس نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنے بغض و کینہ کو پوشیدہ نہ رکھا بلکہ اپنی شرپسندی کی آخری گھڑیوں میں بڑے غرور اور جرأت کے ساتھ مظاہرہ کیا۔

ابن اسحاق حیی کے قتل کی ساعت میں اس کے موقف کو بیان کرتا ہوا کہتا ہے کہ اور اللہ کے دشمن حیی بن اخطب کو لایا گیا۔ وہ سرخ حلہ زیب تن کئے ہوئے تھا۔ جسے ہر جانب سے انگلیوں کے برابر پھاڑ رکھا تھا تاکہ اسے کوئی چھین نہ لے اور اس کے ہاتھ رسی کے ساتھ گردن سے بندھے ہوئے تھے۔ جب اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھا تو کہنے لگا

"خدا کی قسم میں نے تمہاری عداوت پر کبھی اپنے آپ کو ملامت نہیں کی۔ لیکن جو اللہ کو چھوڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے چھوڑ دیتا ہے"[1] واقدی نے یہ الفاظ بیان کئے ہیں کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حیی کو بندھے ہوئے دیکھا تو اسے فرمایا کیا اللہ تعالیٰ نے تجھے نہیں پکڑا؟ اس نے کہا ہاں۔ لیکن جو آپ کو چھوڑے گا اسے چھوڑ دیا جائے گا۔

حیی بن اخطب کی شجاعت

یہ بات قابل ذکر ہے کہ اس مجرم یہودی پر موت کا کوئی
اثر نہ تھا بلکہ قتل کے وقت بھی اس نے بڑی شجاعت

اور ثابت قدمی دکھائی اور جب اس یہودی کو قتل کے لئے مقتل میں پیش کیا گیا تو اس نے بات چیت کرنے کی اجازت طلب کی۔ جب انہوں نے اجازت دے دی تو اس نے لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا اے لوگو! اللہ کے حکم پر کوئی حرج نہیں ہے۔ اللہ نے کتاب، تقدیر اور جنگ کو بنی اسرائیل پر فرض کیا ہے۔ پھر وہ بیٹھ گیا اور اسے قتل کر دیا گیا پھر لوگوں نے اس کے جسم کو خندق میں پھینک دیا۔ ایک یہودی شاعر جبل بن جوال ثعلبی نے ابن اخطب کے اس موقف پر جو اس نے قتل سے پہلے اختیار کیا اس کی مدح کی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ

"تیری زندگی کی قسم ابن اخطب نے اپنے آپ کو ملامت نہیں کی۔ لیکن جو اللہ کو چھوڑتا

---

[1] سیرت ابن ہشام جلد ۳ صفحہ ۲۵۲

سے بھی شے بھی چھوڑ دیا ہے۔ انہوں نے خندق کی حد تک کوشش کی، اور ان کے آنے تک وہ عرب [illegible] کی عزت کا تصور نہ تھا۔

ہمارے اس بات کو جاننا بھی ضروری ہے کہ اس نے ثابت کیا کہ شر سے خیر کا ظہور ہوتا ہے اور ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا اسی حیی بن اخطب کی صاحبزادی تھیں جن سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر میں ان کے خاوند کے قتل ہونے کے بعد شادی کی تھی اور آپ امہات المومنین میں سے بہت با عظمت تھیں۔

بنی قریظہ کے سردار کو کیسے قتل کیا گیا

بنو نضیر کے سردار کے قتل کی تکمیل کے بعد حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرا قدم بنو قریظہ کے سردار کعب بن اسد کو مقتل میں لانا۔ یہ کعب بن اسد نہایت سنجیدہ اور شریف تھا۔ اور عہد شکنی کو ناپسند کرتا تھا۔ اسے مسلمانوں سے عہد شکنی کرنے کی کوئی دلچسپی نہ تھی۔ بلکہ اسلام کی طرف میلان رکھتا تھا۔ اسی لیے اس نے اپنی قوم کو حلقہ بگوش اسلام ہونے کی دعوت دی۔ لیکن اس پر بھی غالب آگئی اور بنو نضیر کے شیطان حیی بن اخطب نے اس پر غلبہ پا لیا۔ جس نے اس کو راہ مستقیم سے منحرف کر دیا۔ جس پر وہ چلنا چاہتا تھا۔ پس وہ اٹھے اور اس کی قوم بنو قریظہ کو اس خوفناک انجام تک کھینچ لایا جو قتل تھا۔

کعب بن اسد حیی بن اخطب پر زبان کی پاکیزگی اور وفائے عہد کے لحاظ سے فوقیت رکھتا تھا۔ جب اس کو ہاتھ بندھے ہوئے یہودی سرداروں کو قتل کے حکم کی تنفیذ کے لیے لایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پہچان لیا کہ کعب ہے۔ اس نے کہا ہاں ابو القاسم۔ آپ نے فرمایا تم نے ابن خراش[1] کی نصیحت سے فائدہ نہیں اٹھایا حالانکہ وہ تمہارا معتقد تھا۔ کیا اس نے تمہیں میری اتباع کا حکم نہیں دیا تھا کہ جب تم مجھے دیکھو تو مجھے سلام کہو۔ اس نے کہا تورات کی قسم اے ابو القاسم بیشک یہی بات ہے۔ اگر یہودی مجھے یہ طعنہ نہ دیتے کہ میں تلوار دیکھ کر گھبرا گیا تو میں آپ کی اتباع کرتا۔ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے آگے کر کے قتل کرنے کا حکم دیا اور اسے قتل کر دیا گیا۔[2]

---

[1] ابن خراش ایک دانا عالم یہودی تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے قبل شام سے آیا تھا اور یہیں مقیم رہا، آپ کی بعثت کی بشارت دیتا تھا۔

[2] [illegible] جلد ۱، صفحہ ۱۲

کیا تم کسی جگہ بھی عقل سے کام نہیں لیتے

بنو قریظہ اپنے سردار کعب بن اسد کے ساتھ قید خانے میں بند تھے۔ جب ان کی ایک ایک جماعت کو قتل ہونے کے لیے بلایا جاتا تو وہ اپنے سردار کعب کی پناہ چاہتے اور اس سے گھبراہٹ سے پوچھتے اب ہمارے خیال میں ہمارے ساتھ کیا سلوک ہو گا اور وہ انہیں بڑی [illegible] سے جواب دیتا کہ کیا تم کسی جگہ بھی عقل سے کام نہیں لیتے۔ خدا کی قسم تم قتل ہو گے۔

یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہا اور وہ لوگ جماعت در جماعت قتل کیے جاتے رہے یہاں تک کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان سے فارغ ہو گئے۔ اس لحاظ سے بنی قریظہ کے سردار کعب بن اسد کی فراست نے غلطی نہیں کی۔ اسی طرح بنی نضیر کے سردار حیی بن اخطب سے جب اس نے مسلمانوں کے ساتھ عہد شکنی کا مطالبہ کیا، کہا تھا تو بڑا ہی منحوس آدمی ہے۔

پھر بعض واقعات نے ثابت کر دیا کہ کعب بن اسد کی فراست درست تھی۔ اور واقعات نے اس کی سچائی کو ثابت کر دیا کہ حیی بن اخطب بنو قریظہ کے لیے منحوس ترین انسان تھا۔ اس نے انہیں آخر کار مقتل تک پہنچا دیا۔

قتل ہونے والی واحد عورت

اس طرح بنی قریظہ کے تمام مردوں کو عہد شکنی اور غداری کے جرم کی سزا میں مکمل طور پر قتل کر دیا گیا۔ اور مسلمانوں نے بنو قریظہ کی عورتوں میں سے کسی کو قتل نہیں کیا کیونکہ اسلام کے آداب جنگ میں دشمن کی عورت کو قتل کرنا حرام ہے۔ سوائے اس کے کہ کسی کو حد یا قصاص میں یا میدان جنگ میں مقابلہ کرتے ہوئے قتل کیا جائے۔ اس لیے بنی قریظہ کی عورتوں میں سے کسی عورت کو سوائے ایک عورت کے قتل نہیں کیا گیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو ایک مسلمان کے قتل کے قصاص میں قتل کرنے کا حکم دیا۔ اس یہودیہ قریظیہ عورت کا نام [illegible] تھا۔ اس نے اپنے مکان کی چھت سے خلاد بن سوید پر چکی کا پاٹ گرا کر قتل کر دیا تھا۔ چنانچہ اسے قصاص میں قتل کر دیا گیا۔

یہ عورت قتل کے حکم کے نفاذ کے وقت بنی قریظہ کی عورتوں میں حضرت عائشہ کے

---

[1] سیرت حلبیہ جلد ۲ ص ۱۳

کھڑی ہنس رہی تھی اسے منادیوں نے بنی قریظہ کی تمام عورتوں کے درمیان سے اس کا نام لے کر آواز دی اور جب اس نے سنا کہ کوئی اس کا نام لے کر آواز دے رہا ہے کہ فلانہ کہاں ہے؟ تو اس نے کہا خدا کی قسم میں یہیں ہوں۔ حضرت عائشہؓ نے اسے کہا تیرا بُرا ہو تجھے کیا ہو گیا ہے۔ اس نے کہا میں قتل ہوں گی۔ میرے خاوند نے جو قتل کیا ہے۔ پھر حضرت عائشہؓ نے اسے کہا کہ تیرے خاوند نے تجھے کیوں قتل کیا ہے۔ اس نے کہا میرے خاوند نے مجھے حکم دیا کہ میں ان دشمن مسلمان سپاہ پر چکی کا پاٹ گرا دوں جو قلعے کے نیچے اس کے سائے میں بیٹھے ہیں۔ میں نے خلاد بن سوید کو دیکھا اور اس کے سر پر پھینک دیا۔ اب میں اس کی وجہ سے قتل ہوں گی۔

عجیب بات

پھر اس نے حضرت عائشہؓ کو واقعہ کی بہت سی تفاصیل بتائیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ یہ بنی قریظہ کے ایک آدمی کی بیوی تھی۔ اور میرے خیال سے ان کے درمیان میاں بیوی والی شدید محبت تھی۔ جب محاصرہ سخت ہو گیا تو عورت نے اپنے خاوند سے کہا کہ مجھے وصل کے ایام پر بہت حسرت ہے۔ وہ ختم ہوا چاہتے ہیں اور فراق کی گھڑیوں میں تبدیل ہونے والے ہیں۔ میں تیرے بعد زندگی کیا کروں گی؟

میرے خاوند نے کہا کہ اگر تو واقعی محبت رکھتی ہے تو مسلمانوں کی ایک جماعت قلعے کے سائے میں بیٹھی ہے ان پر چکی کا پاٹ گرا دے شاید وہ ان میں سے کسی ایک کا کام تمام کر دے۔ پس اگر انہیں یہ نتیجہ حاصل ہوا تو وہ مجھے اس کے بدلے میں قتل کر دیں گے۔ تو میں نے یہ کام کر دیا۔[1]

حضرت عائشہؓ اس یہودی عورت اور اس کی ثابت قدمی کے متعلق ایک عجیب سی بات بیان کرتی ہیں۔ آپؓ فرماتی ہیں۔

خدا کی قسم وہ میرے پاس میرے ساتھ خوب ہنس ہنس کے باتیں کر رہی تھی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے مردوں کو بازار میں قتل کر رہے تھے کہ اچانک آواز دینے والے نے اس کا نام لے کر آواز دی کہ فلاں عورت کہاں ہے؟ اس نے کہا خدا کی قسم میں ہوں۔ حضرت عائشہؓ

---

[1] سیرت حلبیہ جلد ۲ صفحہ ۳۳۱ ـ

فرماتی ہیں تب میں نے اسے کہا تیرا بُرا ہو تجھے کیا ہو گیا۔ اس نے بتایا کہ مجھے قتل کیا جائے گا۔ میں نے کہا کیوں اس نے کہا کہ میں نے ایک واقعہ کیا ہے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں سو اسے جا کر قتل کر دیا گیا۔ حضرت عائشہ فرمایا کرتی تھیں خدا کی قسم مجھے اس کی ایک عجیب بات نہیں بھولتی۔ اس کی خوش دلی اور کثرت سے ہنسنا، حالانکہ اسے یہ پتہ تھا کہ اسے قتل کیا جائے گا[1]

ابوداؤد نے بیان کیا ہے کہ یہ عورت حضرت الحکم قرظی کی بیوی تھی۔ بنی قریظہ میں سے حضرت عطیہ قرظی قتل سے بچا اور دوسرا رفاعہ بن سموال القرظی تھا۔ جسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قتل کی بجائے ایک عورت نے مانگ لیا تھا۔ اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی معافی کی التجا کی تھی۔ اس نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ وہ عنقریب اسلام قبول کرے گا۔ اور حضور نے اس کے اسلام قبول کرنے پر بخش دیا۔ یہ عورت حضرت سلمیٰ بنت قیس تھی جو انصار کی عورتوں سے اولین اسلام لانے والی اور پہلی بیعت کرنے والی تھی۔

ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ سلمیٰ بنت قیس نے جو ام المنذر اور ام سلیط سے مشہور تھیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک خالہ تھیں۔ جنہوں نے آپ کے ساتھ دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی اور عورتوں کی بیعت میں آپ سے بیعت کی۔ انہوں نے آپ سے رفاعہ بن سموال قرظی کے متعلق درخواست کی کہ وہ ایک بالغ

---

[1] سیرۃ ابن ہشام جلد ۳ صفحہ ۲۵۶۔ رفاعہ بن سموال القرظی صحابہ میں سے تھا۔ اس نے [illegible] میں [illegible] حاکم نے [illegible] کیا۔ [illegible] ہے۔ وہ یہی ہے جس کے متعلق ابن [illegible] نے حضرت عائشہ سے روایت بیان کی ہے۔ آپ فرماتی ہیں کہ

رفاعہ کی بیوی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی اور کہنے لگی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رفاعہ نے مجھے طلاق دے دی ہے، یعنی میری طلاق کا فیصلہ کر دیا ہے۔

[2] سیرۃ ابن ہشام [illegible] ام المنذر [illegible] سلمیٰ بنت قیس [illegible] نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی [illegible] خالہ تھیں [illegible] علیہ وسلم کی [illegible] آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب کی والدہ بھی بنی نجار سے تھیں۔ [illegible] عبدالمطلب کی [illegible] نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے [illegible] ہوئے

شخص تھا جس نے اس کی پناہ لی تھی اور وہ اس کے پیچھے ہی جاتا تھا۔ ایک عورت نے کہا کہ اللہ کے نبی! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں مجھے رفاعہ عطا فرما دیجئے۔ وہ نماز پڑھتا اور اونٹ کا گوشت کھاتا ہے۔ تو آپ نے اس کو اسے عطا فرما دیا تو وہ اس سے شرمندہ ہو گئی۔

یہودی کا ایک عجیب واقعہ

جب بنی قریظہ کے عہد شکن اور غدار لوگوں کے متعلق قتل کی اور لازمی سزا کے فیصلے کی تنفیذ کا کام شروع ہو گیا تو ایک عجیب ہیجان خیز واقعہ رونما ہوا۔ جس کا محور ایک قدیم کینہ توز جنگ باز یہودی تھا جس کا نام زبیر بن باطا تھا اور وہ جاہلیت میں بنی قریظہ کے لیڈروں میں سے تھا۔ اور اس نے اسلام سے قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی سے بڑا احسان کیا تھا۔ جن کا نام ثابت بن قیس بن شماس[1] خزرجی تھا۔ اس صحابی نے اس یہودی کے سابق احسان کا بدلہ دینے کی کوشش کی۔ چنانچہ یہ صحابی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئے اور آپ کے سامنے اس یہودی کے احسان کا تذکرہ کیا اور آپ سے استدعا کی کہ آپ ہمارا ساتھ دیں اور عفو و درگذر کے متعلق رعایات سے کام لیں۔ آپ اس یہودی کو معاف فرما دیں۔ جس کے قتل کا فیصلہ کیا جا چکا ہے تاکہ وہ اس کے پچھلے احسان کا بدلہ دے سکے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابی کی درخواست کو قبول کر لیا اور اس یہودی نے معافی کے حکم صادر ہو جانے کے بعد بھی کہا کہ اسے اس کی قوم کے لوگوں کے ساتھ قتل کیا جائے۔ تاکہ وہ ان کے ساتھ مل جا سکے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ بنی قریظہ صلح اور جنگ میں قبیلہ اوس کا حلیف سمجھے جاتے تھے۔ اور یہ اس تحالف کی وجہ سے تھا جو دونوں قبیلوں کے درمیان قائم تھا۔ جب کہ جاہلیت میں عربوں کا مروجہ معمول تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جب اوس اور خزرج کے درمیان جنگ ہوئی تو بنی قریظہ اوس

---

[1] ثابت بن قیس بن شماس بن زہیر خزرجی انصاری مدنی۔ رسول کریم کے خطیب تھے اور انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ آنے پر آپ سے کہا تھا کہ ہم بھی جیسے اپنی جان اور اولاد کی حفاظت کرتے ہیں ویسے آپ کی حفاظت کریں گے۔ پھر ہمیں کیا ملے گا۔ آپ نے فرمایا جنت۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سب سے پہلے معرکہ احد میں شریک ہوئے اور بعد کے معرکوں میں بھی شامل ہوئے۔ اور معرکہ یمامہ میں شہید ہو گئے۔

کی طرف ہو کر اوس کے ساتھ جنگ کرتے اور آخر تک وہ ان کا ڈٹ کر۔ ہے جیسا کہ بنی نضیر اور بنی قینقاع کے یہودی اپنے حلیف خزرج کے ساتھ ہوتے تھے۔ اور جب جاہلیت میں اوس اور خزرج کے درمیان بعاث کی مشہور جنگ برپا ہوئی تھی یہ اتفاق کہ جس پر فیصلہ کن فتح حاصل ہوئی تو ثابت بن قیس بن شماس خزرجی اس یہودی زبیر بن باطا کے ہاتھ قید ہو گیا۔ جو قریظہ کے خلاف اس معرکہ میں بعض یہودیوں کی قیادت کر رہا تھا۔ اور زبیر نے ثابت بن قیس کی پیشانی کے بال کاٹنے کے بعد اسے چھوڑ دیا اور ثابت نے زبیر بن باطا کے اس احسان کو یاد رکھا۔ پس جب بنو قریظہ اپنی گڑھی کا محاصرہ ہو جانے پر تنگ آ گئے تو ثابت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا کر آپ سے درخواست کی جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ آپ اس یہودی پر احسان کریں۔ اور اسے بخش دیں تاکہ یہ قتل ہونے سے بچ جائے۔ حضور علیہ السلام نے ایسے ہی کر دیا۔ بلکہ آپ نے اپنے صحابی کی دوسری درخواست کو بھی قبول کیا کہ اس یہودی کو کے سب بچے بیویاں اور تمام اموال واپس کئے جائیں۔ لیکن اس معاند یہودی نے جو ساتھ مسلمانوں کی طرف سے بھی تیار نہ تھا ان تمام باتوں کو رد کر دیا اور کہا کہ وہ بنی قریظہ کے عہد شکن غداروں اپنے ساتھیوں کے ساتھ مرنا چاہتا ہے۔

اب ہم اس عجیب واقعہ کو ابن ہشام سے نقل کرتے ہیں۔ جسے اس نے اپنی سند کے ساتھ محمد بن اسحاق سے بیان کیا ہے، ابن اسحاق کہتا ہے کہ ثابت بن قیس بن شماس جیسا کہ ابن شہاب زہری نے مجھ سے بیان کیا ہے۔ زبیر بن باطا قرظی کے پاس آیا جس کی کنیت ابو عبدالرحمن تھی اور زبیر نے جاہلیت میں ثابت بن قیس بن شماس پر احسان کیا تھا۔

مجھ سے زبیر کے ایک بیٹے نے بیان کیا کہ اس نے جنگ بعاث کے روز ثابت پر احسان کیا تھا۔ اس نے اسے پکڑ کر اس کی پیشانی کے بال کاٹ دیئے۔ پھر اسے چھوڑ دیا۔ پس ثابت بن قیس اس کے پاس آیا اور وہ بہت بوڑھا ہو چکا تھا۔ اور کہنے لگا اے ابو عبدالرحمن کیا تم مجھے پہچانتے ہو؟ اس نے جواب دیا۔ کیا میرے جیسا آدمی تم جیسے آدمی کو بھول سکتا ہے" اس نے کہا "میں چاہتا ہوں کہ تیرے احسان کا بدلہ دوں" اس نے کہا "بلاشبہ کریم آدمی کریم کو بدلہ دیتا ہے"

اپنے محسن کا بدلہ دے سکے۔ چنانچہ ثابت بن قیس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زبیر کا مجھ پر احسان ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس کے احسان کا بدلہ دوں۔ مجھے اس کا خون بخش دیجئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے تمہیں اس کا خون بخشا۔ زبیر بن باطا سے جب ثابت نے آ کے عفو کا حکم سنایا تو اس نے کہا میں بہت بوڑھا ہو گیا ہوں۔ نہ میری بیوی ہے نہ بچے۔ مجھے زندگی کی کیا ضرورت ہے۔ ثابت نے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا کر عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں مجھے اس کی بیوی اور بچے بھی بخش دیں۔ آپ نے فرمایا وہ بھی تجھے بخشے۔ ثابت نے آ کر کہا اب مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرے بیوی بچے بخش دیئے ہیں۔ اس نے پھر سے کہا اس نے کہا کہ حجاز میں ایک خاندان جس کے پاس مال نہیں، اس صورت میں ان کی زندگی کیا ہوگی۔ ثابت نے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ مجھے اس کا مال بھی بخش دیجئے۔ آپ نے فرمایا۔ وہ بھی تیرا ہو گیا۔ ثابت نے آ کر کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرا مال بھی دے دیا ہے۔ اور وہ بھی تیرا ہو گیا۔ اس پر زبیر نے ثابت سے کہا کعب بن اسد کا کیا ہوا جس کا چہرہ چینی آئینے کی طرح تھا۔ جس میں وہ قبیلے کی نوخیز لڑکیاں دیکھتی تھیں۔ اس نے کہا وہ قتل ہو گیا ہے۔ اس نے پوچھا شہر و دیہات کے سردار حیی بن اخطب کے ساتھ کیا ہوا۔ اس نے کہا وہ قتل ہو گیا ہے۔ اس نے پوچھا جو حملے کے وقت آگے چلتا اور فرار کے وقت ہمارے پیچھے عزال بن سموال کے ساتھ کیا ہوا۔ اس نے کہا وہ قتل ہو گیا ہے۔ اس نے پوچھا بنی کعب بن قریظہ اور بنی عمرو بن قریظہ کے ساتھ کیا ہوا۔ اس نے کہا وہ بھی قتل ہو چکے ہیں۔

اس نے ثابت سے کہا تجھ پر میرا جو احسان ہے اس کا واسطہ دے کر تجھ سے کہتا ہوں کہ مجھے ان لوگوں کے ساتھ ملا دے۔ خدا کی قسم ان لوگوں کے بعد زندگی میں کوئی بھلائی نہیں۔ میں صبر نہ کروں گا جب تک اپنے دوستوں سے نہ ملوں۔ ایک ڈول پانی ڈالنے کی دیر بھی نہیں۔ ثابت نے اسے آگے کیا اور قتل کر دیا۔ جب حضرت ابو بکر صدیق کو اس کے قول کی اطلاع ملی کہ دوستوں سے ملنا چاہتا ہوں تو آپ نے فرمایا وہ ان سے

جہنم کی دہکتی ہوئی آگ سے ہی ملے گا[1]

قیدیوں اور غنائم کا انجام

بنی قریظہ کے قیدیوں کے معاملے سے فارغ ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار صحابہ کی ایک کمیٹی بنانے کا حکم دیا جو بنی قریظہ کے تمام منقولہ اور غیر منقولہ اموال کو لائے اور شمار کرے یعنی حویلیاں، گھر، دکان، کھیتیاں، گھر، گھوڑے، اور ہتھیار وغیرہ۔

عورتوں اور بچوں کو شمار کیا گیا تو وہ ایک ہزار تھے۔ اور مسلمانوں نے بنی قریظہ کے قلعوں سے مندرجہ ذیل سامان پایا۔

۱۔ پندرہ سو تلواریں۔
۲۔ دو ہزار نیزے۔
۳۔ تین سو زرہیں۔
۴۔ پانچ سو ڈھالیں۔

اسی طرح بنی قریظہ کے ہاں شراب کے بہت سے مٹکے پائے گئے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گرانے اور ضائع کرنے کا حکم دیا اور تقسیم نہ کرنے کا حکم دیا۔ اس سے یہ بات واضح ہے کہ شراب کی حرمت کا حکم غزوہ خیبر سے پہلے نازل ہو چکا تھا۔ واللہ اعلم بالصواب۔ بنو قریظہ کے اموال کے شمار کرنے کے بعد حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے مسلمانوں کے سپاہیوں میں تقسیم کرنے کا حکم دیا جو غزوہ بنی قریظہ کے معرکے میں شریک تھے۔ اور قرآنی قانون کے مطابق غنائم کی تقسیم کا کام مکمل کیا گیا اور وہ اس طرح کہ کل غنیمت پانچ حصوں میں تقسیم ہوتی ہے۔ ایک حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تصرف میں دیا جاتا ہے جو وہ مصلحت کے مطابق خرچ کرتے ہیں اور وہ اس آیت کی تفسیر کے پیش نظر ہے۔ واعلموا انما غنمتم من شیء فان للہ خمسہ وللرسول ولذی القربی والیتامی والمساکین وابن السبیل[2]

اور چار اقسام حصوں کی صورت میں ان مجاہدوں پر تقسیم ہوتی ہیں۔ جن کی تعداد تھی

---

[1] سیرت ابن ہشام جلد ۳ صفحہ ۔ [2] سورۃ الانفال ۔ ۴۱

یہ غنائم حاصل ہوئے تھے جیسا کہ ثابت شدہ قانون ہے۔ غنائم میں سے تین حصے سوار کو دیئے جاتے ہیں ایک اس کا اور دو حصے اس کے گھوڑے کے۔ اور وہ شخص جو پیدل جنگ کرتا ہو اس کے پاس گھوڑا نہ ہو اسے قانون کے مطابق صرف ایک حصہ دیا جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جنگ میں سوار کا اثر پیادے کی نسبت جو گھوڑے پر نہیں ہوتا دشمن پر زیادہ پڑتا ہے۔ پس اسی قاعدہ کے مطابق بنو قریظہ کے یہودیوں کی غنائم ان کے اطاعت کرنے اور قتل ہونے کے بعد تقسیم کی گئیں۔

غنائم میں عورت کی مشارکت

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مستقل طریق کے مطابق بنی قریظہ کی غنیمت سات مسلمان عورتوں میں بھی تقسیم کی جو مجاہد مردوں کے ساتھ نکلی تھیں۔ لیکن آپ نے غنیمت کا حصہ مردوں کی طرح مقرر نہیں فرمایا بلکہ آپ نے انہیں اپنے اندازے کے مطابق کچھ دیا ہے اور یہ وہ صاحب فضیلت عورتیں ہیں جو قریظہ کے معرکہ پر موجود تھیں۔ سیرت حلبیہ میں ان کے نام یوں بیان ہوئے ہیں۔

۱۔ اُمِ عمارہ: نسیبہ بنت کعب مازنیہ مشہور صحابیہ جنہوں نے معرکہ اُحد میں مشرکین سے جنگ کی تھی[1]

۲۔ صفیہ بنت عبدالمطلب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی

۳۔ اُمِ سلیطؓ[2] ۴۔ ام العلاءؓ

---

[1] ان کے حالات ہماری کتاب غزوہ احد میں دیکھیے۔ [illegible] کے حالات ہماری کتاب غزوہ احد میں دیکھیے۔

[2] یہ وہ [illegible] اُم سلیط [illegible] جنہوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ [illegible] ہوئیں حضرت عمر بن خطاب فرماتے ہیں کہ یہ جاتی تھیں اُحد کے روز ہمارے لئے مشکیزے [illegible] یہ مشہور صحابی حضرت ابو سعید کی والدہ ہیں۔

[3] عام طور پر ان عورتوں کے حالات [illegible] ام العلاء بنت حارث [illegible] انصاریہ [illegible] بیعت کی تھی [illegible] سے ان کی روایت کی ہے۔

۵۔ السمیراء بنت قیس ؎

۶۔ ام سعد بن معاذ ؎

یہ پہلی دفعہ ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو [illegible] کا حکم [illegible] دیا۔ یہ غزوہ بنی قریظہ دوسری جنگ کا سلسلہ ہے۔ جس میں مسلمان عورت نے شرکت کی ہے مگر یہ حصہ لیا نہیں جاتا۔ اس سے دو عورتیں شامل ہوئی تھیں ؎

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان دو صحابہ [illegible] بنو قریظہ کے خلاف فوت ہو گئے تھے۔ ایک خلاد بن سوید جنہیں ایک عورت نے قلعہ سے چکی کا پاٹ گرا کر قتل کر دیا تھا جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ یہ خلاد بن سوید بن ثعلبہ انصاری خزرجی تھے جو سابقون اولون میں سے تھے۔ آپ بیعت عقبہ اور بدر میں شامل ہوئے تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی شہادت کی خبر ان کے وارثوں کو دی۔ اور فرمایا ان کو دو شہیدوں کا اجر ملے گا۔ دوسرے ابو سنان بن محصن تھے جو عکاشہ بن محصن کے بھائی تھے۔ محاصرہ بنی قریظہ کے دوران [illegible]

؎ [illegible] السمیراء بنت قیس انصاریہ [illegible] نے روایت کی [illegible] [illegible] سعد بن معاذ [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

؎ [illegible] رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

شامل تھی طور پر دست یابی۔ آپ معرکہ بنو قریظہ میں شامل تھے۔ آپ کے وارثوں نے آپ کی غنیمت کا حصہ حاصل کیا۔ یہ جاننا مرتب ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمن کی غنائم میں سے مرحوم کے لیے غنیمت کا حصہ لگایا۔

ماں اور بیٹے کے درمیان جدائی سے روکنا

جانبازوں سے بنی قریظہ کی تقسیم کے وقت حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم صادر فرمایا کہ کوئی آدمی بنی قریظہ کے قیدیوں میں سے ماں اور بیٹے کو فروخت کرتے وقت ان میں جدائی نہ ڈالے یا ان دونوں کو اکٹھا فروخت کرے یا ان دونوں کو اکٹھا باقی رکھے کیونکہ ماں اور بیٹے کے درمیان جدائی ڈالنا ان دونوں کے لیے عذاب کا باعث ہے جسے مذہب قبول نہیں کرتا جبکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو ماں اور بیٹے کے درمیان جدائی ڈالنے سے روکتے ہیں۔ شفقت و رحمت کی آخری حدود تک پہنچ گئے ہیں۔ اسی طرح آپ نے بہت سختی سے منع فرمایا کہ کوئی شخص دو بہنوں کے درمیان بیع کرنے تک جدائی نہ ڈالے۔ ترمذی نے حدیث صحیح کو بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے ماں اور اس کے بچے میں جدائی ڈالی اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کے اور اس کے پیاروں کے درمیان جدائی ڈال دے گا۔ اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ ماں اور اس کے بیٹے کے درمیان جدائی نہ ڈالی جائے۔ آپ سے عرض کیا گیا کب تک؟ فرمایا جب بچہ بالغ ہو جائے اور لڑکی کو حیض آ جائے۔

ابن ماجہ نے حضرت علی بن ابی طالب سے روایت کی ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دو چھوٹے لڑکے عطا فرمائے جو بھائی تھے۔ میں نے ان میں سے ایک فروخت کر دیا۔ آپ نے دریافت فرمایا تو نے اپنے لڑکے اور غلام کے ساتھ کیا کیا ہے

[illegible] ترجمہ [illegible] [illegible] کیا ہے [illegible] [illegible] [illegible]
[illegible] [illegible] عرض کیا تو آپ نے فرمایا [illegible] [illegible]
[illegible] [illegible] [illegible] [illegible] ملاحظہ ۔

[illegible] ہے۔ آپ نے فرمایا [illegible] یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو بھائیوں کے درمیان جب وہ چھوٹے ہوں جدائی ڈالنے [illegible]۔ الغرض [illegible] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمن کے قیدیوں کے متعلق جو [illegible] احکام صادر فرمائے ان کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسلامی جنگوں میں اسلامی فوجوں کے سالار ماں اور اس کے بیٹے کے درمیان اور بھائیوں کے درمیان اور دو بہنوں کے درمیان جدائی ڈالنے سے منع کیا کرتے تھے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شام اور عراق میں اسلامی فوجوں کے سالاروں کو لکھا کہ فروخت کرنے کے وقت دو بھائیوں کے درمیان اور ماں اور اس کے بیٹے کے درمیان جدائی نہ ڈالنا [illegible] اور حضرت امام شافعی نے بیع کے متعلق [illegible] بیچے جانے والے دو بھائیوں اور بیچے جانے والے ماں اور بیٹے کی بیع کے فاسد ہونے کا حکم دیا ہے[۱]

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بنو قریظہ میں شادی کرنا

اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو قریظہ کی ایک بیوہ سے نکاح

عورت سے [illegible] (مورخین [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]) آپ نے [illegible] بنو قریظہ کے [illegible] کا [illegible] نے [illegible] قیدیوں [illegible] آپ نے [illegible] سعد بن زید انصاری [illegible] نجد کی طرف بھیجا [illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے [illegible] تقسیم کر دیا[۲]

---

[۱] دیکھو سنن [illegible] جلد [illegible] کتاب [illegible] [۲] سیرت حلبیہ جلد [illegible] سعد بن زید انصاری [illegible] تمام معرکوں میں رسول [illegible] کے ساتھ شریک ہوئے [illegible] رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے [illegible] اپنے [illegible] تباہ کر دیا [illegible] آپ کی [illegible] [۳] سیرت حلبیہ جلد ۲ صفحہ [illegible]

فصل چہارم

بنی قریظہ کے گنہگار ثابت ہے

- ○ —— یہودیوں کے متعلق نازل ہونے والے فیصلہ پر [illegible]
- ○ —— [illegible] کی تردید
- ○ —— بنی قریظہ کے متعلق نازل ہونے والا فیصلہ [illegible] قرآنی آیات کے مطابق ہے
- ○ —— بنی قریظہ کی [illegible] تحقیق
- ● —— [illegible] اسلام میں [illegible] کی تردید ہے۔

جب بنی قریظہ کے [illegible] کے مخصوص واقعات [illegible] ہونے والے [illegible] بیان کر دیا ہے [illegible] جاتے [illegible] لینا ہے

اس فصل کے بعد [illegible] ان یہودیوں کے [illegible] ضروری ہے [illegible] بنی قریظہ کے [illegible] کے متعلق [illegible]

چاہئے ۔ یہ خیال آنا کہ اس حکم میں قساوت اور وحشت پائی جاتی ہے ہمارے لئے صدمہ کی [illegible]
کہ یہاں موقع پر ہم حضرت سعد کی [illegible] یا ان کی اطاعت [illegible] کر رہے ہیں جو احکام اللہ تعالیٰ نے بنی قریظہ
کے متعلق نافذ ہوئے اسے [illegible] حکم کے طور سے بیان کئے ہیں۔

[illegible]

یہودیوں کے قتل کے فیصلے پر اعتراض کرنے والے [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
یہودی مسلمانوں کے ہاتھوں [illegible] ہو چکے تھے۔

[illegible] بنی قریظہ کے متعلق نافذ ہونے والے فیصلے پر اعتراض کرنے والے

ہر مسلمان کے لئے لمحۂ فکریہ حضرات [illegible] آنحضرت [illegible]
[illegible]
[illegible] حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]
[illegible] حکم [illegible] کیونکہ
آپ کا ہر حکم اللہ کی جانب سے [illegible] جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی

پس جو بعض حلقوں کی جانب سے اسلام کے طریقہ حرب پر تنقید ہے اگر وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے معاملہ بنو قریظہ میں فیصلے پر تنقید کرتا ہے تو وہ کافر ہے اور [illegible] کے لیے کوئی جگہ نہیں۔ کیونکہ فیصلہ کرنے والا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کرنے والا کافر ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کرنے والا درحقیقت اللہ تعالیٰ کے حکم پر اعتراض کرنے والا ہوتا ہے۔ اور حکم الٰہی پر اعتراض کرنے والا بالاجماع ایسا کافر ہے جس کا قتل حلال ہے۔

یہود بنی قریظہ کے متعلق سعد بن معاذ کا حکم جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے دراصل وہ حکم الٰہی ہے جس کا انہوں نے اعلان کیا اور [illegible] جیسا کہ خود حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی وضاحت کی ہے جب قاضی سعد بن معاذ نے یہود بنی قریظہ کے متعلق قتل کا حکم صادر فرمایا تو آپ نے فرمایا۔

پس ان کے بارے میں اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا ہے جو سات آسمانوں کے اوپر سے صادر ہوا۔ ہم نے جو کچھ بیان کیا ہے ہم اس پر کامل ایمان رکھتے ہیں اور مطلق طور پر تسلیم کرتے ہیں کہ بنی قریظہ کے متعلق جو کچھ صادر ہوا یہ بالکل عادلانہ فیصلہ تھا پھر بھی ہم اس کے حکم پر [illegible] کے لیے تیار ہیں۔ اور ہم ان کے سامنے جو دنیا کے عادلانہ اصولوں کے قائل ہیں [illegible] کرتے ہیں [illegible] حقیقت ثابت [illegible] اصولوں کے مطابق بھی [illegible] عادلانہ فیصلہ بھی ثابت [illegible] یہ فیصلہ انسانی اصولوں کے موافق ہے۔ [illegible] تنقید [illegible] کے خلاف کوئی بات [illegible] ہم [illegible] کرتے ہیں۔

یہودیوں کی فطرت

جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یثرب کے [illegible] میں پہنچے تو واقعات نے ثابت کر دیا کہ یہودی بلکہ یثرب کے تمام یہودیوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایک سچی تصویر پیش کی ہوئی تھی کہ آپ ؐ اور آپ کی دعوت کا بغور سے جائزہ لیا جائے تو وہ [illegible] اور ذلت کا حاصل ہوا اور تمام [illegible] کے دین کے مخالف اور ان کا [illegible] سے تعلق نہیں رکھتے ان سے [illegible] اور فساد [illegible] کے [illegible] و عداوت اور [illegible] یہودیوں کے ہاں ایک عام [illegible] ہے اور یہ ایک ایسی فطرت ہے جو یہودیوں نے [illegible] جب [illegible] نہیں ہو گئی تو [illegible] فوراً [illegible] بدلہ وہ اس [illegible] کو [illegible] اور عہد و میثاق [illegible] کر لیتے ہیں۔

مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان معاہدہ

جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یثرب تشریف لائے اور مدینہ کے رہنے والوں کی بڑی تعداد نے دین اسلام کو قبول کر لیا اور مسلمان مدینہ میں غالب اکثریت ہو گئے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تینوں یہودی قبائل بنی نضیر، بنی قینقاع اور بنی قریظہ کے ساتھ ایک معاہدہ کیا اس معاہدہ کی اہم بات یہ تھی کہ مسلمان اور یہودی ایک قوم ہیں جو ایک وطن میں مشترک ہیں اور ان پر مدینہ کا مشترکہ دفاع کرنا فرض ہے مسلمان اور یہودیوں کے لئے خارج کی طرف سے [illegible] کو دور [illegible] کے [illegible] ہوگا

معاہدے کے چار سال

اس معاہدے کے چار سال کے واقعات نے یہ بات واضح کر دی ہے کہ تمام یہودیوں نے ان تینوں قبیلوں سمیت اس معاہدہ کو قبول نہیں کیا اور انہوں نے جو عہد کیا وہ فریب تھا [illegible] رضامندی کا اظہار کیا تھا۔ انہوں نے یہ [illegible] کیا تھا اس کے پیچھے ان کا مقصد یہ تھا کہ وہ مسلمانوں کو مطمئن کر دیں تاکہ وہ ان پر [illegible] کی طرف [illegible] اور جب انہیں موقع ملا تو انہوں نے ان معاہدات و مواثیق کو پاؤں تلے روند دیا اور اخلاق [illegible] اور دینی [illegible] کے بغیر اپنی من پسند فیصلہ کن [illegible] ضرب لگانے کی کوشش شروع کر دی۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کی اس خبیث عادت سے [illegible] مصائب اٹھائے

حالانکہ آپ [illegible] کی وجہ سے [illegible] آپ کی حقیقی خواہش یہ تھی کہ اس معاہدے کی پوری حد تک پوری پابندی کی جائے۔ اور ان یہودی [illegible] کے طور کوئی موقع نہ ملتا تھا کہ وہ مسلمانوں پر [illegible] کر سکتے۔ ہاں انہوں نے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی کہ مسلمانوں اور ان کے درمیان کوئی معاہدہ سرے سے موجود ہی نہ ہو۔

جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے بنو قینقاع، بنو نضیر اور بنو قریظہ نے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا انہوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ کی اور جب ان کو خیال ہوا کہ وہ اسلامی دعوت کو تباہ و برباد کرنے کی قدرت رکھتے ہیں تو انہوں نے باقی معاہدہ کو توڑ دیا۔ اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی نضیر اور بنی قینقاع پر فتح حاصل کر کے [illegible] ان کی جلاوطنی پر ہی اکتفا کیا۔ اور [illegible] یہ سزا اس غلطی کے مطابق تھی جس کا ارتکاب بنو قینقاع اور بنو نضیر نے کیا تھا۔

اور بنو قریظہ نے بنو نضیر کے ساتھ مل کر مسلمانوں سے جنگ کی۔ [illegible] خاص باتوں کا لحاظ رکھتے ہوئے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جلاوطن نہ کیا بلکہ ان کے ساتھ تجدید عہد کرنے کے بعد آپ نے ان کو ان کے شہر میں ٹھہرایا اور انہیں معاف فرما دیا۔

معاہدات و مواثیق یہودی نظر میں

لیکن جب ان یہودیوں کو موقع ملا اور انہیں خیال ہوا کہ وہ مسلمانوں اور ان کے [illegible] برباد کرنے کی طاقت رکھتے ہیں تو انہوں نے تاریخ میں غداری اور خیانت کا ذلیل ترین کام کرنے کا تہیہ کیا۔ جب احزاب کی چڑھائی ہوئی [illegible] مسلمان حلیفوں کا ناطقہ بند کر دیا تو ان بنو قریظہ نے اس مشکل وقت میں فائدہ اٹھانا چاہا۔ اور ان کے [illegible] ذلیل خصائص نمایاں ہو گئے۔ [illegible] حقیقت [illegible] انہوں نے مسلمانوں سے [illegible] ان کی طاقت [illegible] کہ گویا ان کا کوئی وجود ہی نہ تھا ان یہودیوں نے ان معاہدات کے پیچھے [illegible] اور جب یہ جانا کہ احزاب کی کمان کی

[illegible]

طرف ان کے ہاتھوں میں یہ حقیقت کہ وہ اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ کے خوفناک اور فیصلہ کن لمحات میں مسلمانوں کو تباہ کرنے اور اسلامی وجود کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دینے کا منصوبہ کرنے لگے تو اس وقت انہوں نے معاہدات کو پاؤں تلے روند دیا۔ اور مسلمان ان کے پاس آکر ان سے معاہدہ کی پابندی کی استدعا کرتے رہے اور ان کے سردار کعب بن اسد نے گواہی دی ہے کہ انہوں نے مسلمانوں اور ان کے نبی سے معاہدہ کی پابندی کے علاوہ کوئی بات نہیں دیکھی۔ انہیں ان کی عظیم ذمہ داری اور ان معاہدات کے توڑنے پر مرتب ہونے والے بھیانک نتائج یاد دلائے خصوصاً ان جیسے نازک جنگی حالات میں۔

بلکہ اس کے برعکس یہودی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے ساتھ استہزاء کرتے۔ اور ان معاہدات کا بھی مذاق اڑاتے جو انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ کیے تھے۔

محمد کون ہے؟ اور یہ شخص کہتا ہے کہ ہمارے اور اس کے درمیان کوئی معاہدہ ہے۔ (یعنی اور اللہ کا رسول کون ہے؟ ہم محمد کو نہیں جانتے اور نہ ہی ہمارے اور اس کے درمیان کوئی معاہدہ ہے یہی جواب تو تھا جو یہودیوں نے مذاکرات کے وقت دیا جب ان کا وفد ان سے بات کرنے پر ثابت قدم رہنے اور سابقہ التزامات اختیار کرنے کی استدعا کرتے ہوئے آیا۔ ان یہودیوں نے یہ ذلیل طریقہ اس وقت اختیار کیا جب انہیں یقین ہو گیا کہ وہ احزاب کی مدد سے اسلامی وجود کو مکمل طور پر تباہ کر سکتے اور مسلمانوں کے کلیتاً استیصال کر دینے کی طاقت رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اپنے مسلمان حلیفوں سے اس قبیح صورت میں غداری کرنے میں تردد نہیں کیا۔

اور اللہ جانتا ہے کہ اگر یہ یہودی مسلمانوں پر فتح پا لیتے اور احزاب کی مدد سے مدینہ پر قبضہ کرنے کی قدرت حاصل کر لیتے تو یہ مسلمانوں کو اس سے بھی سخت ترین انجام تک پہنچانے میں تردد نہ کرتے جس تک مسلمانوں نے انہیں پہنچایا تھا۔ اور اس پر سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ ان یہودیوں نے احزاب کی فوجوں کے ساتھ یہ معاہدہ کیا کہ وہ مسلمانوں کو مکمل طور پر تباہ کیے بغیر مدینہ سے نہیں جائیں گے اور مسلمانوں کے مقابلہ میں یہودیوں کے ساتھ

شامل ہونے اور عہد شکنی کا اعلان کرتے ہیں یہ ایک جنگی نوعیت کی شرارت تھی بلکہ مسلمانوں کو مکمل طور پر تباہ کرنے کا ناپاک ارادہ تھا کیونکہ انہوں نے احزاب کی مشترکہ افواج سے مطالبہ کیا کہ وہ اپنے ستر جوانوں کو بطور یرغمال ان کے پاس رکھوا دیں تاکہ اس بات کے ضامن ہوں گے کہ احزاب کی فوجیں مدینہ کے علاقے سے مسلمانوں کو مکمل طور پر تباہ کیے بغیر واپس نہیں جائیں گی۔

کیا یہود کے اس عمل کے بعد جو انہوں نے بغیر اعذار کے صرف تعصب کی بنا پر انہوں نے بڑی منصوبہ بندی اور خباثت نیت کے ساتھ انجام دیا۔ کسی عقلمند شخص کے لیے جائز ہو سکتا ہے کہ یہ کہہ سکے کہ یہودان بنو قریظہ کے متعلق جو حکم صادر و نافذ ہوا وہ غیر انسانی اور غیر منصفانہ تھا

بنی قریظہ کا دفاع کرنے والوں کی خدمت میں

ہم ایسے اعتراض اور المیہ بنانے والوں سے، ان لوگوں سے کہتے ہیں جو بنو قریظہ کے متعلق نافذ ہونے والے حکم پر اعتراض کرتے ہیں کہ اس حکم میں جیسا کہ انہیں وہم ہوا ہے کسی کی سنگدلی اور سفاکیت نہیں پایا جاتا یہ ایک عادلانہ سزا ہے جو مجرم خائنوں جنایت کبریٰ ہے اور وہ اس کے مستحق ہیں۔ یہ ایک ایسی سزا ہے جس پر مغربی اور جدید عالمی طاقتیں اور تمام جدید اور قدیم قوانین ان کو تسلیم کرتے ہیں اور آج تک اس جیسی سزائیں نافذ کرتے ہیں لیکن ہم عرفی اور قانونی لحاظ سے اس کی صحت کو بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں

معاہدہ کی اہم دفعات

(۱) یہودی یثرب کے باشندے تھے، جدید اصطلاح کے مطابق قانونی لحاظ سے وہ اور مسلمان اسلام سے پہلے اور بعد ایک شہر کے باشندے ہونے کے لحاظ سے ایک قومی یونٹ تھے۔

اور جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ پہنچنے اور یہودیوں سے پہلے انصار کی اکثریت کے اسلام میں داخل ہو جانے کے بعد اور یثرب پر حکومت کا جو صاحب بن جانے کے بعد وہ مسلمانوں کے ساتھ ایک قوم تھے۔ اس وطن (یثرب) کی حدود میں جو مسلمانوں کو شہری اور بنیادی حقوق جیسے حاصل تھے ویسے ہی انہیں حاصل تھے۔

---

[1] سیرت حلبیہ جلد ۲

۲۔ حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان یہودیوں کے ساتھ ایک تحریری معاہدہ کیا[۱]۔ جس پر فریقین کے نمائندوں نے دستخط کیے جس پر دونوں (فریقین) نے یہودی زبان کے مشترکہ یثرب کا مشترکہ دفاع کرنے کی پابندی کر لی اور مسلمانوں خواہ وہ انصار ہوں یا مہاجرین یا یہودیوں پر بھی۔

اور اس معاہدہ کی چوالیسویں دفعہ میں یثرب کے مشترکہ دفاع کا بیان ہے کہ مسلمان اور یہودی یثرب پر چڑھائی کرنے والے کے مقابلہ میں ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔

اور اس معاہدہ کی چھتیسویں دفعہ یہ ہے کہ یہودی اور مسلمان جنگ کا اپنا اپنا خرچ برداشت کریں گے اور جو معاہدہ کی خلاف ورزی کرے گا وہ اس کے مقابلہ میں ایک دوسرے کی مدد کریں گے اور کسی گناہ کے ارتکاب کے بغیر ایک دوسرے سے خیر خواہی اور حسن سلوک کریں گے۔

یہودی اور مسلمان ایک قوم ہیں

۳۔ یہودیوں نے اس معاہدہ پر دستخط کر کے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ وہ اور مسلمان ایک قوم ہیں جنہیں ایک وطن نے اکٹھا کر دیا ہے اور ان پر اپنے اپنے دین پر قائم رہتے ہوئے جو واجبات لازم ہیں جو وطن کے مقابلہ میں ہر دشمن سے بچاؤ لازم ہوتا ہے۔

اور اس معاہدہ کی پچیسویں دفعہ یہ لکھی ہے کہ

یہودی مسلمانوں کے ساتھ ایک قوم ہوں گے۔ یہودیوں کا اپنا دین ہوگا اور مسلمانوں کا اپنا دین ہوگا۔

۴۔ ہر دستور اور بین الاقوامی قانون یہودیوں کا معاہدہ پر دستخط کرنے کے بعد مدینہ پر قبضہ کرنے والے کسی دشمن فوج کی مدد کرنا اور مسلمانوں کے خلاف ان کے لشکر کو مدد دینا غداری قرار دیتا ہے اور ایسے غدار اسی سزا کے مستحق ہیں جس سزا کا مستحق وہ شخص ہوتا ہے جو جنگی حالات میں اپنے وطن سے غداری کرتا ہے۔ ان یہودیوں نے اس معاہدہ میں دونوں فریقوں کے خلاف اور یہودیوں نے اپنے کسی دشمن کی مدد نہ کرنے کا التزام کیا ہے خصوصاً قریش جو مسلمانوں کے دشمن نمبر ایک ہیں۔

---

[۱] اس معاہدہ کی مکمل عبارت کے لئے ڈاکٹر حمید اللہ کی کتاب الوثائق السیاسیہ کے صفحہ اول پر دیکھئے۔

اس معاہدہ کی بیسویں دفعہ میں لکھا ہے کہ

قریش اور ان کے مددگار کو پناہ نہیں دی جائے گی۔

۵۔ ان تمام باتوں کے علاوہ بنی قریظہ کے یہودیوں نے اس معاہدہ کی رو سے یثرب میں قائم ہونے والی اسلامی حکومت کو تسلیم کیا ہے۔ اگرچہ انہوں نے قانونی طور پر اسلام کو تسلیم نہیں کیا تھا۔

یہودی یثرب کے باشندے ہیں

اس معاہدہ کی رو سے انہوں نے یہ بھی تسلیم کیا ہے کہ وہ یثرب کے باشندے ہیں۔ اس حکومت کے ماتحت ان پر وہی حکم لاگو ہوگا جو دوسروں پر ہوگا۔ سوائے ان امور کے جو ان کے پرسنل معاملات سے تعلق رکھتے ہیں جیسے شادی، طلاق، وراثت، عبادت کا طریقہ سے متعلقہ امور، ان کی عبادت کے طور طریق وغیرہ۔ نیز انہوں نے اس بات کو کھلے طور پر تسلیم کیا کہ ان کے تمام معاملات میں سوائے دینی معاملات کے، ان کا مرجع اس حکومت کے صدر محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے۔

اس معاہدے کی بیالیسویں دفعہ میں بیان ہوا ہے کہ۔

معاہدہ کرنے والوں کے درمیان اگر کوئی واقعہ یا جھگڑا ہو جائے جس کے فساد کا خوف ہو تو اسے اللہ اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹایا جائے گا۔ اور معاہدہ کی زیادہ بہتری پر ہے اللہ تعالیٰ اس پر سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔

۶۔ بلکہ اس معاہدہ پر دستخط کر کے یہودیوں نے یہ بھی تسلیم کر لیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان یہودیوں کے حاکم اعلیٰ ہیں۔ معاہدے کی شق ب چھتیسویں دفعہ میں بیان ہوا ہے کہ۔

ان یہودیوں کی ساتھ دوستی رکھنے والے قبائل کی طرح جو کہ اعراب میں سے کوئی شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بغیر باہر نہیں جا سکے گا۔

یہ مسلمانوں اور یہودیوں کا وہ مشترکہ نظام ہے جس پر وہ یثرب کے علاقے میں قائم تھے اور یہ مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان ہونے والا تحالف فریقوں کی اپنی مرضی سے تھا۔ یہودی اس معاہدہ پر مجبور نہیں تھے۔

یہودی معاہدہ پر مجبور نہ کیے گئے تھے

یہ یہودیوں نے کسی کے مجبور کرنے کے بغیر آپ کی پیشکش کو قبول کیا اور اس معاہدہ سے راضی ہو کر اس کی اساس پر دستخط کیے۔ یہ معاہدہ محبت اور اس کے مقتضاء کے مطابق تسلیم کیا گیا۔ پس انہوں نے اس پوزیشن کو پسند کیا اور اس معاہدہ پر دستخط کیے۔ اسلامی حکومت ابھی نئی نئی تھی۔ اس کی کوئی خونریزی کے بغیر فتح نہ تھی۔ کیونکہ یہ معاہدہ فریقین کے درمیان بدر کے عظیم معرکہ سے پہلے ہوا تھا۔ جب کہ اسلامی قوت سے خوف محسوس کیا جا سکتا تھا۔ یہودی اس معاہدہ کے وقت عسکری لحاظ سے انتہائی مرکزیت رکھتے تھے اس لیے یہ کہنا ممکن نہیں کہ انہوں نے یہ معاہدہ طاقت و قوت کے کسی دباؤ کے ماتحت کیا تھا۔

اگر تمام واقعات سے قطع نظر کر کے اس معاہدہ کی دفعات پر ایک تحقیقی نظر ڈالی جائے اور بنو قریظہ کے یہودیوں نے ان تمام حقائق کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اسلامی حکومت اور ہم وطنوں کے ساتھ جو عظیم غداری کی اور جو ان کی حقیقت جانی جائے۔ تو یہ بات واضح ہے اور پھر ہر آدمی کی نظر میں عقل سے اور انصاف اور حقیقت پسندانہ نظر سے دیکھا جائے تو وہ شخص جسے اپنی عزت کا خیال ہو اور وہ ذرا بھی حق کا پابند ہو اس کے لیے یہ بات بہت مشکل ہے کہ وہ اس عظیم جرم کی شناعت اور اس عظیم غداری کے ثبوت دینے سے انکار کر سکے۔ جس کا ان یہودیوں نے وطن اور اپنے ہم وطنوں کے متعلق ارتکاب کیا۔ اسی طرح یہ بھی کسی عزت والا اور اپنی عقل و فکر پر کامل کنٹرول رکھنے والے انسان کے لیے مشکل ہے کہ وہ یہ خیال کرے کہ ان مجرم یہودیوں کے متعلق جو حکم صادر و نافذ ہوا ہے۔ اس میں کچھ ایسی باتیں ہیں جو انصاف، انسانیت کے اصول اور عام بین الاقوامی قانون کے عرف سے منافی ہیں۔

یثرب کے علاقے میں یہودیوں کے وجود کے تکرار سینکڑوں سال تک عربوں کے ساتھ رہے تھے۔ پھر جب یہ باہمی معاہدہ کے حکم کے مطابق مسلمانوں کے ساتھ ایک قوم بن گئے اور قائم شدہ حکومت کو تسلیم کرنے کے بعد اس کے ماتحت رہنے کا اعلان کرنے کے بعد وہ پہلے جیسے دشمنوں کا روپ دھار گئے۔ پس ان سب قوانین کے حکم کے مطابق بنی قریظہ کے یہودی یثرب کے باشندے تھے اور اس حکومت کے ماتحت

ان پہ لازم تھا کہ وہ اس علاقے کا دفاع کرتے اور ان پہ جو بھی احکام و واجبات مرتب ہوتے جو کہ علاقے میں کسی باشندے پر مرتب ہوتے ہیں۔

بنو قریظہ کے یہودیوں نے تین جرائم کئے تھے جن میں سے ہر ایک ہی قانون سے غداری کرنا اور جدید قوانین کی رو سے ان کی موت کا حکم لگانے کے لیے کافی ہے۔

۱۔ ان کا دشمن سے رابطہ کرنا اور اسے مفید فوجی راز بہم پہنچانا جس سے مدینہ کی سلامتی کو زبردست اندیشہ پیدا ہوا تھا، شدید ترین خطرات لاحق ہو گئے تھے۔

۲۔ جنگ میں دشمن کو ہر قسم کی مادی، ادبی اور معنوی مدد دینا جو اس کے لیے ان کے وطن پر قبضہ کرنے اور اس کے باشندوں کو ختم کرنے کی سہولت پیدا کر دیتا ہے۔

۳۔ اور یہ سب سے خطرناک ترین جرم ہے، مدینہ کی ریاست کے خلاف ان کا ہتھیار اٹھانا اور عہد شکنی کرنا ایسے نازک وقت میں جس سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی فوج اپنی زندگی کی تاریخ میں کبھی دوچار نہیں ہوئی تھی۔ پیچھے سے اپنے تمام دشمنوں پر ضرب لگانے کی تیاری کرنا۔

قانونی سوال ہم بنی قریظہ کے یہودیوں پر صادر و نافذ ہونے والے حکم پر اعتراض کرنے والوں اور اسے برا جاننے والوں کی خدمت میں ایک یہ سوال کرنا چاہتے ہیں کہ آج تمام بین الاقوامی قوانین میں اپنے وطن سے غداری کرنے والوں اور جنگی حالات میں اپنی قوم سے غداری کرنے والوں، اصل میں قبضہ کرنے کے لیے اس کے باشندوں کو پیچھے کے لیے آنے والی حملہ آور فوج سے رابطہ کرنے والوں اور قبضہ کرنے میں ان کے لیے سہولتیں فراہم کرنے والوں کے لیے کیا سزا ہے۔

میرا خیال ہے کہ ان معترضین میں سے ایک آدمی بھی ایسا نہیں جو یہ کہہ سکے کہ دنیا کے کسی ملک میں یہ قانون موجود ہے جو مذکورہ بالا جرائم کے مرتکب ہونے والوں سے کہتا ہو کہ جاؤ تم آزاد ہو۔ بلکہ میرے خیال میں ان معترضین میں سے ہر آدمی یہ کہے گا کہ اس قسم کے جرائم کا ارتکاب کرنے والوں کی کم از کم سزا موت ہے۔ کیونکہ دنیا کے تمام قوانین بلا استثناء بتاتے ہیں کہ موت کی سزا دینا اور ان کی چیزوں پر قبضہ کر لینا اس قسم کے

جرائم کا ارتکاب کرنے والوں کے لیے ایک عادلانہ سزا ہے۔

بنو قریظہ بین الاقوامی نظر میں

جب یہ معلوم ہو گیا اور ہم نے اس پر اتفاق کر لیا کہ جنگ کی حالت میں دشمن سے رابطہ کرنے والے اور وطن پر حملہ کرنے یا حکومت اور قوم کو نقصان پہنچانے والے باشندوں کو قتل کی سزا دینے میں ظلم اور وحشیانہ پن کی کوئی بات موجود نہیں تو ایک دوسرا سوال پیدا ہوتا ہے جو پہلے سوال سے بھی زیادہ اہم ہے۔ اور بنی قریظہ پر نافذ ہونے والے حکم پر اعتراض کرنے والوں کے لیے اس کا جواب دینا بہت ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ کیا قومی قوانین کے عرف میں اس حکم کی بات نہیں جو دشمن کو مفید معلومات فراہم کرتے اور قوم اور ملک کو خطرات سے دوچار کرنے والے شخص پر لگایا جاتا ہے بلکہ اس حکم کی بات ہے جو کسی داخلی ملک کے نازک حالات میں اس سے فائدہ اٹھانے والے شخص پر لگایا جاتا ہے جس کا وہ شہری ہے۔ اور ان کے درمیان رہ کر ان سے غداری اور دھوکہ بازی کرتا ہے اور سب سے بڑھ کر ملک پر دشمن کے ہمراہ حملہ کرتا ہے اور اپنی حکومت اور اہل ملک کے خلاف ہتھیار اٹھاتا ہے اور ان خوفناک اور جنگی حالات میں جنگجو دشمن کے ساتھ انضمام کا اعلان کرتا ہے اور اس غداری اور دھوکہ بازی کے پس پردہ اس کا مقصد اپنے وطن کو جنگجو دشمن کا [illegible] بنانا اور اپنے ہم وطنوں کو کچلنا اور ان سے انتقام لینا ہو جو کہ شہر اور دشمن سے تعاون کر کے اتحاد کرنا ہے جیسے کہ اسے پسند اور تسلیم کیا تھا۔ وطن کے ذریعے امن و امان سے رہ رہا تھا۔ اور اس کا کوئی حق غصب نہیں ہوا بلکہ اس کے حق کی نگہداشت کی جاتی تھی اور اسے پورا کیا جاتا تھا۔

میرے خیال میں یہ ارضی کو وہ بنی حربی قریظہ کے متعلق صادر ہونے والے حکم کو جائز ٹھہراتے ہیں کوئی ایک شخص بھی روایتی عقل کا احترام کرتا ہو ایسا نہیں ہو سکتا جو یہ جواب دے کہ تمام بین الاقوامی قوانین اور تمام دنیا کے ممالک کے دساتیر بالاتفاق کہتے ہیں کہ ایسے جرائم کرنے والوں کو سزائے موت ہے۔ کیونکہ یہ اخلاقیات تمام قدیم و جدید اقوام کے نزدیک ایک جیسا قابل ملامت اور قطعی بات ہے کہ بنو قریظہ کے متعلق جو حکم صادر کیا گیا تھا وہ عین عدالت اور انسانی

اصولوں کے خلاف تھا کیونکہ ان یہودیوں نے مسلمانوں کے خلاف جیسے غدارانہ جرائم کیے تھے جن میں سے تمام دنیا کے ہر زمانے کے قوانین میں فقط ایک کی سزا موت ہے ۔

یہودیوں نے جنگ کی حالت میں اپنے حریفوں کے خلاف صرف جاسوسی کرنے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ دشمن کو اندر اور باہر سے مدینے پر لے آئے تھے جس سے مدینہ پر جو ان سب کا مشترکہ وطن تھا اس کا قبضہ کرنا آسان ہو جاتا تھا بلکہ یہ عمل عظیم غداری کے باب میں آتا ہے جس کی سزا تمام دنیا کے قوانین میں موت ہے ۔ ان لوگوں نے اسی پر ہی بس نہیں کیا بلکہ اس اسلامی فوج کے مقابلہ میں ہتھیار اٹھائے جو دشمن کے مقابلہ میں مشغول تھی اور ان نازک گھڑیوں میں بہ نیت تمام مسلمانوں کو مکمل طور پر کچلنے کے لیے دشمن کی فوج کے ساتھ مل گئے اور مسلمانوں کی نازک حالت سے فائدہ اٹھانے کی خاطر جو دم گھٹنے کی حالت کو پہنچ چکی تھی اور تمام اخلاقی اصول اور قوانین اور معاہدات و مواثیق کو دیوار کے گوشے میں پھینک دیا ۔ اگر اس حالت میں بنی قریظہ کی خیانت فیصلہ کن ثابت ہو گئی ہوتی (یعنی بنو قریظہ کے یہودی اور احزاب کو مسلمانوں پر فتح ہو جاتی تو وہ مسلمانوں کی بیخ کنی کرنے اور ان کی املاک پر قبضہ کرنے اور ان کی تمام عورتوں اور بچوں کو غلام بنانے کے سوا اور کسی بات پر اکتفا نہ کرتے اور غطفان نے مسلمانوں کے متعلق یہ بات طے کی ہوئی تھی اور انہوں نے اس عظیم غداری اور جنگ و دشمنی کے ساتھ اس حد تک بڑھ کر یہ جرأت کی کہ انہوں نے پہلی مرتبہ اپنے نصب العین کو مقرر کیا تھا کہ مسلمانوں کو آخری آدمی تک تباہ کر دینا ہے ۔ اور یہ خبیث مقصد اس وقت نمایاں ہو گیا جب انہوں نے احزاب سے زبان کے ساتھ منظم ہونے کے لیے بطور ہتھیاری شرط کے یہ مطالبہ کیا کہ وہ اس وقت تک نہ واپس جائیں گے اور نہ مدینہ کا محاصرہ چھوڑیں گے جب تک مسلمانوں کی بیخ کنی نہ کر لیں اور انہیں تباہ و برباد نہ کر دیں ۔ اور انہوں نے احزاب کے کمانڈر سے حیی بن اخطب سے یہ عہد لیا اور اس نے احزاب کے نام سے ان سے یہ عہد کیا میں واپس نہ جاؤں گا کرنے والے ان معاملات کے بعد اور سب چیزوں کی ان کا مددگار ہوگا کے بعد جن میں سے ایک ہی (سب کا اب مقرر ہوگا) کی سزا موت اور اموال پر قبضہ کرنا ہے یعنی غداری کی بھی سزا کا ارتکاب یہودیوں نے کیا تھا ۔ پس ان سب باتوں کے بعد کسی انصاف پسند عقلمند

کہ یہ بات معیوب نہیں رہتی کہ وہ ان یہودیوں پر نافذ ہونے والے حکم کے متعلق کچھ کہے کہ آیا یہ عدل و انصاف پر مبنی تھا۔ یہ یہودی اسی انجام کو پہنچے تھے جس سے یہ مسلمانوں کو دوچار کرنا چاہتے تھے۔ اور جو شخص اس زمانے میں ان جرائم میں سے صرف ایک جرم کا ارتکاب کرتا ہے اس پر قتل کی سزا نافذ کر دی جاتی ہے کیونکہ یہ عدل و انصاف شمار کیا جاتا ہے۔ حالانکہ دشمن کو جنگی راز پہنچانے کا ایک جرم ہی اس کے مرتکب کو سزائے موت کے لیے کافی ہے۔ جیسا کہ اس زمانے میں ہوتا ہے۔ یہ بھی عدل و انصاف قرار دیا جانا چاہیے۔ بلکہ بنو قریظہ کی طرح ان سب خطرناک جرائم کے مرتکب پر قتل کی سزا کا نفاذ تو ظلم و سنگدلی اور وحشیانہ پن قرار پانا چاہیے تھا؟

اب یہودی محکوم ہیں اور مسلمان حاکم، پھر کیا ہے؟ ہم یہودی دانشوروں، مورخوں اور ادیبوں سے تمام تر ادوار میں لوگوں کے متعلق قتل کے جو احکام صادر ہوتے رہتے ہیں، اس سے بے خبر نہیں کہ وہ دشمن کے ساتھ مل گئے ہیں۔ اور انہوں نے اپنی حکومت اور اپنے ملک کے خلاف ہتھیار اٹھا لیے تھے، بلکہ اس لیے کہ انہوں نے دشمن کو وہ معلومات فراہم کر دی تھیں کہ جو اس کے لیے مفید تھیں جن سے وہ ان کے ملک اور اس کے باشندوں کو نقصان پہنچا سکتا تھا۔

بنی قریظہ کے یہودیوں پر جو سخت سزا نافذ ہوئی وہ ایک عادلانہ سزا تھی۔ جو ہر دور اور ہر زمانے میں بین الاقوامی مسلمہ اصول رہا ہے اور وہ عدل و انصاف کے اصول کے عین مطابق ہے۔ اور اگر فرض کر لیں کہ اس زمانے میں مسلمان بنی قریظہ اور احزاب کے قابو میں آ جاتے جن کے ساتھ بنی قریظہ نے اتفاق کیا ہوا تھا تو مسلمانوں کو اس سزا سے کہیں سخت سزا ملتی جو یہودیوں کو مسلمانوں کے ہاتھ سے ملی تھی۔

یہودی غدار تھے جنگی قیدی نہیں تھے

ایک غیر جانبدار بات کرنے والا کہتا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی قریظہ کے ساتھ وہ سلوک نہیں کیا جو ملک فاتح اپنے دشمن کی فوج کے جوانوں سے کرتا ہے جس نے جنگ کے شکست کھائی اور اطاعت اختیار کر لی ہو جیسا کہ اس زمانے میں ہوتا ہے۔

اس سوال کا موجودہ دور کے بین الاقوامی قانون کے نقطۂ نگاہ سے ہم جواب دیتے ہیں کہ جب یہودیوں نے مسلمانوں کے خلاف احزاب کی جنگ میں فوجوں کے ساتھ تعاون کیا تو

وہ مسلمانوں کے ساتھ حالت جنگ میں نہ تھے وہ صرف مسلمانوں کے حلیف دوست تھے۔ وہ اہل مدینہ مسلمانوں کے ہم وطن اور ایک قوم تھے۔ جو ایک وقت پر تحت تھا اور جنگ کے حملہ آوروں میں برابر کے شریک تھے۔ جیسا کہ ان کے باہمی معاہدہ سے ظاہر ہے۔

پس بنی قریظہ کے یہودیوں کی پوزیشن عام بین الاقوامی قانون کے نقطۂ نظر سے اس دشمن کی سی نہیں ہے جو اطاعت اختیار کرے اور قانونی جنگ میں شریک ہو جیسا کہ ایک حکومت اور دوسری حکومت کے درمیان کسی وجہ سے جنگ چھڑ جاتی ہے۔ عام بین الاقوامی قانون کے نقطۂ نظر سے ان یہودیوں کی پوزیشن غدار کی سی ہے۔ جو حالت جنگ میں اپنی قوم اور ملک کے خلاف دشمن سے ساز باز رکھتا ہے اور جس کی یہ پوزیشن ہو اس پر کیا سیاسی صورت میں جو حکم لگایا جاتا ہے وہ عام و خاص کو معلوم ہے اور تمام بین الاقوامی قوانین میں اسے بیان کیا گیا ہے اور وہ موت کا حکم ہے کوئی اور حکم نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بین الاقوامی معاہدوں میں جنگی قیدی کی تعریف میں ان کو شامل نہیں کیا۔ پس بنی قریظہ کے متعلق یہ کہا جائے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ وہ سلوک نہیں کیا جو آپ نے دوسرے جنگی قیدیوں کے ساتھ کیا تھا۔ کیونکہ وہ غدار اور عہد شکن تھے جنہوں نے اپنے ملک اور اپنی قوم کے ساتھ عظیم غداری کا ارتکاب کیا ہے۔ پس جب انہوں نے اپنے ملک اسلام کے خلاف شریک جنگ ہو گئے تھے اور جس حکومت کے ماتحت وہ رہتے تھے اس کے دشمن سے ساز باز کر لی تو ان کے متعلق یہ حکم صادر نافذ کیا گیا اور جب ہم ان جیسوں کی صورت حال کو تمام مہذب ملکوں کی طرف عرف اور مشترکہ اصول قانون کے نقطۂ نظر سے دیکھتے ہیں تو ہمیں معلوم ہو جاتا ہے کہ اس طرح اسلامی قانون سے تمام وجوہ سے مطابقت رکھتا ہے اور شاید وہ لوگ جو بنی قریظہ کے متعلق صادر شدہ حکم کو بڑا خیال کرتے ہیں بھول جاتے ہیں۔ یا طوطا چشمی سے کام لیتے ہیں کہ ان کے نزدیک یہودی مصنف تورات کی تعلیمات کی مدد سے ہم ہمیشہ سے موت کے ان احکام کو ان کے مذہبی تورات کے مطابق نافذ کرتے تھے۔ اس لئے نہیں کہ ان لوگوں نے بنی قریظہ کی طرح اپنے ملک اور اپنی قوم کے خلاف غداری کا ارتکاب کیا ہے بلکہ اس وجہ سے کہ انہوں نے فقط چند مذہبی رسومات کی مخالفت اس سے تعلق رکھتے تھے۔ غیر مذاہب کے دشمن کو اور ہم کر بیٹھے تھے۔ اسی طرح ایک ملک کے متعلق موت کا حکم نافذ کیا گیا تھا کیونکہ اس

قریظہ نے مسلمانوں کے انہیں کچھ جنگی راز فراہم کر دیئے تھے جو اہم بیرونی حملہ سے تعلق رکھتے تھے مدینہ کے متعلق بتایا کہ ایک پیدل دستہ آ رہا ہے جو عورتوں کا پتہ دینا کیسے اس معاہدہ کے مطابق ہو سکتا ہے جو یہودیوں اور مسلمانوں کے درمیان ہوا تھا بلکہ صرف اس لئے کہ انہوں نے فوج کی سلامتی کے ساتھ تعلق رکھنے والے چند معلومات دشمن کو فراہم کر دیئے تھے اور یہ کوئی مخفی یا پوشیدہ بات نہیں کہ ان دونوں کا [illegible] سے فوج کو رسد پہنچانا ہی کا سامنا کرنا پڑتا ہے اس لئے صرف یہ ثابت ہو سکتا ہے کہ مدینہ میں کہاں اس سے فوجی امداد سے کوئی فائدہ حاصل کرے اور اس باشندے کی موت ظلم اور جنایت پر قرار پاتی ہے جس نے اپنے ملک کی فوج کے راز بیرونی حملہ آور دشمن کو فراہم کرنے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ اس فوج کے مقابلہ میں ہتھیار بھی اٹھائے حالانکہ وہ اپنی حکومت کا ایک شریک ترین رکن میں [illegible] تھی تیزی سے لشکر دشمن کے ساتھ اتفاق کرکے اس فوج پر حملہ کرنا شروع کر دیا اور مشترکہ وطن کے اندر ایک مسلح فوج بن گیا اور دشمن سے کھلم کھلا رابطہ کر لیا اور اس کے ساتھ اس طرح سے اتفاق کا اعلان کر دیا کہ اسی قوم کو تباہ کر دے اور اپنے ملک پر قبضہ کرنے سے سہولت پیدا کر دے اور اس فوج کو بھی تباہ کر دے جس کی صفوں میں شامل ہو کر اس پر اپنے مشترکہ وطن کا دفاع واجب تھا میرا خیال ہے کہ بنی قریظہ کو قتل کی سزا پر اعتراض کرنے والوں اور اسے ایک گھناؤنا فعل کہنے والوں کے پاس سوائے تعصب اور تنگ نظری کے کوئی جواب نہیں اور اس فیصلہ اور معاملہ کی صورت میں یہ لوگ شامل ہو سکتے ہیں جنہوں نے ہر اسلامی چیز پر اعتراض کرنا اپنا شیوہ بنا لیا ہے۔

بنو قریظہ کے یہودیوں پر باشندے ہونے کے ناطے بلکہ شہریت کے ایک سپاہی کی حیثیت سے بھی یہ واجب تھا کہ وہ غیر ملک کی جانب سے آنے والی کسی بھی جارحیت کے خلاف مدینہ کے دفاع میں ایک جانب کھڑے ہوتے جیسا کہ مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان طے ہونے والے معاہدے سے ظاہر ہے

پھر جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے صرف جنگ ہی میں [illegible] نہیں بلکہ امن کے خصوصی بات کہی جا سکے کہ [illegible] کی صورت میں انہیں قتل کرنا مشکل [illegible] نا انصافی ہے جو یہودی [illegible] کے منافی ہے بلکہ وہ ایسے باشندے تھے جنہوں نے اپنی قوم اور ملک کے خلاف غداری کا ارتکاب کیا اور [illegible] کہ ان سے پہلے اور بعد کسی [illegible]

پھر انگلستانی فوج اور کیپٹن میڈین جیبکن کا یہ ایک پہلو ہے

ہر حکومت کا اپنا خاص قانون ہوتا ہے

ہر زمانے اور ہر جگہ میں بین الاقوامی سطح پر مانا ہے

ایک مشاہداتی بات ہے کہ ہر قوم اور ہر حکومت کا اپنا خاص قانون ہوتا ہے جس پر وہ صلح اور جنگ کی حالت میں عمل پیرا ہوتی ہے اور اسلامی حکومت (جس دن بنی قریظہ پر حملہ نازل ہوئی) کا بھی ایک تسلیم شدہ قانون تھا۔ جس کی دفعات تمام باشندوں پر خواہ وہ مسلم ہوں یا غیر مسلم۔ متعلق ہوتی تھیں جیسا کہ تمام مفکرین تواتر سے اس بات کو مانتے ہیں اور اسلامی قانون (جیسا کہ سورۂ محمد آیت قرآن میں ہے) جنگی قیدیوں کے فیصلہ کو امام کے سپرد کر دیتا ہے۔ جو حاکم اور فوج کا سالار اعلیٰ بھی ہوتا ہے کہ وہ قوم • حکومت اور دین کی مصلحت کے مطابق ان کے بارے میں کارروائی کرے[1]

اور اس حق کی تحقیق کیا ہے جو قانون اسلام نے جنگ کی حالت میں صدر حکومت اور فوج کے سالار اعلیٰ کو دیا ہے۔ اگر بنی قریظہ کے یہودی مقاتلین معنوں میں بھی جنگی قیدی ہوتے اور سالار اعلیٰ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں قتل کا حکم دیتے تو بھی اس عرف کے لحاظ سے جو ہمیشہ کا عمل پر جاری ہے مطلقاً اعتراض کی گنجائش نہیں ہے کیونکہ سالار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حق اس قانون کی حدود میں ہے جس پر عمل کرنے کے آپ پابند تھے اور ہر حال میں آپ نے اپنے

---

[1] دیکھئے ابن تیمیہ کی کتاب [illegible] الملک [illegible] صفحہ ۱۴۱

[2] تمام مورخین اور رواۃ حدیث کے نزدیک متفق علیہ بات ثابت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی بھر جنگی قیدیوں کے سوا کسی قیدی کو قتل نہیں کیا۔ اور وہ بھی عقبہ بن ابی معیط اور نضر بن حارث۔ جن کو جنگ بدر کے بعد گرفتار کیا گیا [illegible] اور ابو عزہ جمحی۔ ابو عزہ بدر میں قید کیا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے احسان کر کے چھوڑ دیا کہ وہ مسلمانوں کے خلاف ہتھیار نہیں اٹھائے گا مگر اس نے عہد شکنی کی۔ [illegible] ہتھیار اٹھائے۔ پھر دوبارہ قید ہوا تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قتل کرنے کا حکم دیا۔

اور اپنی قوم کے تمام افراد پر نافذ کرنے کے مجاز تھے۔ بین الاقوامی قانون کے نقطہ نظر سے کوئی شخص کو نکتہ چینی و ملامت نہیں کی جا سکتی جو اپنے ملک کے قانون کو اپنے ملک میں غیر ملکی افراد پر نافذ کرے جبکہ وہ اپنے معاہدے یا ثالثی پر کیسے نافذ نہیں کر سکتا؟

یہودیوں کا قتل اور بین الاقوامی معاہدہ

علاوہ ازیں بنی قریظہ کے واقعہ کے وقت بین الاقوامی معاہدے نہیں ہوئے تھے۔ جن سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ معاہدہ ہو جاتے۔ ملامت کرنے والوں نے قتل کو ممنوع قرار دیتے ہوئے عیب لگایا کہ آج کل ہے کہ تجویز سے ... کرنے والے یہ کہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی قریظہ کے یہودیوں کو قتل کر کے عرف عام اور بین الاقوامی قانون کی مخالفت کی ہے۔

بلکہ اس وقت تمام اقوام خواہ مسلم ہوں یا غیر مسلم، کا مشہور اصول یہ تھا کہ جنگی قیدیوں کا انجام حکومت کے سربراہ کے ہاتھ میں ہوتا تھا اور کبھی فوج کے سالار کے ہاتھوں میں بھی ہوتا تھا۔ وہ مصلحت کے مطابق ان کے بارے میں کا فیصلہ کرتے۔ اگر یہ بات قبول کر لی جائے کہ بنی قریظہ کے یہودی معاہدہ شکنی کی وجہ سے جنگی قیدی تھے۔ وہ اپنی قوم اور ملک کے خلاف ظلم و خیانت کے مرتکب ہو رہے تھے۔ زمانہ جنگ میں وہ جنگی قیدی ایسے تھے کہ جو بھی مسلمانوں اور ان کے وجود کی سلامتی کو نقصان ... ان یہودیوں کی تباہی کا تقاضا کیا جنہوں نے عظیم غداری کا ارتکاب کیا تھا جبکہ حضرت سعد ... جنگی قیدی تھے۔ قریب تر ہونے والے واقعات نے یہ ثابت کر دیا تھا کہ ان کا مدینہ کے اندر رہنا یا ان یہودیوں کا زندہ رہنا بہت بڑا خطرہ ہے کہ جب ... اسلامی حکومت کی سلامتی کے لیے خطرے کا باعث ہوگا۔ اور یہ وہ حکومت تھی جس نے ... یہودیوں سے کئی عدل اور دیانتداری کا ... دیکھا تھا۔

ان یہودیوں کے ساتھ ... کے کئی تجربات سے ثابت ہوتا تھا کہ وہ مدینہ کی حکومت کو گرانے اور اسلامی وجود کو تباہ کرنے کے لیے ... کی تباہی کے ساتھ کسی موقع کی تلاش میں ... انتشار پھیلانے کے لیے آمادہ ... جیسا کہ ان کے

بھائیوں بنو نضیر نے کیا تھا جنہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اطاعت اختیار کرنے کے بعد قتل ہونے سے بچا لیا تھا اور پھر انہیں مدینہ سے جلاوطن ہونے کی اجازت دے دی تھی کہ وہ جہاں چاہیں چلے جائیں۔ پس جب بنی نضیر کو موقع ملا تو انہوں نے تنظیم کے قیام میں زیادہ تر رول ادا کیا یہ مدینہ کی تاریخ کی سب سے خطرناک جنگ تھی کیونکہ النضیر یہودیوں کے لیڈروں نے کوشش کی اور مسلمانوں کے خلاف طاقتور ترین عرب بت پرست قبائل کو جمع کرنے کے لئے اپنے اموال اور اثر و رسوخ سے کام لیا اور اس مقصد میں کامیاب ہو گئے یہ منظم فوج جنگ کی تعداد ہر پہلی فوجوں سے زیادہ تھی اور جس کی قوت کے برابر بھی مسلمان کچھ نہ تھے اور مجاہد مسلمانوں کی بیخ و بن سے اکھاڑنے کے لئے آئے تھے۔

بلکہ بنی قریظہ کے یہودیوں نے خود بھی جو کچھ کیا تھا وہ یہ کہ بنی نضیر کے ساتھ مل کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کی پھر آپ نے انہیں معاف کر کے عام طور پر قتل جلاوطنی اور اموال کی لوٹ کھسوٹ سے بچا لیا جیسا کہ صحیح بخاری کی روایت سے ثابت ہے۔

پس بنی قریظہ کے ان یہودیوں کو ــــــــــ حالانکہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ان پر احسان تھا اور آپ نے بنی نضیر کے ساتھ جنگ میں ان کی شرکت ثابت ہونے کے بعد انہیں عام طور پر قتل جلاوطنی اور اموال کی لوٹ کھسوٹ سے بچا لیا تھا جب موقع ملا تو غداری جیسے کام پر جرأت کرنے میں کچھ دریغ نہیں کیا یعنی مسلمانوں سے عہد شکنی کرنے اور احزاب کے ساتھ مل کر مسلمانوں کو ختم کرنے کی کوشش سے اجتناب نہیں کیا۔

پس بنی قریظہ کے تقریباً آٹھ سو جانبازوں کے قتل کی کارروائی ایسی کارروائی ہے جو قوم کی معاشرت کے تقاضے کے مطابق ہے اور حکومت اور قوم کی سلامتی کے لئے ضروری بھی ہے اور جسے علاقے میں ہر دور اور ہر زمانہ میں اس کا قانون بھی اسے تسلیم کرتا ہے۔

جب ہم تعصب کی اس عادلانہ کارروائی کا موازنہ کرتے ہیں کے فیصلے

بیسویں صدی کے باشندے اور بنو قریظہ مسلمانوں نے بنی قریظہ کے تقریباً آٹھ سو غداروں کی

۱؎ بنی نضیر کے معاملہ کو تفصیلاً اس کتاب کے شروع میں دیکھئے

جانبازوں کو قتل کیا۔ سوال پیدا کرتے ہیں کہ جب ہم اس کا بدلہ [illegible] علاقہ کے متعلق [illegible] مظالم
پر بحث کرنے والے بزرگ کہتے ہیں۔ سوال کرتے ہیں جب ہم اس کا [illegible] ان لوگوں کے جرم
سے گریز کرتے ہیں؟ [illegible] آریخ [illegible] کا سوال اٹھایا جاتا ہے۔ [illegible]
صدیوں کی تہذیب و تمدن اور حقوق انسانی کے ذکر کے ساتھ بیان کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے
کہ ان لوگوں نے تباہی [illegible] یہ کارروائی کیسے [illegible] اس کے مقابلہ میں [illegible] کا رد عمل
اپنی چیزیں [illegible] کے قابل ہی نہیں ہے۔ ہم نے [illegible] ہندوستان [illegible] پڑھے ہیں [illegible]
جن میں [illegible] عورتوں [illegible] اور
بچوں کو [illegible] سکھ [illegible] اور [illegible]
حکومت کی سلامتی کے لئے ان کا سر کاٹ دیتے ہیں۔

لیکن [illegible] بار [illegible] کے طور پر
[illegible] کیا نسبت ہے [illegible]
[illegible] حکومت کے [illegible]
[illegible] ایک [illegible] کے مطابق [illegible]
[illegible] حکومت [illegible]
[illegible] حکومت [illegible]
جنگ کے [illegible] اور
[illegible] تھا
[illegible]
کر دیا [illegible] کر دیا گیا۔

بابا [illegible] اورنگزیب [illegible] کے [illegible] میں [illegible] کے
[illegible] کیا نسبت [illegible]
[illegible] تھے۔ [illegible] نہیں کیا تھا؟

[illegible] کے [illegible] رکھتے [illegible] اعتراض کرتے [illegible]

علمائے محققین تحریر فرماتے ہیں کہ ——— وہ اندازہ کہ اسلام کی طرف منسوب ہونے والے یہودیوں اور انسانیت کے نام نہاد علمبرداروں کے متعلق نافذ ہونے والے حکم پر نکتہ چینی کرتے ہوئے مستشرقین و معترضین ہوں۔ وہ داور ان کے اسلام کا محاسبہ کرنے والے یورپ سے ہمارا عجیب سوال ہے کہ تو معترضین یہودیوں کے متعلق صادر ہونے والے حکم پر اعتراض کرتے ہیں اور بیان کرتے ہیں کہ وحشیانہ حکم تھا۔ جو تہذیب بیسویں صدی کی روح کے مطابق نہیں ہے مستشرقین ہوں۔ حالانکہ وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ ان کی مثال رہتی بیسویں صدی کے تہذیب کے علمبردار بنے ہوئے ہیں۔ انہوں نے ایک ذرا سے مفروضے کے تحت لاکھوں بے گناہ بچوں، عورتوں، بوڑھوں اور بچوں کو نیست و نابود کر دیا

بیسویں صدی کی تہذیب کی خرافات

بیسویں صدی کی یہ کون سی تہذیب ہے جس کی علمبردار یہ متعصب لوگ ان کے ہونے سے فخر کرتے ہیں اور اسے عدل و رحم اور تہذیب کا پیمانہ قرار دیتے ہیں اور جس کے معیار کے مطابق بنی قریظہ کے یہودیوں کے متعلق صادر ہونے والے حکم کو قساوت، وحشیانہ پن اور ذلت قرار دیتے ہیں کیا یہ وہی تہذیب ہے جس کے ہم نے ابھی نمونے دیکھے (جس کی بدولت جاپانیوں اور جرمنوں نے خود اپنی ذات کی اجازت دی کہ خوفناک وحشیانہ ہتھیاروں سے جنگ سے الگ تھلگ رہنے والے لاکھوں عورتوں، بوڑھوں، بچوں اور بیماروں کو صفحہ ہستی سے نابود کر دیا جائے کیا یہ وہ تہذیب ہے جس نے جاپانیوں اور قاتلوں نے اپنے ہاتھوں کو دوسری جنگ عالمگیر میں اجازت دی کہ وہ ایک رات میں جنگ سے الگ رہنے والے پانچ ہزار شہریوں کو بے دریغ تہ تیغ کر دیں[1]

کیا یہی بیسویں صدی کی تہذیب ہے جسے اسلام کا محاسبہ کرنے والے معترض پیش کرتے ہیں

---

[1] جنگ عظیم دوم ۱۹۴۵ء میں ۹ مارچ ۱۹۴۵ء کی رات جاپان کے شہر ٹوکیو پر امریکی بمباروں نے آتش گیر بم برسائے اور ایک ہی رات میں ہزاروں شہری جل کر مر گئے اور اس کے بعد ہیروشیما اور ناگاساکی پر ایٹم بم گرا کر ایک دن میں لاکھوں انسانوں کو قتل کر دیا گیا۔ جو عظیم مظالم یورپ اور امریکہ کی تہذیب کے ہاتھوں ہوئے ان سے دنیا واقف ہے کہ ان کا ارتکاب ان لوگوں نے کیا جو بیسویں صدی کی تہذیب کے علمبردار بنے بیٹھے ہیں۔

بھی بکثرت بیان کرتے ہیں۔ اور اسے انسانیت، تہذیب اور حقوق انسانی کا اعلیٰ نمونہ اور مجسمہ اوّل قرار دیتے ہیں اور یہ دلیل دیتے ہیں کہ بنی قریظہ کے آٹھ سو غدار جانبازوں کو قتل کرنا اس تہذیب کی روح کے منافی ہے!۔

کیا یہی بیسویں صدی کی تہذیب ہے جو ایک سفید آدمی[1] کے دو ڈالر چرانے پر ایک زنگی آدمی کے خون کو قانونی طور پر مباح قرار دیتی ہے اور اس پر قتل کا حکم لگا کر اس حکم کو نافذ بھی کرتی ہے اور ایک دوسرے زنگی کو عدالت نے محض اس امر پر موت کی سزا دی کہ اس نے ایک سفید عورت کو گناہ کی ترغیب دی تھی اور کسی گناہ کا ارتکاب نہیں کیا تھا!

کیا یہی وہ مطلوبہ تہذیب ہے جسے اسلام سے کینہ رکھنے والے اور اس کی طرف منسوب ہونے والے بیرونی قوتیں انسانیت اور رحم و عدل کا اعلیٰ پیمانہ قرار دیتے ہیں۔ اور اس کے ترازو میں تاریخ کے سب سے عظیم، سب سے عادل اور سب سے رحیم انسان محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال کو تولتے ہیں۔ اور بیان کرتے ہیں کہ آپ نے بنی قریظہ کے یہودیوں کے متعلق جو حکم نافذ کیا تھا وہ آمریت اور ظلمت کا حاصل تھا۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ وہ بیسویں صدی کی تہذیب و تمدن کے منافات رکھتا ہے۔

بنی قریظہ کے یہودیوں کے اجتماعی طور پر قتل کرنے کے متعلق جو حکم نافذ ہوا ہم نے اس کے متعلق شرعی نقطہ نظر سے ابحاث نہیں کیا اور تحقیق کے ساتھ عصری قوانین کے بعض پہلو دیں

---

[1] تقریباً بیس سال کی بات ہے کہ ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی عدالت نے ایک زنگی (حبشی) کے قتل کا حکم یا فیصلہ کے اعلان کے متعلق یہ کہا [illegible] تھا کہ اس نے ایک سفید عورت کے دو ڈالر چرائے تھے [illegible] کہ وہ لوگ جو اپنے یہود بنی قریظہ کے آٹھ سو جانبازوں کے متعلق نافذ ہونے والے حکم کو اس دلیل کی بنا پر اعتراض کا نشانہ بناتے ہیں کہ یہ قتل عام اور وحشیانہ ہے کیوں آنکھیں بند کر لیتے ہیں ان صیہونی اور یہودی دہشت گردوں پر جو فلسطین میں [illegible] کا صفایا [illegible] فلسطین [illegible] مسلمانوں کو [illegible] کے بعد قتل کر دیا تھا [illegible] سے [illegible] کا قتل عام کیا تھا۔ جیسا کہ [illegible] نے اپنی کتاب ([illegible] العرب) میں ثابت کیا ہے۔

منافقت کی ہے جنہیں وہ مقدس قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ وہ اسلام پر ایمان نہیں رکھتے جو یہود پر نافذ ہونے والے احکام کا مصدر و منبع ہے۔ پس اس حکم کے مقابلہ میں آیات و احادیث سے نصوص شرعیہ کو پیش کر کے انہیں منوانے کی کوشش کرنا ایک بے فائدہ بات ہے۔

ان نصوص کے ذریعہ سے ان کی حدود کے اندر اس شخص سے مناقشہ کیا جاتا ہے جو ان کے تسلیم پر پابند ہو یا جو آپ کو ان کے ماننے اور ان سے فیصلہ لینے کا پابند سمجھتا ہے۔

اور یہ دشمنان اسلام اور ان کے بہی خواہ اُن لوگوں میں سے ہیں جو ان کے وضعی قوانین و اصولوں کے پابند ہیں اور یہودیوں کے متعلق صادر ہونے والے حکم پر اعتراض کرتے ہیں۔ ان کا مقصد اسلام کی روشن شریعت کے اصولوں پر عیب گیری کرنا ہے۔ اس لیے ان کے خیالات و اعتراضات کا ابطال ان کے قوانین اور منطق کی حدود میں لازم آتا ہے۔

بنی قریظہ کی شریعت میں ان کا حکم

اس جگہ پر ایک اہم بات کا ذکر کرنا بھی مناسبت کے لحاظ سے موزوں ہے اور وہ یہ کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے بنی قریظہ کے متعلق جو حکم صادر کیا اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے تسلیم کیا، اور جس کی تنفیذ کے لیے تیار ہو گئے وہ تمام و کمال خود یہودیوں کی شریعت تورات کے مطابق ہے۔

ان کی مقدس کتاب کے صحیفہ استثناء باب ۲۰ میں ہے کہ ان پر لازم ہے کہ جب وہ دشمن پر فتح پا لیں تو ان کے تمام مردوں کو قتل کر دیں اور ان کی عورتوں، بچوں اور تمام جائیداد پر قبضہ کر لیں۔

اور استثناء کے بیسویں باب میں یہ بھی لکھا ہے کہ

اگر تجھ سے کوئی بستی صلح نہ کرے بلکہ تجھ سے جنگ کرے تو تُو اس کا محاصرہ کرنا اور جب تیرا رب اُسے تیرے قبضہ میں دے دے تو تُو اس کے تمام مردوں کو تہ تیغ کر دینا اور اس شہر کی تمام عورتیں، بچے، چوپائے، اور ہر چیز جو شہر میں ہو یعنی سب مال غنیمت ہے تو ان کو اپنے لیے غنیمت بنا لینا اور اپنے دشمنوں کی اس غنیمت کو کھانا جسے تیرا رب تجھے دیتا ہے۔[1]

---

[1] استثناء باب ۲۰ آیت ۱۰ تا ۱۴۔

حاصل ہو جاتا تو یہ لوگ یقیناً حضرت موسیٰ کے حکم کے مطابق جو استثناء کی کتاب میں درج ہے ان کے جانبازوں کو قتل کرنے اور ان کی عورتوں اور بچوں کو غلام بنانے اور ان کے تمام مال و اسباب پر قبضہ کرنے میں ایک لمحہ بھی تردد نہ کرتے۔ اس لحاظ سے مسلمانوں نے یہود کو جو سزا دی یہ وہی سزا ہے جو یہود مسلمانوں کو اگر وہ ان کے ہاتھ آ جاتے دینے کی نیت کیے ہوئے تھے ۔

پس یہودیوں پر جو حکم لگایا گیا وہ بجائے خود ان کی شریعت کے مطابق ہے۔ اور یہ وہی سزا ہے۔ اس بے غرض، منصف اور تاریخی نقطہ نظر سے بنی قریظہ کے یہودیوں کے متعلق جو نافذ ہونے والے حکم کے متعلق تنقید کرنے کی کوئی گنجائش نہیں۔ ان کے علاوہ ہم نے جو دلائل دیئے ہیں وہ بھی انہیں قبول نہیں کرتے۔ ہم اس حکم پر اعتراض کرنے والوں اور ان کے ہمنوا لوگوں سے کہتے ہیں کہ تم اس حکم کو سخت اور بیجا کہتے ہو۔ یہ بتاؤ اگر تم میں سے کوئی آدمی حاکم ہوتا یعنی قطعاً اپنی قوم کی سلامتی کا ذمہ دار ہوتا اور اسے کسی فوج اور قوم کو وہی خطرہ پیش آ جاتا جو ان حالات میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بنی قریظہ کے یہودیوں کی غداری اور مسلمانوں پر حملہ کرنے سے پیش آیا تھا۔ اس غداری اور حملے نے معاہدہ کی قوت کو اس کا معاہدے کے مطابق یہودی بھی ایک حد تک ذمہ دار تھے، اپنی عسکری تاریخ کی خطرناک حالت میں پہنچا دیا تھا جس طرح بنو قریظہ کی غداری کے باعث اس حد تک خطرہ کے قریب آ پہنچی کہ عساکر کے یہود و عرب مسلمانوں کو نیست و نابود کر دینے پر تلے ہوئے تھے ۔

اب ہم ان معترضین سے پوچھتے ہیں کہ اگر ان میں سے کوئی شخص سالار جنگ ہوا ہوتا اور اس کی قوم اور ملک کو وہی صورت حال پیش آ جاتی جو بنی قریظہ کے یہودیوں سے سالار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش آئی تو کیا اس کے علاوہ کوئی چارہ کار تھا کہ انہیں وہی سزا دے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان غداروں اور عہد شکن یہودیوں کو دی تھی

شاندار دفاع

بنی قریظہ کے متعلق حکم صادر کرنے والے ثالث سعد بن معاذ کے دفاع میں مجھے ایک تحقیق نے حیران کر دیا ہے ایک فاضل مسلمان ڈاکٹر احمد الحوفی نے لکھی ہے جس میں انہوں نے مستشرقین کے خیالات کو جھٹلا دیا ہے اور اسلام کی طرف منسوب ہونے والے ان تمام الزامات کی مذمت کی ہے جو مستشرقین کے

سے متاثر ہو گئے ہیں۔ مثلاً مصر سے شائع ہونے والے مشہور رسالہ "نگار" نے اپنی اشاعت بابت جلد کے بابت ماہ نومبر شمارے میں اس واقعہ کا ایک مضمون شائع کیا۔ ہے جس کا عنوان ہے "سعد بن معاذ کا انصاف"۔ اس مضمون کی اہمیت کے پیش نظر ہم قارئین کی خدمت میں چند اہم پوائنٹس پیش کرتے ہیں جو ہماری اس تحقیق سے تعلق رکھتے ہیں۔

استاد الجبوری کہتا ہے کہ .... یہ کوئی عجیب بات نہیں کہ تمام مستشرقین اور ان کے ہم نوا سعد بن معاذ نے بنی قریظہ کے استیصال کے متعلق ظالمانہ حکم صادر کرنے کی وجہ سے نکتہ چینی کی۔ جب کہ انہوں نے غزوۂ احزاب کے موقع پر خیانت اور مسلمانوں کے متعلق سازش کی تھی۔ اور انہوں نے معاہدات کو توڑ کر اور اپنے اندرونی کینوں کا اظہار کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کرنے کے لیے قریش سے حلیفانہ تعلقات قائم کر لیے تھے۔

اور جب کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا کر دکھایا۔ اور کافروں کو ان کے غیظ سمیت واپس کر دیا اور انہیں کوئی بھلائی حاصل نہ ہوئی اور قصاص کا وقت آگیا۔ لیکن انہوں نے سعد بن معاذ کو حاکم مان لیا۔ اور انہوں نے ان کو ان کی نافرمانی اور سرکشی کی جزا کے مطابق سزا دی۔ اور یہ کوئی عجیب بات نہیں کہ تمام مستشرقین کی مخالفانہ غرض اور بے جا تعصب کے پیش نظر اس بات کے پیچھے پڑ جائیں۔ عجیب بات تو یہ ہے کہ ہمارے بعض مقالہ نگار مسلمانوں میں سے بڑے بڑے قانون دان ان کی اقوال کو سن کر سعد بن معاذ کے حکم میں بڑی بڑی غلطیاں دیکھتے ہیں۔

مجھے معلوم نہیں کہ وہ یہ بات کیسے کہتے ہیں۔ حالانکہ انہوں نے موجودہ قوانین کو اچھی طرح پڑھا ہے اور وہ ان کو بنی قریظہ کے قضیہ پر منطبق کرنے کی طاقت رکھتے ہیں۔ تاکہ انہیں معلوم ہو جائے کہ بیسویں صدی کے قوانین سعد بن معاذ کے حکم سے کوئی اختلاف نہیں رکھتے۔

پھر استاد اسمعیلی کہتا ہے ...... لیکن غرض مند مستشرقین کے اقوال نے ہمارے بعض بھائیوں کی عقلوں کو دھوکہ دیا ہے۔ یہاں تک کہ جو کچھ انہیں یاد تھا وہ بھول گئے ہیں۔ اور جو کچھ حقیقت میں اس سے ثابت ہو چکے ہیں۔

پھر اب [illegible] الاخوان [illegible] اجتماعات پر بحث کرتا ہے۔ اور مصریوں کی دشمن قوتوں کے ساتھ سعد بن معاذ کے حکم کا حوالہ دے کر کے ان کا بطلان ثابت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ ہم ان مجرموں اور ان لوگوں سے مخاطب ہوتے ہیں جیسی کہ [illegible] رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور بنو قریظہ کے درمیان ایک معاہدہ تھا جو قریش کے حقوق کی حفاظت کرتا تھا اور ان کا تعاون [illegible] تھا کہ ہر فریق دوسرے فریق کی امداد وقت ضرورت کرے جب سے جنگ کے خطرے کا سامنا ہو لیکن یہودیوں نے سازش کی اور آپ کے دشمنوں سے مل گئے اور آپ کو مدینہ میں [illegible] آپ ایک جانب سے اور مشرک دشمنوں کی ایک دوسری جانب سے مشکل وقت میں اپنے حلیف پیغمبر کی [illegible] میں [illegible] تھے۔

جس الاخوان نے [illegible] سے تین جرائم کا ارتکاب کیا

اول۔ [illegible] حکومت کے خلاف ہتھیار اٹھائے۔

دوم۔ مسلمانوں کے خلاف دشمن کے پاس جاسوسی کی۔

سوم۔ ملک میں دشمن کو داخل ہونے کے لئے سہولتیں فراہم کیں۔

پھر [illegible] الاخوان [illegible] جرائم کے ارتکاب پر [illegible] کرتے ہوئے کہتا ہے کہ مصری قانون [illegible] جو [illegible] حکومت کے لئے ترتیب [illegible] ہے وہ [illegible] جرم [illegible] موت کی سزا دیتا ہے [illegible] اور [illegible] اس کی عبارت یہ [illegible] مصری [illegible] کے خلاف ہتھیار اٹھائے یا مصر سے جنگ کرنے [illegible] حکومت [illegible] سزائے موت دی جائے گی۔

[illegible] جو [illegible] حکومت کے پاس [illegible]

[illegible]

کی مصلحت کے خلاف ہو۔ دوسرے شخص کے پاس جاسوسی کرے گا یا اس حکومت یا اس کی فوج [illegible] کے خلاف اس ملک دشمن کے ارادے سے خبر دے گا یا اسے [illegible] چیز [illegible] میں مدد دے گا اسے موت کی سزا دی جائے گی خواہ وہ اس ملک میں [illegible] ہو یا باہر ہو۔

بشرطیکہ [illegible] ہر اس شخص کو موت کی سزا دی جائے گی جو ملک میں داخل ہونے کے لئے دشمن کو سہولت فراہم کرے گا ملک کے دفاع کے لئے استعمال ہونے والی چیزیں [illegible] کے سپرد کرے گا یا اسے چیزیں دے گا یا فوجیوں کو اس کے ساتھ [illegible] ترغیب دے گا یا [illegible] کر دے گا اور افواج میں [illegible] پھیلائے گا [illegible] مجموعہ تعزیرات کے [illegible] ہونے والا [illegible] مصری کی تہذیب کے نقطۂ نظر سے علاوہ ازیں ثابت کرتے ہوئے بتایا ہے کہ [illegible] مصری قانون [illegible] ہے کہ [illegible] نے جن جرائم کا ذکر کیا ہے ان میں سے ہر ایک کی سزا قتل ہے۔

ہم حضرت [illegible] کی [illegible] کے ساتھ بیان کرتے وقت ان کی غداری کو بالتفصیل پیش کریں گے تاکہ انصاف پسند قارئین کو معلوم ہو جائے کہ دشمنان اسلام نے اس حکم کو [illegible] قرار دے کر ان پر کس قدر ظلم کیا ہے اور ہمارے [illegible] حضرات نے یہ خیال کر کے کہ اب کا فیصلہ [illegible] کے [illegible] سے موافقت نہیں رکھتا کس قدر ناانصافی کے [illegible] سے [illegible] ہے [illegible] اس [illegible] کی [illegible] کا [illegible] نہیں کر سکتے [illegible] تصور کیا ہے۔

حضرت [illegible] مسیح موعود [illegible] ایک [illegible] مسلمان تھے ان غداروں نے اپنی [illegible] کو [illegible] نہیں [illegible] یا [illegible] کسی [illegible] کا پاس [illegible] قوم [illegible] کے [illegible] رکھا [illegible] سے [illegible] کہ وہ اپنی [illegible] سے [illegible] کر لیں [illegible] معاہدے [illegible] اللہ تعالیٰ [illegible] کے [illegible] سے [illegible] ظاہر ہوتا ہے۔

[illegible]

اور یہ ایک قدرتی بات ہے کہ حضرت سعد بن معاذ کو خندق [illegible] سینے میں جو [illegible] کی تمنا سے [illegible] ان کے [illegible] جنہوں نے ان کا محاصرہ کر لیا [illegible] کی [illegible] کو آتش [illegible] قبیلہ کی طرف [illegible] دشمن کے لئے قریظہ [illegible] کر لئے گئے اور فیصلہ کرنے کے لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] قریظہ کو [illegible]۔ سعد بن معاذ کی نظر پہلے اوس حامیوں کی طرف [illegible] کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] سفارش کر رہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] کی خواہشات سے واقف تھے [illegible] جو [illegible] کہ کل یہ [illegible] قریظہ کے حلیف تھے [illegible] اور آپ تو [illegible] حاکم بن کر فیصلہ کریں [illegible] دونوں فریق آپ کی رائے کو قبول کریں گے۔

اور سعد نے بھی اس موقف کا اظہار [illegible] شخص کی طرح کیا جس نے [illegible] مصائب کو دیکھا ہوا اور [illegible] پر نظر [illegible] تو قریب تھا کہ وہ [illegible]۔

سعد نے [illegible] کہ اس کے سامنے اپنے [illegible] کر کے رکھ دیں اور اسے [illegible] کی طرف مائل کر دیا۔ اس وقت اس نے [illegible] کیا!

سعد نے فیصلہ [illegible] قتل کر دیا جائے [illegible] تقسیم کر دیا جائے اور بچوں اور عورتوں کو قیدی بنا لیا جائے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ نافذ کرنے کا حکم دے دیا۔

اور یہودیوں کی [illegible] کے [illegible] سے [illegible]۔ [illegible] تھے [illegible]

---

[1] [illegible]

خوف سے انہیں آ لیا۔

اسلام پر افتراء

پھر یہ تاثر دینا [illegible] ہے کہ اس سزا کا تعلق عدل و انصاف کے بجائے اسلام پر اصرار کرنے کے باعث ہے [illegible] مسلمانوں نے بنی قریظہ کا [illegible] ترک کر کے اسلام قبول نہیں کیا [illegible] غداری کا اہتمام [illegible] ثابت ہو چکا ہے کہ انہوں نے اس غداری کا ارتکاب کیا تھا جس کے دلائل واضح اور [illegible] ہیں [illegible] غداری کی سزا تمام قوانین میں جملہ قتل کر دینا ہے۔

یہودیوں کے تینوں قبائل کا رویہ

پھر یہ کہا جاتا ہے کہ بنی قریظہ کسی وجہ سے مستحق تھے اور [illegible] جنگ [illegible] کرنا [illegible] جا سکتا [illegible] بدترین دشمن تھے کیونکہ وہ ان لوگوں کے متعلق [illegible] جانتے تھے جو انہیں امن دیتے تھے اور انہیں ہم وطن ہمسائے کے حقوق اور عہد کی ذمہ داری کا احساس دلاتے تھے۔ اس جگہ ان کا موقف بنی قینقاع اور بنی نضیر کے موقف سے واضح اختلاف رکھتا ہے۔ پہلے قبیلوں نے اپنے منہ سے [illegible] کا اظہار کیا اور شکوک و شبہات کو [illegible] اور ان کے خیال میں [illegible] وہ [illegible] جو [illegible] نہیں ہوتا۔

[illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قتل کی سازش کی اور بعض منافقین [illegible] مسلمانوں [illegible] [illegible] خوف گھیرے ہوئے تھا [illegible] [illegible] اضطراب [illegible] [illegible] خوفناک [illegible] محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو [illegible] [illegible] کے ساتھ [illegible]

جاتا ہے اور اس کا اظہار جب الیہودی قریظہ کے متعلق بالکل واضح دفعہ حکم کر لیتے اس دفاع پر ختم ہوتا ہے کہ بنو قریظہ کے متعلق اجمالی تحقیق مکمل ہوئی اور اس کے قتل کا نتیجہ میں نمایاں ہوئے جہاں یہودی قبائل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے خوفناک انجام سے آئے۔

ڈاکٹر محمد علی کا دفاع

ان لوگوں نے دنیا بھر میں اور یورپ کے قبضہ سے تعرض کیا ہے بعض دشمنان اسلام الزام کے جواب میں بنو قریظہ کے متعلق صادر ہونے والے حکم سے تعرض کرتے ہیں۔ ان میں مولانا محمد علی بھی شامل تھے۔ انہوں نے اپنی مشہور کتاب رسالۃ محمد صلعم میں کہ اس موضوع پر منطقی تجزیہ سے بہت حاصل بحث کی ہے اور اختصار کے ساتھ ان تمام اعتراضات کو رد کر دیا ہے جو اس قتل عام کے متعلق کیے جاتے ہیں۔

وہ اپنی کتاب میں بنو قریظہ کے قتل کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ بات ضروری ہے کہ ہم اس بات کو فراموش نہ کریں کہ اسلام اس وقت اپنی زندگی کے نہایت نازک مرحلے سے گزر رہا تھا اور یہ معرکہ موت و زندگی کی بات ہے جب ہر جانب سے دشمن ٹوٹ پڑے۔ اور انہوں نے اسلام پر فیصلہ کن ضرب لگانے کے لیے ہتھیار اٹھائے تھے۔ جو غداری سے کیا جائے وہ بہرحال خطرناک ثابت ہوتا ہے لیکن وہ حملہ جو داخلی اعتماد کا آمیزہ ہو اور غداری کا ہو وہ ان سے بھی زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔ جیسے مثل ہے کہ

وہ پیچھے کیا ہوا حملہ: پیچھے سے کی ہوئی جنگ بہادر دشمن کے حملے سے بڑا ہوتا ہے۔

وہ یہ بات خارجی حملے کی حالت میں ممکن ہوتی ہے کیونکہ اس سے مسلمانوں کو وقت مل جاتا ہے جس کے دوران وہ اپنے دشمن کا مقابلہ کرنے کے لیے تیاری کر لیتے ہیں۔ لیکن خود مدینہ میں غیر متوقع غداری کا پیدا ہونا، خود اسلام کے دل پر کاری ضرب لگنے کے مترادف ہے۔

بنی نضیر دشمنان اسلام کے ساتھ دوستانہ تعلقات رکھتے تھے اور جنگ احزاب میں بنی نضیر نے حملہ کروا دیا۔ اس کے علاوہ انہوں نے قریش کے گھڑ سواروں کو ترغیب دی اور صحرائی بدوؤں کے قبیلوں میں انہیں اسلام کے خلاف بھڑکانے کے لیے بھیجا گیا۔ پھر بنو قریظہ کی عہد شکنی کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اور بنو قریظہ نے بھی تقریباً سارے احزاب کی ترغیب کا ساتھ دیا اور مسلمانوں کے

خلاف، [illegible] ہی تھا جس [illegible] کر کے مسافر ہو گئے۔

ظاہر ہے کہ ایسی حالت میں بنو قریظہ نے اسلام کے خلاف شرکت کرنے سے انکار کر دیا۔ لیکن حیی بن اخطب کو مسلمان اس وقت [illegible] کی طرح [illegible] میں ہیں جس کی موجودگی کے [illegible] نہ سکیں گے۔ [illegible] کے سامنے ٹھہر نہ سکیں گے۔ جو ہر جانب سے [illegible] کرنے کے لیے [illegible] کی طرح آ گیا ہے۔

اور بنو قریظہ سے یہ بھی کہا گیا کہ اب وقت آ گیا ہے کہ وہ [illegible] مسلمانوں کے ساتھ [illegible] کے ساتھ تعاون کرنا ہے۔ اس طرح بنی قریظہ [illegible] اسلام [illegible] کے ساتھ [illegible] ہو گئے۔ اور انہوں نے مسلمانوں سے کیا ہوا معاہدہ توڑ دیا اور احزاب کے حلیف بن گئے۔ اور ان سے یہ بھی وعدہ کیا گیا کہ [illegible] حق بات یہ ہے کہ اگرچہ [illegible] لیکن بنو قریظہ نے [illegible] کی طرف قرآن کریم اشارہ کرتا ہے: وَأَنْزَلَ الَّذِينَ ظَاهَرُوهُمْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ صَيَاصِيهِمْ وَقَذَفَ فِي قُلُوبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيقًا تَقْتُلُونَ وَتَأْسِرُونَ فَرِيقًا۔[۲]

[illegible]

[illegible]

[۲] احزاب — ۲۶

[illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]

[illegible]

[illegible] اطاعت قبول کر لی اور بنو قریظہ نے خود ہی سعد بن معاذ کو [illegible] جیسا بیان ہو چکا ہے [illegible] حلیف تھے۔ چنانچہ وہ ان کے [illegible] سے [illegible] مستحق ہیں۔ [illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے [illegible] آپ نے ان کے [illegible] حالت میں [illegible] سے عہد [illegible] کرنے کا [illegible] کی نظر سے دیکھتے تھے۔ [illegible]

آخر فیصلہ یہ [illegible] ان کی مقدس کتاب استثناء [illegible] شکست [illegible] دشمن کو [illegible]

---

[1] [illegible]

[2] [illegible]

اس کے بعد مولانا مودودی اس نص کی طرف اشارہ کرتے ہیں جو بائبل کی کتاب استثناء کے بیسویں باب میں بیان ہوئی ہے کہ ..... یہی طریقہ سعد کا حکم بھی جو بنو قریظہ کے مردوں کے قتل کرنے اور ان کی عورتوں اور بچوں کے قیدی بنانے اور ان کی جائیدادوں پر قبضہ کرنے کے متعلق ہے شریعت موسوی کے مطابق ہے۔

ابطال پرست کیسے تہمت دے سکتے ہیں۔ جبکہ خود یہودی اپنی مقدس کتاب کے مطابق مطلوب لوگوں کو یہ سزا دیتے ہیں۔ بنو قریظہ نے جن حالات میں یہ قبیح غداری کی وہ اس لائق ہے کہ اس کی سزا اکثر موت ہی دی جائے۔ حتیٰ کہ اس تہذیب کے زمانے میں بھی تو قوموں نے خود تجویز کیا تھا اور حکم بھی ان کی مقدس شریعت کے مطابق ہے۔ اور اس سے بڑھ کر یہ کہ انہیں عصر حاضر تک کی غداری کی سزا دی گئی ہے۔

اس جگہ فاضل مؤلف نے بنو قریظہ کے متعلق صادر ہونے والے حکم پر نکتہ چینی کرنے والوں کو مخاطب کر کے کہا ہے کہ کیا یہ کوئی منطقی بات ہے کہ اس وجہ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر تنقید کی جائے کہ ان سزاؤں کا حکم کیوں دیا جو اعتراض کیا جاتا ہے یہی اعتراض شریعت موسوی پر بھی کیا جا سکتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس شریعت پر جو ایک مقدس صحیفہ ہے یہ تسلیم کرتا ہے کہ اکثر انسانوں کا قانون بنایا ہوا ہے چاہیے کہ اس کا اسلامی شریعت سے کیا موازنہ کیا جا سکتا ہے۔ چاہیے کہ نہایت غور کے ساتھ اس مسئلے پر ... کی جائے کہ اسلام نے جس قانون کو پیش کیا ہے وہ کس قدر نرم اور رحیم ہے۔

شیخ غزالی کی گفتگو

استاذ محمد الغزالی اپنی کتاب فقہ السیرۃ میں بنو قریظہ کے قتل پر حاشیہ لکھتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ ... بنو قریظہ کا قتل ایسا ہی ہے جیسا اس شخص کے حق میں بطور تاوان کے ہے جس کو اس نے اپنے برے سلوک سے تکلیف پہنچائی ہوتی ہے۔ ... ان جیسے اور لوگوں کی وجہ سے ہوتا ہے ان کی قسمت یاوری نہیں کرتی اگر قسمت یاوری کرتی تو وہ ... پر بھی چڑھ جاتے اور اگر وہ ... ہو جاتے تو ... مسلمان

فقہ السیرۃ [illegible]

تمام طاقت سے رابطہ تعلق رکھنے والے احزاب کے پاؤں سے ہلاک ہو جاتے اور یہ جو لوگ ان کو شکست کرتے رہتے تھے۔ ان میں سے بھی جو بچے تھے وہ بسا اوقات بیرونی کے طالبوں کی خاطر ملک کی جگہ قربانیاں دیتا رہا اور ذلت و مصیبت کا باعث بنی ہیں۔ اگر یہ لوگ مذہب اسلام کے اصولوں پر چلتے رہتے اور جو سازشیں انہوں نے کیں نہ کرتے تو ایک زندگی بسر کرتے تو اپنے اور ان کی قوم اس خطرناک تصادم سے دو چار نہ ہوتا۔

مجموعی طور پر ابن خلدون کا نظام عصبیت کے متعلق گفتگو کرتا ہے جو ہمیشہ سے ہر دور اور ہر زمانے میں موجود ہوتا ہے۔ اور وہ یہ کہ کوئی قوم دینی جذبہ میں جب اپنے اندر پرست لیڈر دینی جذبوں کی منفعت کے ساتھ قیمت اور ترقی کو جنہیں غلبہ پانے اور حکم چلانے کا مرض لاحق ہو گیا ہے۔ . . لیکن قوم میں اپنے لیڈروں کی غلطیوں کی وجہ سے اپنے خون کی ارزانی قیمت اور ترقی کی حالت رہ جاتے اس کی موجودہ ترقی میں ان کی دو قوتوں نے [illegible] ذخیرہ اندوزی کے باعث بڑی قیمت ادا کی۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم ان لیڈروں کی بجائے کے نظام اسلام کو شکار کرتا ہے جو ان سے پہلے مصر پر اقتدار کرتے تھے۔ جیسے

الم تر الی الذین بدلوا نعمت اللہ کفرا واحلوا قومهم دار البوار جہنم یصلونها وبئس القرار

ل اس وقت مسلمانوں نے ان تمام سے [illegible] بے شک تاریخ اس سے نصیحت کرتی ہے کہ ملک کو ان کی زد سے بالکل [illegible] پر تمام [illegible] لیڈر ملک کی خوشحالی کو ہی [illegible] ابھار رہا ہے جنہیں اپنے دور سے [illegible] اور مقصد حاصل کرنے کی [illegible] ہے [illegible] ایک عرب [illegible] عرب [illegible] کو قتل کرتا ہے [illegible] دو بیت [illegible] ہو چکے ہیں [illegible] اس طرح [illegible] اپنے لیڈروں کے [illegible] قیمت [illegible] اور ترقی [illegible] [illegible] جس نے [illegible] [illegible] اور مسلمان [illegible] حاصل کرنے کی تعلیم [illegible] ۲۰ [illegible]

ء ابن خلدون ۲۸ — ۲۹ ء القرآن سورۃ صفحہ ۲۹

انصاف پسند انگریز کی رائے

بعض یورپی مصنفین نے بنی قریظہ کے متعلق صادر ہونے والے حکم کو سخت ظالمانہ اور وحشیانہ قرار دیا ہے تعجب ہے کہ [illegible] انصاف [illegible] دعوے بہت مشہور ہو گئے ہیں مگر ان مصنفین میں بھی ایسے انصاف پسند [illegible] موجود ہیں جنہوں نے [illegible] کی حمایت کی ہے [illegible] انہوں نے نہایت صفائی سے اس حکم کی مصلحتیں اور [illegible] بیان کی ہیں [illegible] عظیم انگریزی مولف ڈاکٹر منٹگمری واٹ [illegible] کے صفحہ [illegible] پر لکھتا ہے کہ بعض یورپی مصنفین نے بنی قریظہ کے متعلق صادر ہونے والے حکم پر نکتہ چینی کی ہے [illegible] قرار دیا ہے لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض معاصرین نے قریظہ سے پیش آنے والے [illegible] کے باعث حیرت [illegible] ہیں . . . . . [illegible] اس فیصلے کا [illegible] جو [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ [illegible] ڈاکٹر منٹگمری [illegible] آ جاتا ہے [illegible] حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر [illegible] دیا جاتا ہے۔

[illegible] محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن معاذ کو حکم بنایا تھا۔ [illegible] سعد جیسے [illegible] کر لیا تھا کہ قبائلی دوستی کا اصول [illegible] سب سے بڑھ کر [illegible] محمد صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] جب سعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے [illegible] حکم [illegible] کے لئے [illegible] اپنے اس [illegible] محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی [illegible] حکمت [illegible] محمد صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] دیتے تھے

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے سعد کی تعیین کا مقصد آپ کو ذاتی ذمہ داری سے بچانا تھا۔ اس کے پیچھے جو فیصلہ تھا وہ خود بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت اس کے مالک تھے بلکہ آپ نے نہایت عقلمندانہ طریقے سے ایک سخت مشکل کو حل کرنے کی کوشش کی۔

پھر ڈاکٹر منٹگمری تاکید کے ساتھ کہتا ہے کہ بنی قریظہ کے متعلق جو حکم نافذ کیا گیا وہ اس لئے نہیں نافذ کیا گیا کہ وہ یہودی تھے بلکہ وہ غدار تھے جنہوں نے عظیم غداری کا ارتکاب کیا تھا وہ کہتا ہے کہ بنی قریظہ کے خاتمے کے بعد مدینہ میں یہودیوں کا کوئی بڑا قبیلہ باقی نہیں رہا، ہاں کچھ یہودی چھوٹے گروہ تھے اور بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ ایک وقت مدینہ کے یہودیوں نے بنی قریظہ کی کچھ عورتوں اور بچوں کو خرید لیا تھا اس میں کچھ شبہ نہیں کہ جو یہودی مدینہ میں باقی رہ گئے تھے وہ بہت کمزور تھے مگر پھر بھی وہ بعض دشمن عناصر کو اکساتے اور بار بار بھی رہتے۔ حتیٰ کہ بعض اوقات یہ کاروائیاں بھی کرتے رہے بلا جبر و اکراہ۔ جب یہودیوں کے جذبات اپنے عروج پر بے چینیوں کے ساتھ تھے۔

مدینہ میں کچھ یہودیوں کا مسلسل رہنا ممکن ہے بعض ان یورپین علماء کے نقطہ نظر کے خلاف ایک دلیل ہو جو کہتے ہیں کہ

محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے دوسرے سال، مدینہ کے تمام یہودیوں کے خاتمے کی سیاست اختیار کی تھی اس وجہ سے کہ وہ یہودی تھے اور یہ سیاست کبھی نہ بدلی گئی پھر ڈاکٹر منٹگمری کہتا ہے کہ

محمد صلی اللہ علیہ وسلم طبعاً اس قسم کی سیاست پر چلنے والے نہ تھے آپ معاملات کا بنیادی طور پر مستقل نظر اور سیاست کے نقطہ نظر سے دیکھتے تھے اور اس کی روشنی میں حالات کے مطابق اپنی سیاست کو اختیار کرتے تھے۔ اور یہودیوں کے قبیلوں جو آپ کے حلقے کی نسبت یہ کہنا کہ آپ کو مناسب موقع میسر آگیا تھا ایسا نہیں ہے بلکہ ان کے کچھ گروہ سیاسی پہلو ہیں ...... یہودی اپنی طرف سے خرابی ڈالنے کے خلاف تنقیدات کے اسلامی معاشرے کو ہلانے کی کوشش کرتے تھے جو اپنی سیاسی مفاد کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں اور آپ سے دشمنی رکھنے والے منافقین کو مدد دیتے رہے تھے اس کے باوجود محمد

صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں [illegible] تکلیف [illegible] مدینہ میں ہجرت کی اجازت دے دی۔[1]

اسلام اور غلامی

اس باب میں ایک [illegible] جس کی [illegible]
[illegible] ہے [illegible] قرآن [illegible]
میں انہیں مسلمان بادشاہوں کے [illegible]

ہندوستان [illegible] کے متعلق [illegible] ہونے والے [illegible]
خصوصاً [illegible] کی [illegible] کے [illegible] اسلام پر حملہ کرنے
کا [illegible] سمجھتے ہیں۔

[illegible] انسان کے [illegible] اسلام [illegible]
[illegible] بنانے کی اجازت
دیتا ہے۔

اور یہ [illegible] ہے [illegible]
ان [illegible] کے نام سے [illegible] ہیں [illegible] دین کی صداقت کے
بارے میں شک [illegible] کر دیں۔

اور [illegible] کے نتیجے میں [illegible] قرآن [illegible]
ہو گئے ہیں [illegible] ۔۔۔۔ [illegible]

---

[1] [illegible] حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]
[illegible] کے [illegible] ظلم [illegible]
ان کے [illegible] تکلیف [illegible]
[illegible] شروع کر دیا۔

موجودہ زمانہ کے درمیان مساوات کے خلاف سمجھا جاتا ہے۔

یہ سوال بعض مسلم نوجوانوں کو ہمیشہ دوراہے پر رکھتے ہیں جو اس دین کے دشمنوں کے بعض وساوس سے متاثر ہیں اور [illegible] دشمن [illegible] کے [illegible] دیکھنے میں کامیاب نہیں ہو سکے۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک حساس سوال ہے جو ہم اس جگہ موضوع کی مناسبت سے اس کا تفصیل سے جواب دیں گے تاکہ ہم اس حیرت کے ان بادلوں کو پراگندہ کر دیں گے جو کبھی کبھی بعض موجودہ نوجوانوں بالخصوص ان کے دلوں سے لپٹ جاتے ہیں جو تشکیک و ارتیاب کے حامل طریقے سے متاثر ہو جاتے ہیں جو اسلام دشمن اس دین پر کرتے ہیں بالخصوص غلامی کے مسئلہ پر۔

ہم اس صورت حال کا جواب دینا چاہتے ہیں اور اسلام کے غلامی کے موقف کے متعلق کتاب و سنت کی نصوص سے استدلال کرتے ہیں تاکہ یہ دشمنان اسلام دین کی طرف منسوب ہونے والے افراد جو ان کے وساوس سے متاثر ہیں ان سے [illegible] کریں گے نیز ہم ان کا جواب عقیدہ کے فیصلے کے مطابق دیں گے۔

اسلام نے غلامی کو جائز قرار نہیں دیا

اسلام غلامی کو جائز قرار دینے والا پہلا دین نہیں جس نے دشمن کے قیدیوں اور بچوں کو غلام بنانا ابتداءً جائز قرار دیا لیکن جب یہ دین آیا تو اس وقت غلامی ایک عالمی نظام تھا جس پر کسی استثناء کے بغیر تمام اقوام میں وسیع پیمانے پر عمل ہوتا تھا اور ان اقوام میں کوئی اسے برا نہیں سمجھتا تھا۔ بعثت اسلام سے قبل دنیا پر روم کی [illegible] کے [illegible] بہت سے معاملات میں [illegible] مثلاً

بلکہ روم کے دور میں کاشتکار زمین کے مالک کا ایک قسم کا غلام ہوتا تھا اور اسے اس کی خرید و فروخت کی اجازت تھی۔

یہی رویہ یہودیوں اور [illegible] کے نزدیک [illegible] بھی غلام بنانے کو جائز قرار دیتا تھا [illegible] کے نزدیک غلام تھا جس کی خرید و فروخت جائز تھی [illegible] طریقے سے ہوتی۔ اس نظام پر امریکہ کے دونوں حصوں میں عمل ہوتا تھا جس [illegible] غلاموں کے [illegible] چنانچہ اس سال کے اندر [illegible] تمام افریقیوں کو [illegible] امریکہ [illegible]

کا خاتمہ کیا اور بعد ازاں ابراہیم لنکن کے زمانے میں [illegible] نے ان کی آزادی کا اعلان کیا تھا لیکن اس کے باوجود اس اعلان کردہ غلاموں کی پوزیشن میں یہ بات ہے کیونکہ انہیں وہ حقوق نہ مل سکے جو سفید فام لوگوں کو حاصل تھے۔

اسی طرح دنیا کے بہت سے ممالک میں تحریک تھی کہ اس قرض کے مقروض جیسے وہ ادا کرنے سے عاجز ہوتے غلام بنا لیے جاتا اور قرض خواہ انہیں اس بات کی اجازت رکھتا تھا۔

اور بہت سی اقوام [illegible] قانون میں [illegible] انہیں اپنے لڑکوں اور لڑکیوں کو بیچ کر فروخت کی اجازت دیتا تھا تاکہ وہ غلاموں میں شامل ہو جائیں۔

نیز اسی طرح ہندوؤں کے ہاں بھی ایک قسم کی غلامی تھی جو غلاموں کی کمینہ ترین قسم تھی برہمن زادوں کے متعلق ہندو مذہب کا خیال تھا اور آج تک بھی ہے کہ ہریجن ان کے ابدی غلام ہیں کیونکہ شودر پیدا ہوتے ہیں اور وہ موت تک غلامی سے نجات نہیں پا سکتے اور ان کے تو یہ ایک مذہبی نظام ہے اور برہمن زادوں کو تلقین کی جاتی تھی کہ وہ ایک دینی اصول کے مطابق ہیں اور اس سے محروم کرنا ان کے لئے جائز تھا

ان سب کے علاوہ اس وقت دنیا میں غلام بنانے کا ایک بڑا سبب وہ جنگیں تھیں جن کے متعلق ظہور اسلام سے قبل کا عالمی نظام فیصلہ کرتا ہے کہ جنگ میں مغلوب ہونے والے اور ان کی عورتیں اور بچے غلام ہیں اور اس غنیمت کا حصہ ہیں جسے فاتح فوج حاصل کرتی

اسلام جنگی قیدیوں کی غلامی کو لغو قرار دیتا ہے

۴۔ جب انسان کو انسان کی غلامی سے آزاد کرانا اور اس سے ظلم کو دور کرنا ہو تو وہ کسی طرح بھی جنگ میں [illegible] اجازت نہیں دیتا ہے تو اسلام نے غلامی کے سوتوں کو ختم کرنے میں [illegible] غلامی لاتا انسانوں کو [illegible] قرآن [illegible] کو [illegible] پر [illegible] کو [illegible] ایک [illegible] اور [illegible] جنگوں سے [illegible] میں آتی ہے جن میں مسلمان اپنے

دشمنوں کے خلاف صف بستہ ہیں تا کہ اسلام تمام اقسام کی غلامی کو باطل قرار دے جو اس سے پہلے سوائے جنگی غلامی کے دنیا میں رائج تھی۔ اس نے پوری وضاحت سے اعلان کیا کہ آزادی ہر انسان کا بنیادی حق ہے خواہ اس کا رنگ، دین اور قوم کوئی بھی ہو اور اسلام نے جس جنگی غلامی کو برقرار رکھا ہے یہ ایک عارضی بات ہے جو انسان کی زندگی کے بعض پہلوؤں میں پیش آ جاتی ہے لیکن اسلام کے نزدیک جنگ کا غلام بھی انسان ہے اور اسے آدمیوں کے پورے حقوق حاصل ہیں۔

اسلام نے جنگی غلامی کو کیوں جائز قرار دیا

اسلام نے جنگی غلامی کے نظام کو مکمل طور پر کلیۃً ختم اور حرام کیوں نہیں قرار دیا، یہ وہ سوال ہے جو اسلام پر اعتراض کرنے والے بار بار دہراتے ہیں اور اس سے اس دین کی طرف منسوب ہونے والے کم شعور لوگوں کے دل میں وسوسے ڈالتے ہیں اور کبھی کبھی وہ ان وساوس سے متاثر بھی ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ انہیں تعلیماتِ اسلام سے دور کر دیتے ہیں اس طرح یہ وساوس اس دین کی صلاحیت اور صداقت پر شک کا سبب بن جاتے ہیں... اسلام نے جنگ سے پیدا ہونے والی غلامی کے نظام پر عمل کرنے کو کیوں مشروع قرار دیا؟ -

---

۱؎ اسلام کی نگاہ میں واحد جنگ وہ ہے جس میں مسلمان دشمن سے اللہ کے دین کے لئے [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
اسلام کی مقدس جنگ ہے اگر کسی قوم کے خلاف جنگ وسعت سلطنت کے لئے یا مسلمانوں پر ظلم کرنے کے لئے کی جاتی ہے یا [illegible] اموال حاصل کرنے کے لئے ہے تو یہ [illegible] جنگ ہے جسے اسلام تسلیم نہیں کرتا اس سے جو کچھ حاصل ہو [illegible] فی سبیل اللہ سے حاصل ہونے والا غنیمت شمار نہیں کیا جا سکتا، اعتراض کرنے والے یہ بات کہیں گے۔

[illegible] اخلاقی، منطقی اور عقلی تقاضا [illegible] ہوگا ۔ ۔ ۔ [illegible] غلامی [illegible]

جو قرآن و حدیث کی تصریحات پر ایمان رکھتا ہے۔ لیکن جو لوگ عادتاً اس قسم کے سوالات اٹھاتے ہیں وہ قرآن و حدیث پر ایمان نہیں رکھتے، اب جواب ملاحظہ ہو۔

اب ہم دیکھتے ہیں کہ جب اسلام آیا تو دنیا کا ایک عالمی نظام موجود تھا اور [illegible] کیا جاتا تھا [illegible] حاصل کر کے [illegible] ۔ ۔ ۔ اور جنگ سے پیدا ہونے والے قیدی بھی غلامی کی ایک قسم [illegible] غالب ہو [illegible] دوران کے [illegible] اس طرح اور [illegible] کے مطابق [illegible] تو تم پر غالب [illegible] کے غلام بنا جاتے۔ وہ جب مسلمان [illegible] دشمن [illegible] جنگوں میں الجھا پڑا تو اسلام کے دشمن مسلمانوں پر [illegible] اس نظام کے مطابق ان سے [illegible] غلام بنا لیتے۔

اسلام میں غلامی منطقی و عقلی مطالبہ ہے

درحقیقت اسلام میں ایک بڑی بات ہے کہ [illegible] عقل اور منطق کی رو سے [illegible] ہے [illegible] جو [illegible] جنگی [illegible] نظام کے مطابق [illegible] کیا جاتا [illegible] ہے [illegible] مجبور [illegible] قیدیوں [illegible] اور مسلمانوں کے بیٹے [illegible] ہیں [illegible] وہ [illegible] اور [illegible] کے [illegible] ہے اور [illegible] کے مقابلے میں [illegible] ایک جائز کام ہے جب تک کہ تمام اطراف اور اقوام اسے تسلیم کرتے ہیں۔

اگر ہم [illegible] کے طور پر یہ تسلیم کرتے ہیں کہ عورتوں اور بچوں کا غلام بنانا ظلم ہے تو بھی مسلمان جانتے [illegible] مقابل کی حربی [illegible] کے مطابق ان کو [illegible] اجازت دیتا ہے کہ دشمن کے مردوں، عورتوں اور بچوں کو غلام بنا لیں [illegible] سے جب دشمن کو فتح حاصل ہوتی ہے تو وہ مسلمان مردوں، عورتوں اور بچوں کو غلام بنا لیتا ہے۔

کیا اسلام کے دشمن [illegible] عورتوں اور بچوں کو غلام [illegible] جاسکتے ہیں کہ اسلام [illegible] دشمن سے [illegible] جنگی قیدیوں [illegible] جبکہ [illegible] معلوم ہے کہ اگر دشمن کو فتح نصیب ہو جائے تو وہ مسلمانوں کے مردوں، عورتوں اور

بحال کر دیا۔ جاہلیت میں اسرائیلی تہذیب اسلام سے قبل ہی ایران میں [illegible] اغلال کی طرح دور کی سزا دیتے تھے۔ لیکن اسلام نے غلام کو جائز قرار نہیں دیا اور صرف جنگی قیدی کی صورت دی ہے اور ان کو غلام قرار دیا ہے جنہوں نے اسلام [illegible] جیسا کہ آئندہ بیان ہوگا، غلامی کے خلاف جنگ کی ہے۔ اور اس کے سوتوں کو خشک کیا ہے، اور یہ کس طرح سے ہوا اس کی تمام صورتوں پر خاتمہ کر کے غلام بنانے [illegible] کے سوا سب کو ختم کر دیا ہے۔ جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے یہ غلامی ان جنگوں کا ردعمل سے پیدا ہوتی ہے جن میں مسلمان اپنے دشمن کے خلاف مدافعانہ جنگ میں زندہ رہنے کا سامنا کرتے ہیں۔ جن میں [illegible] ظلم نہیں ہوتا اور جو محض اسلام کی سربلندی اور اس کی دعوت کی حفاظت میں ہوتی ہے۔

اسلام نے اس زمانے کی جنگی غلامی کو زائل کرنے کی تدبیر [illegible] ۔ یہ تو [illegible] کے طور پر باقی رکھا ہے جس سے مفر کوئی صورت نہیں۔ کیونکہ غلامی کی یہ دنیا کے لئے مسلمانوں کی طرف سے نہیں تھی بلکہ سب سے پہلے یہاں اقوام عالم کی طرف سے تھی۔ اسلام [illegible] کوئی [illegible] مسلمانوں کو ان پر [illegible] جب غلام بنانے سے [illegible] کریں۔ وہ لوگ تو [illegible] کے ہاتھوں میں جو مسلمان قیدی بھی آجاتے تھے انہیں غلام بنا لیتے تھے۔ خواہ وہ مرد ہوں یا عورت یا بچے۔ ایسی صورت میں جبکہ دشمن نے مسلمان قیدیوں کو غلام بنایا ہے تو یہ ایک ایسا امر ہے جس سے کوئی مفر نہیں، کیونکہ یہ باہمی معاملہ ہے جس کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ دشمن کے قیدیوں کی [illegible] غلام بنانے [illegible] ہے۔

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] اسلام نے [illegible]

غزوۂ بنی قریظہ کے یہودیوں کو اب تو معلوم ہے کہ ان کی کتاب کی رو سے جنگی دشمن کے مغلوب ہو جانے پر ان کو قتل کرنے اور ان کی عورتوں اور بچوں کے غلام بنانے کا فیصلہ کرتی ہے [illegible] معاملہ پر [illegible] حاصل ہو جاتی قرآن نے [illegible] کو قتل کر دینے کا اعلان [illegible] بچوں کو غلام بنا لیا جائے۔

اس [illegible] کی زبردست [illegible] اور [illegible] کی آزادی کی ترغیب دینے کے باوجود اسلام کے لیے ممکن نہیں [illegible] جنگی قیدی کی اس قسم کو لغو قرار دیتے [illegible] قرآن [illegible] سے مسلمان [illegible] عرب کے [illegible] اسلام [illegible] دشمن [illegible] جنگوں میں [illegible] گئے

اسلام میں ایسی کوئی تعلیم موجود نہیں جو غلامی کو لغو قرار دینے کے سلسلے میں مانع ہو

ممکن ہے کہ ہم یہ نتیجہ نکالیں کہ اس وجہ کو [illegible] کوئی مذہبی [illegible] غلامی کا نظام [illegible] کا لغو قرار دینا [illegible] لیکن اس کے برعکس [illegible] لکھا ہے [illegible] غلامی کے [illegible] کا جائز معاہدہ ممکن ہو [illegible] بات عام [illegible] بین الاقوامی معاہدات سے [illegible] اس کی [illegible] غلام بنانے کے معاملہ کو [illegible] قرار [illegible] شریعت [illegible] مسلمانوں [illegible] دشمن [illegible] جب [illegible] ہے کہ دشمن سے معاہدہ کر کے [illegible] جانب کے [illegible] غلامی [illegible] قرآن کریم کے [illegible] کے [illegible] جائز

[illegible]

ہوگا۔ اجتماعی مفاد [illegible] اللہ بلکہ جو مختلف معاہدوں میں کبھی کبھار مسلمانوں اور انسانیت کے دشمنوں کے درمیان [illegible] کا سبب ہوتا رہا ہے۔ یہ بھی غلامی کو شرط قرار دینے والے معاہدات کی ایک نوعیت ہے جسے اسلام نے صحیح قرار دیا ہے۔ اگر اسلام غلامی کو بنیادی نظام سمجھتا تو وہ اس کا بطور قرار مستقل ہوتا اور اسے ہوتے آخر تک جاری رکھتا۔ علاوہ ازیں [illegible] کا تیار کردہ نہیں بلکہ اس نے مسلمانوں اور غیر مسلموں کو رضا کارانہ طور پر غلاموں کے آزاد کرنے کی دعوت دی ہے اور اسے ایسا عمل قرار دیا ہے جس سے اللہ راضی ہوتا ہے اور اس پر بڑا ثواب مرتب ہوتا ہے جیسا کہ اس کے ساتھ آنے والی کتاب میں یہ تفصیل بیان ہوگا۔ انشاء اللہ ہم نے اسلامی غلامی کے موقف کے متعلق اسلام دشمنوں کے سوالات اور ان کے مسلکوں سے متاثر ہونے والے دانشوروں کے بیانات کے [illegible] ہیں جو ہم نے اسلام کے لیے ایک منطقی مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ اس پر تنقید کر سکیں جیسے جیسا کہ یہی عقل سلیم اور منطق سلیم کی نظر میں اس جواب کی صحت و درستگی میں کوئی شک نہیں اور ان کے [illegible] کے لیے ممکن نہیں کہ وہ اسلام کو [illegible] اس نظام پر تنقید کرتے ہیں کہ اس نے اپنے پیروکاروں کو جنگی غلام بنانے کی اجازت دی ہے۔

۳۔ اسلام نے اپنے پیروکاروں کو غلام بنانے کی جو اجازت دی ہے اس کے متعلق ہمارا یہ مشہور جواب بالکل اسی طرح ہے۔

دراصل ہم نے [illegible] جو حقوق اور انداز نظام رائج کیا ہے اس کی رو سے غلام سے معاملہ کرنے کے انداز نظام کو سمجھنے کے لیے کافی ہیں۔ منصفانہ بات یہ ہے کہ ہم اصولوں سے غافل انسان کو اس نظام سے اس اصول [illegible] تجویز کرنی چاہیے۔ پھر اگر ہم اسلام کے [illegible] جنگی دشمن کو غلام بنانے کی اجازت دی ہے [illegible] سلوک پر غور کریں کہ اس کے ساتھ غلامی کے طور پر اسلام سے پہلے [illegible] معلوم ہو جائے گا کہ غلامی کی صرف ایک ہی شکل باقی رہ گئی ہے۔ غلام کے ساتھ سلوک کرنے کے متعلق اسلام نے جو اصول وضع کیے ہیں خواہ وہ کسی دین و رنگ اور نسل کا ہو ان اصولوں پر عمل کو فرض قرار دیا ہے۔ اس سے قائل اور منصفانہ نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ اسلام [illegible] بغیر چارہ نہیں [illegible] اسلام غلاموں کی آزادی کا خواہاں ہے حتیٰ کہ اس [illegible] کرنے کا خواہاں ہے جس کی اس نے اصولاً اجازت دی ہے۔

رومیوں اور دیگر اقوام کے نزدیک غلام کی حیثیت

رومیوں کے قانون میں اور یونان اور ہندوستان میں غلام کو انسان

نہیں سمجھا جاتا۔ ان کے قانون میں اس غلام کا کوئی حق نہیں۔ یہی سبب ہے کہ ان کے قوانین نے غلام کے کسی حق کی حفاظت کو قانون وضع نہیں کیا۔ یہی وجہ ہے کہ بالخصوص رومیوں کی نظروں میں غلام جانوروں سے کمتر درجہ رکھتا تھا۔ اسے [illegible] انسانیت سے باہر پھینک دیا گیا تھا۔ رومی آقا کو اپنے غلام کو سزا دینے کا [illegible] جس طرح چاہے اسے قتل کرنے کا حق حاصل تھا۔ مگر اس غلام کو اس بے پناہ ظلم سے بچانے کے لیے رومی قانون میں اس غلام کے لیے ایک حرف بھی موجود نہ تھا۔ وہ غیر ملکی قیدی جو جنگ کے بعد قتل کے لیے بڑے بڑے مقابلوں کے میلے [illegible] اور کھیلتے [illegible] ایک دوسرے کو قتل کرتے تھے۔ [illegible] اور [illegible] بڑے بڑے تماشوں کے لیے جن میں بادشاہ اور [illegible] جمع ہوتے تھے جن میں مقابلہ کرنے والوں کو مجبور کیا جاتا کہ ان کا مقابلہ حقیقی مقابلہ ہو گا۔ [illegible] ایک دوسرے کے ساتھ قتل کے ارادے سے [illegible] کسی بھی [illegible] نکالی جاتیں [illegible] مقتولوں کے لیے [illegible] تھے۔ صرف رومی حضرات ان غلاموں کو عذاب دینے اور قتل کرنے کی کاروائی [illegible] صرف تسلی حاصل ہو۔

رومیوں نے [illegible] جن کے [illegible] میدان اور [illegible] جاتے تھے جن میں انسانی جانیں صرف تسلی کے لیے نکالی جاتیں۔ انہیں صرف وہ غلام تیار کرتے تھے جن میں سے ہر ایک کو اپنے ساتھی سے حقیقی مقابلے کے لیے [illegible] اور [illegible] دونوں کے درمیان موت تک جاری کیا جاتا۔

مختصر یہ کہ اسلام سے قبل تمام دنیا میں [illegible] غلام کو کوئی ایسا حق حاصل نہ تھا جسے انسانی حقوق کا نام دیا جا سکے [illegible] اپنے آقا کے ظلم کے متعلق شکایت کرنے کا بھی حق حاصل نہ تھا۔ اور اگر کبھی [illegible] کوئی حق حاصل ہوتا [illegible] تمام اقوام کے [illegible] غلام انسانی برادری سے خارج تھا۔

غلام کو اسلام کے عطا کردہ حقوق

اس سے اندازہ ہے کہ غلام کے ساتھ وحشیانہ پن اور ذلالت کا یہ طریق ہوا کرتا تھا۔ مگر اسلام نے انداز ان سے غلام کے حالات کا جائزہ لیا اور اس کے بعد ایسی صورت پیدا کی جس سے غلام کے لیے اس سے غلام کو اپنی بشریت اور انسانیت کا احساس ہوا وہ محسوس کرنے لگا کہ انہیں اپنے آقا کے ساتھ تمام حقوق میں مساوات حاصل ہے۔ اسلام نے حریت اور رقیت میں [illegible] قرار دیا ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مساوات کا اعلان یوں کیا جیسا کہ صحیح بخاری کی ایک حدیث ہے کہ

جس نے اپنے غلام کو قتل کیا ہم اسے قتل کر دیں گے اور جس نے اپنے غلام کی ناک کاٹی ہم اس کی ناک کاٹیں گے۔ اور جس نے اپنے غلام کو خصی کیا ہم اسے خصی کر دیں گے۔[1]

اور اسلام نے آقا اور غلام کے درمیان وحدت جنس اور نسب کا اعلان کیا کہ تم آدم کے بیٹے ہو اور آدم مٹی سے تھے تم ایک دوسرے سے تعلق رکھتے ہو۔[2]

اور آپ نے اعلان فرمایا کہ آقا کو محض آقا ہونے کی وجہ سے غلام پر فضیلت حاصل نہیں فضیلت صرف تقویٰ سے ہے۔ کسی عربی کو کسی عجمی پر فضیلت حاصل نہیں اور نہ عجمی کو عربی پر فضیلت حاصل ہے۔ اور نہ کسی کالے کو گورے پر بلکہ تقویٰ کے ذریعے فضیلت حاصل ہے۔[3]

اور اسلام نے ایمان لانے والے غلاموں پر ظلم کرنے کی وجہ سے مذمت کی ہے کیونکہ وہ سب ایک جیسے ہیں کیونکہ سب اولاد اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے۔

واللہ فضل بعضکم علی بعض فی الرزق فما الذین فضلوا برادی رزقہم علی ما ملکت ایمانہم فہم فیہ سواء۔[4] اسلام نے آقاؤں پر فرض کر دیا ہے کہ وہ غلاموں سے حسن سلوک کریں۔

وبالوالدین احسانا وبذی القربی والیتامی والمساکین والجار ذی القربی والجار الجنب والصاحب بالجنب وابن السبیل وما ملکت ایمانکم ان اللہ لا یحب من کان مختالا فخورا۔[5]

---

[1] بخاری، ابو داؤد۔ [2] سورۃ الحجرات ۱۳۔ [3] بخاری کتاب [illegible]۔ [4] سورۃ نحل ۷۱۔

[5] سورۃ النساء ۳۶۔

اسی طرح اسلام نے یہ اعلان بھی کیا ہے کہ غلام اور آقا کا تعلق [illegible] اور غلام یا لونڈی کو تحقیر کا ذریعہ نہ بنایا جیسا کہ دوسری اقوام میں ہے اور اسی لیے قرآن مجید نے ان لونڈیوں سے نکاح کی اجازت دی ہے جن [illegible] لونڈی کے مالک سے شادی کی اجازت دی۔

فمن ما ملکت ایمانکم من فتیاتکم المؤمنات واللہ اعلم بایمانکم بعضکم من بعض فانکحوھن باذن اھلھن وآتوھن اجورھن بالمعروف ۱؎

اور اسلام نے یہ بھی کہا کہ غلام اپنے مالک کا بھائی ہے۔ اس لیے مالک پر لازم قرار دیا کہ [illegible] اس کے ساتھ حقیقی بھائی کا سا سلوک کرے۔

تمہارے غلام تمہارے بھائی ہیں جن کو اللہ نے تمہارے ماتحت کر دیا ہے۔ سو جو کھانا خود کھاؤ وہ انہیں کھلاؤ اور وہی پہناؤ جو خود پہنتے ہو اور انہیں طاقت سے زیادہ کام نہ دو۔ اگر انہیں ایسے کام دو جو طاقت سے زیادہ ہو تو ان کی مدد کرو ۲؎

یہ حکم ہے کہ غلام کے جذبات اور اس کی عزت کی حفاظت کے لیے مالک کو اس بات سے منع کیا ہے کہ وہ اپنے غلام کو غلام کے نام سے پکارے۔ ۳؎

حدیث ہے کوئی آدمی یہ نہ کہے کہ یہ میرا غلام ہے اور یہ میری لونڈی ہے بلکہ میرا بچہ یا بچی کہے ۴؎

اس بنا کے حامیوں میں حضرت ابوہریرہؓ نے اس حدیث سے یہ استنباط کرتے ہوئے ایک سوار سے کہا کہ اپنے پیچھے اپنے غلام کو بٹھا لیتا۔

[illegible]

اسلام میں مالک اور غلام کے درمیان مساوات

بلکہ اسلام نے غلام کی حمایت اور اس کے انسانی حقوق کی حفاظت میں اس سے بھی زیادہ آگے قدم بڑھایا ہے۔ اسلام نے مالک اور اس کے غلام کے درمیان کوئی [illegible]

۱؎ سورۃ النساء ۲۵ ۔ [illegible] ۔ [illegible] حدیث ابوہریرہؓ [illegible]

[illegible]

ہے۔ اگر وہ عارضی حالات پیش نہ آتے جنہوں نے اسے غلام بنا دیا ہے تو وہ اسے اتنی زیادہ ضمانتیں دیتا ہے جو اسے معاشرے کی کسی زیادتی سے بھی محفوظ رکھتی ہیں اور یہ ضمانتیں اس حد تک پہنچ چکی ہیں کہ جب غلام کو اس کا مالک ظلم و زیادتی سے تھپڑ مارے تو ظلم و زیادتی پر کفارہ کے لیے اس پر اس کا آزاد کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ مسلم اور ابو داؤد نے روایت کی ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جو شخص اپنے غلام کو تھپڑ لگائے یا اسے مارے اس کا کفارہ یہ ہے کہ وہ اسے آزاد کر دے"۔

غلام کے ساتھ یہی حمایت و عنایت کا جذبہ تھا جس تک دنیا کا کوئی قانون نہیں پہنچا نہ اسلام سے پہلے اور نہ اس کے بعد۔

اسلام نے غلام کی آزادی کا دروازہ کیسے کھولا

پھر اسلام نے ان عارضی اسباب [illegible]
آزادی کے دروازے بھی ساتھ کھولے

جس سے تاریخ میں پہلی مرتبہ غلام کو اس کی منافع بخش انسانیت اور اپنی ذاتی عزت واپس ملی اس نے تاریخ میں پہلی مرتبہ ایک ایسا قانون وضع کیا ہے جس کے ہوتے ہوئے کسی بھی غلام کے لیے جو غلامی سے آزادی چاہتا ہے آزاد ہونے کا دروازہ کھل جاتا ہے کیونکہ دین اسلام ہر انسان کی آزادی کا حامی ہے۔ اس قانون کو قانونِ مکاتبت کہتے ہیں جسے اسلام نے علی الخصوص غلام کے مفاد کے لیے وضع کیا ہے۔ اس قانون کا خلاصہ یہ ہے کہ مملوک غلام کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے مالک سے معین رقم پر اپنی غلامی سے آزادی کا معاہدہ کرے۔ غلام اس رقم کو جمع کرنے کے لیے کام کرے اور اسے ادا کرنے کے بعد آزاد ہو جائے۔

اسلام مالک کو اپنے غلام کے آزاد کرنے پر کیسے مجبور کرتا ہے

جب غلام [illegible]
[illegible] ذمہ ہے

آزادی کا مطالبہ کرے۔ جیسا کہ نص قرآنی سے ظاہر ہے مالک کو غلام کے مطالبہ سے انکار کا اختیار نہیں رکھتا۔ مالک پر واجب ہے کہ وہ اپنے غلام سے مکاتبت کرے اور جب تک اسے آزاد کرنے سے حکومت اسلام کی سلامتی کو خطرہ نہ ہو۔ اسے آزاد ہونے کی مدد دے۔ قرآن نے اس بات کو صراحت سے بیان کیا ہے۔ فرمایا: والذین یبتغون الکتٰب مما ملکت ایمانکم فکاتبوھم ان علمتم فیھم خیرا[1]

---

[1] سورہ نور ع ۴ ۔

"جو لوگ غلام مکاتبت کرنا چاہتے ہیں۔ اگر تم ان میں بھلائی پاتے ہو تو ان سے مکاتبت کر لو"

اور حضرت انسؓ نے جو مالک کے غلام سیرین کی جو محمد بن سیرین کا باپ تھا اس کی شکایت کی کیونکہ انہوں نے اس کے ساتھ مکاتبت کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ آپ نے انہیں حکم دیا کہ وہ اس کے ساتھ مکاتبت کریں اور ساتھ ہی [illegible] یہ آیت تلاوت فرمائی۔

والذین یبتغون الکتٰب مما ملکت ایمانکم . . .

پس آپ نے اس سے مکاتبت کی یہاں تک کہ وہ آزاد ہو گیا۔[1]

آزادی پر غلام کی امداد کا حکم

بلکہ اسلام نے تو غلام کے مالک پر فرض قرار دیا ہے کہ جب اس کا غلام مکاتبت کے ذریعہ اس سے آزادی حاصل کرنا چاہے تو وہ اس کی مالی امداد کرے۔

فکاتبوھم ان علمتم فیھم خیرا و آتوھم من مال اللہ الذی آتاکم

اگر تم ان میں بھلائی پاؤ تو ان سے مکاتبت کر لو اور اللہ تعالیٰ نے جو مال تمہیں دیا ہے اس سے انہیں بھی دو۔

حنابلہ اور شافعیہ کا خیال ہے کہ جس رقم پر غلام نے آزادی کے لیے مکاتبت کی ہے اس کا چوتھا حصہ ادا کی صورت میں معاف کر دیا جائے۔ مثلاً غلام اور اس کے مالک کے درمیان یہ معاہدہ ہوا کہ غلام اپنے مالک کو آزادی کے بدلے میں ہزار دینار دے گا تو مالک پر واجب ہے کہ وہ پوری رقم حاصل کرنے کے بعد اڑھائی سو دینار سے دستبردار ہو کر یہ رقم اسے واپس کر دے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وآتوھم من مال اللہ الذی آتاکم

غلاموں کی آزادی کے لیے خاص مالی مد

پھر خود اسلام بیت المال سے غلام کی آزادی کا انتظام کرتا ہے اس لیے اس نے زکوٰۃ کے ایک خاص مد مقرر کی ہے جس سے حکومت ان لوگوں کو جو مکاتبت کے طریق پر غلامی سے آزادی حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ رقم چکانے پر امداد دیتی ہے۔ علاوہ بریں اس آیت کریمہ کی رو سے بھی زکوٰۃ سے جس نے

---

[1] دیکھئے المغنی ابن قدامہ [illegible] سورہ نور [illegible] المغنی ابن قدامہ جلد ۹ ص [illegible] ۔

زکوٰۃ کے مصارف کو بیان کیا ہے جو عہد اوّل میں حکومت اسلامی کی آمدنی کا سب سے بڑا ذریعہ تھی۔

انما الصدقات للفقراء والمساکین والعاملین علیها والمؤلفة قلوبهم وفی الرقاب[1]

پس قرآنی نص سے [illegible] اسلامی ریاست کے [illegible] کے مصارف میں [illegible] ثابت کیا جاتا ہے اور یہ ذمہ داری ڈالی ہے کہ وہ مکاتبین کی [illegible] میں [illegible]۔ یہ ایک صورت ہے [illegible] جب یہ معلوم ہو جائے کہ وہ غلام [illegible] ادا کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا اور مالک [illegible] کے غلام کے درمیان مکاتبت [illegible] ہو جائے تو حکومت اسلامی مالک کو مجبور کرتی ہے کہ وہ غلام کے ساتھ جائز طریقہ سے مکاتبت کا معاملہ طے کرے اور مقررہ رقم کو قبول کرے۔ اگر غلام مکاتبت کے بعد مالک کے پاس کام کرنا قبول کرے تو یہ کام اجرت پر ہوگا۔ جو کچھ غلام کے حساب میں جمع ہوگی۔ اور [illegible] کسی وقت [illegible] کرنا چاہے تو اسے اس بات کا [illegible] لازم ہوگا۔ اور مالک کے لیے لازم ہوگا کہ وہ اسے کسی اور کام پر مجبور نہ کرے۔

اسلام نے غلام پر مالک کے اختیار کو کیسے گھٹایا ہے

اسلام نے قانون مکاتبت کو
غلاموں کے لیے آزادی حاصل

کرنے کا [illegible]۔ اسلام نے غلام پر مالک کے اختیار کو کیسے گھٹا دیا گیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ [illegible] قانون کے نفاذ کے بعد اگر غلام [illegible] اسلام سے پہلے کی [illegible] نہیں کیا جاتا [illegible]۔ اس قانون کے نفاذ کے بعد ظہور اسلام سے قبل کی بری حالت پر نظر کرتے ہوئے [illegible] کیونکہ اسلام نے غلام کو [illegible] حاصل [illegible]۔ مالک کو غلام پر [illegible] طریقے سے غلامی کی قیمت ادا کر کے آزادی حاصل کرنے کے لیے [illegible] ہے۔ [illegible] واضح [illegible] اللہ تعالیٰ نے [illegible] ان کے مشہور صحابی [illegible] مالک [illegible] سے مکاتبت کرنے پر مجبور کیا تھا۔

---

[1] مصارف زکوٰۃ [illegible] ہماری کتاب [illegible] ملاحظہ کیجئے۔

یہ وہ حقوق ہیں جو اسلام نے غلام کو عطا کئے ہیں اور جیسے جیسے عقل و فکر کو فروغ ملا ہے ویسے ہی قانون نے [illegible] غلاموں کا [illegible] کیا جاتا ہے۔ [illegible] حقیقت یہ ہے [illegible] حقوق [illegible]

اسلام میں غلامی کی صرف شکل ہی باقی ہے

اگرچہ اسلام نے جو کچھ غلامی کی قوت توڑ دی [illegible] دیکھئے تو اس نوع کی صرف شکل ہی باقی ہے کیونکہ اسلام نے ہر قسم کے غلاموں کے سامنے غلامی سے آزاد ہونے کے لیے بہت سے راستے کھول دیئے ہیں۔ خود وہ اسی قانونی طریقے سے جس کے بموجب [illegible] غلام [illegible] مکاتبت کے طریقے سے اپنے مالک کی قیمت دے کر آزادی کا مطالبہ کر سکتا ہے اور اپنے ہاتھ سے کام کر کے مکاتبت کی اقساط پوری کر لے اور جب وہ کام سے کمائی نہ کر سکے [illegible] اس قسم کے [illegible] پوری کرنے کا [illegible] آزادی کا [illegible] اسلام نے [illegible] کھولا ہے۔

دوسرا قانونی طریقہ [illegible] حکومت کی [illegible] غلام کے سامنے آزادی کا راستہ کھولتا ہے [illegible] اسلام [illegible] غلام کی [illegible] لکھا ہے۔

غلامی سے اسلام کا جنگ کرنا

اسلام نے مسلمانوں کو دعوت دی ہے کہ وہ [illegible] غلاموں کو آزاد کریں [illegible] معاشرہ [illegible] غلاموں کو آزاد کرنے کی [illegible] ترغیب بھی دی ہے [illegible] آزاد کرنے والوں کی [illegible] اسلام غلامی سے جنگ کرتا ہے اور [illegible] جب ہم کتاب و سنت کی تمام نصوص پر غور کرتے ہیں تو ہمیں ایک بھی ایسی نص نہیں ملتی جو غلام بنانے کا حکم دیتی ہو [illegible] ترغیب [illegible] بلکہ غلام [illegible] آزادی کی فضیلت بتاتی

اور اس کی طرف دعوت دیتی ہیں اور وہ غلاموں کی آزادی اور انہیں غلامی کی قید سے چھڑانے کی ترغیب دیتی ہیں۔

قرآن کریم بھی تو غلاموں کی آزادی کی فضیلت بیان کرتا ہے اور ایسا کرنے کو آگ سے نجات کا ذریعہ قرار دیتا ہے۔

فلا اقتحم العقبة ۝ وما ادراك ما العقبة (فك رقبة) او اطعام في
يوم ذي مسغبة يتيما ذا مقربة او مسكينا ذا متربة [1]

اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بیسیوں احادیث میں صاف طور پر غلام کو آزاد کرنے کی رغبت دی ہے اور صاف طور پر اس کام کے کرنے والوں کو اللہ کے ہاں بہترین جزا اور آگ سے نجات کا وعدہ دیا ہے۔ اس بارے میں آپ سے یہ احادیث بیان ہوئی ہیں۔

- جس نے ایک مومن گردن آزاد کی یہ اسے آگ سے چھڑانے کا ذریعہ ہوگی۔ [2]
- جس آدمی نے ایک مسلمان آدمی کو آزاد کیا اللہ تعالیٰ اس کے ہر عضو کے بدلے میں اس کے عضو کو آگ سے بچائے گا۔ [3]
- جس آدمی کے پاس ایک خوبصورت لونڈی ہو اور وہ اسے اچھی طرح شائستہ بنائے پھر اسے آزاد کرے پھر رضائے الٰہی کے لیے اس سے شادی کرے اسے دوہرا اجر ملے گا۔
- جو شخص کسی مسلمان آدمی کو آزاد کرے وہ اس کے لیے آگ سے چھڑانے کا ذریعہ ہوگا۔ [4]

ایک اعرابی نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے ایسا عمل بتلائیے جو مجھے جنت میں داخل کر دے۔ فرمایا: اگرچہ تو نے مختصر بات کی ہے لیکن لمبا سوال کیا ہے۔ جان کو آزاد کر اور گردن کو چھڑا۔ [5]

اس کے علاوہ اور بھی کئی احادیث ہیں جن میں غلاموں کی آزادی پر حوصلہ افزائی کی گئی ہے اور اس کی ترغیب دی گئی ہے۔

---

[1] البلد آیت ۱۱ تا ۱۶ [2] جمع الفوائد [illegible] [3] بخاری کتاب [illegible] [4] [illegible]
[5] ترمذی، [illegible] احمد۔

غیر مسلم غلام کی آزادی

اسلام نے غلام کی آزادی کے متعلق جو دعوت و ترغیب دی ہے یہ انہی غلاموں کے متعلق نہیں ہے جو غلام بننے کے بعد اسلام میں داخل ہو گئے تھے بلکہ دعوت آزادی تمام غلاموں پر حاوی ہے خواہ وہ مسلم ہوں یا غیر مسلم جیسا کہ فقہائے اسلام کی کتب میں بیان کیا گیا ہے۔ جو روایات حدیث سے ثابت ہیں کہ کافر غلام کو آزاد کرنا ایک نیک عمل اور قرب الٰہی کا باعث ہے جس پر اللہ تعالیٰ اجر دے گا۔ یہ آزادی کی طرف دعوت دینے والی عام نص ہے۔[1]

غلامی کا صفایا کرنے میں اسلام کی دلچسپی

اسلام کو غلامی کا اختیاری طور پر صفایا کرنے یا اس کی وسعت کو نہایت تنگ کرنے میں بڑی دلچسپی ہے۔ اس کے علاوہ اس نے غلاموں کے لیے غلامی کی قید سے آزادی حاصل کرنے کے طریقے کو وسعت دینے کے لیے ضروری تدابیر بتائی ہیں۔ اور جب غلام کا مالک اس پر ناحق ظلم کرے تو اس نے اس کے لیے غلام کو آزاد کرنے کی سزا مقرر کی ہے۔ اس کے علاوہ اس نے مسلمانوں کو رضائے الٰہی کے حصول کے لیے غلام آزاد کرنے کی ترغیب دی ہے۔ اسلام نے غلامی کے خاتمہ کے لیے بہت سے ذرائع بتائے ہیں جن سے بڑی تعداد میں آزاد کرنا ممکن ہو جاتا ہے۔ اس نے غلام کی آزادی کو ایسی سزا قرار دیا ہے جس کی تنفیذ بہت سے مخالفات کا ارتکاب کرنے والوں پر ضروری ہے۔

(۱) قتل خطا کی سزا جس کے لیے آزادی کو کفارہ قرار دیا ہے۔

وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَأً فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ[2]

(۲) اسی طرح اپنی عورتوں سے ظہار کرنے والوں کی سزا بھی آزادی مقرر کی ہے۔

وَالَّذِينَ يُظَاهِرُونَ مِنْ نِسَائِهِمْ ثُمَّ يَعُودُونَ لِمَا قَالُوا فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَتَمَاسَّا[3]

(۳) اسی طرح جو شخص رمضان میں جماع کر کے روزہ افطار کر لیتا ہے اس پر بھی گردن آزاد کرنا لازم

---

[1] دیکھئے کتاب مطالب اولی النہی فی شرح غایۃ المنتہی علامہ مصطفیٰ رحیبانی۔ [2] سورہ نساء ۹۲

[3] سورہ مجادلہ ۳

(۳) یہ کہ ہر وہ شخص جو قسم توڑ ڈالتا ہے وہ بھی غلام آزاد کرے ۔

[illegible] بالتصریح [illegible] لیکن [illegible]

[illegible]

[illegible] ۶۷۰ [illegible]

[illegible] ترغیب دی ہے [illegible] مسلمانوں نے غلاموں کی آزادی کے میدان میں ایک دوسرے سے مقابلہ شروع کر دیا۔ رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] آپ نے [illegible] غلاموں کو آزاد کر دیا اور [illegible] صحابہ و تابعین کے درمیان اور خصوصاً [illegible] غلاموں کی آزادی [illegible] اس روایت سے ملتا ہے جسے اصحاب حدیث و تاریخ نے بیان کیا ہے کہ افریقہ کی طرف حضرت عمر بن عبدالعزیز کے نائب یحییٰ بن سعید نے جب اموال کی تقسیم کے لیے فقیر نہ پائے تو آپ نے حکومت کے مال سے بہت سے غلام خرید کر آزاد کر دیا۔

یحییٰ بن سعید کہتے ہیں کہ مجھے حضرت عمر بن عبدالعزیز نے افریقہ کے صدقات کے لیے [illegible] میں نے صدقات [illegible] فقراء [illegible] کوئی محتاج نہ پایا [illegible] حضرت عمر بن عبدالعزیز نے لوگوں کو غنی کر دیا تھا ... پس میں نے ان صدقات سے غلاموں کو خرید کر آزاد کر دیا

[illegible] غلاموں کے حال کو بہتر بنانے اور ان کی آزادی کے لیے عمل کرنے [illegible] انسانیت [illegible] جیسا کہ ہم قبل ازیں ان قوانین کا ذکر کر چکے ہیں [illegible] غلاموں کو آزاد کرانے کے میدان میں اسلام سے کہیں بہت آگے گیا ہے۔

صفحہ [illegible] ۸۲

غلاموں اور آزادوں میں مساوات

اس وقت جب رومی، ہندی اور ایرانی قانون غلام کی انسانیت کو ختم قرار دے رہے تھے اور اسے دائرہ انسانیت سے باہر بھیڑ بکری جیسی چیز تصور کرتے تھے اور اس کے مالک کے لئے بغیر کسی تحفظ کے اسے عذاب دینا یا خصی کرنا یا قتل کرنا جائز قرار دے رہے تھے تو وہ اس کے دین کا پابند ہے۔ اسلام غلاموں کو جس مقام پہ لے جا رہا تھا یہاں تک کہ اس سے آگے اور ان کے آقاؤں کے درمیان مساوات پیدا ہو گئی۔

پس حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال بن رباح حبشی اور خالد بن رویحہ خثعمی کے درمیان اور اپنے غلام زید بن حارثہ اور اپنے چچا حمزہ بن عبد المطلب کے درمیان اور غلام خارجہ بن زید اور ابو بکر صدیقؓ کے درمیان مواخات کرا دی پس مواخات کے مطابق یہ غلام عرب کے ان سرداروں کے بھائی بن گئے۔

اور یہ مواخات ایک حقیقی تعلق تھا جو خونی تعلق کے برابر تھا اور میراث میں بھی ایک کی حد تک پہنچا ہوا تھا

غلام اور اسلامی قیادت کا منصب

بلکہ اسلام نے ان غلاموں کو اس حد تک بلند کیا ہے کہ وہ ان فوجوں کے سالار ہو گئے جن میں بڑے بڑے مہاجرین کے سردار بھی موجود تھے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ موتہ کیلئے اپنے غلام زید بن حارثہ کو اس فوج کا سالار بنایا جس میں اعیان مہاجرین اور خالد بن ولید جیسے سادات عرب موجود رہے اور جب آپ کے غلام جو اس معرکے میں فوج کے سالار تھے شہید ہو گئے تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بیٹے اسامہ بن زید کو اس فوج کی قیادت دی جس میں حضرت ابو بکرؓ اور عمرؓ جیسے لوگ موجود تھے اس طرح اسلام نے ان غلاموں کو عرب کے آزاد سادات پر قیادت کا حق عطا کیا اور یہ سادات بڑی خوشی سے ان کی اطاعت کرتے تھے

لہ [illegible] اسلام ص۲۲۳۔

غلام اور منصب خلافت بلکہ اسلام تو غلام کی آزادی اور مساوات کا یہاں تک حامی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

« مسلمانو! اطاعت کرو خواہ تم پر حبشی غلام کو حاکم مقرر کیا جائے جس کا سر کشمش کی طرح ہو، جب تک وہ تم میں کتاب اللہ کو قائم کرے اس کی اطاعت کرو »

اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر غلام کے اندر قابلیت موجود ہو تو اسلام اسے خلیفۃ المسلمین بننے کے لئے موزوں تصور کرتا ہے۔ چنانچہ بعض دوسرے مسلمانوں کی کتب سے ثابت ہے کہ [illegible] اہلیت رکھتا ہو [illegible] حدیث نبوی کے وضع کردہ اصول سے استدلال کرتے ہوئے حضرت عمر بن خطاب نے فرمایا ہے یعنی وہ خلیفہ بنائے جانے کے مستحق سمجھے جاتے تھے

« اگر ابو حذیفہ کا غلام سالم زندہ ہوتا تو میں اسے خلیفہ بنا دیتا »

انصاف پسندوں سے ایک بات وہ انسان جو انصاف پسند اور روشن دماغ ہیں خواہ وہ کسی مذہب کے ہوں اسلام کے بارے [illegible] تو یہ بات اچھی طرح سمجھ سکتا ہے کہ اسلام دین فطرت ہے کوئی مذہب نہیں روکتا کہ ایک دوسرے کو غلام بنا لیں۔ جب کہ اسلام نے دشمن [illegible] کی آزادی اور غلاموں کے حقوق کے لئے عمل کیسے پروگرام دیا ہے [illegible] کو ختم کر دیا ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اس نے [illegible] ہے جس کے عوض اس نے غلامی کی تمام اقسام کو جو [illegible] اسلام سے قبل موجود تھیں لغو قرار دے دیا ہے اور غلامی کی رہ گئی [illegible] جو اسلام نے [illegible] صورت میں باقی رکھی ہے وہ جنگی قیدیوں کی ہے۔ اسلام نے اس غلامی کو [illegible] قرآن [illegible] معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کی رغبت یہ ہے کہ غلاموں کو [illegible] صدقہ [illegible] مناسب [illegible] غلام آزاد کرنے کی بکثرت دعوت دی گئی ہے [illegible] آزاد خیال [illegible] انسان کے لئے [illegible] اسلام پر [illegible] اتہام لگاتے ہیں۔

۱؎ [illegible]

کر سکے جو عیسائی مشنری کے غلاموں نے تسلیم کیا ہے یا غلاموں کو خوش آمدید کہا ہے اور ان کا عمل و اقرار کیا ہے۔

جو لوگ اسلامی پردہ کے غلاموں کے موقف کے بارے میں آج باتیں کرتے ہیں خواہ معتقدات کرتے ہیں وہ صرف ایک معین مقصد تک پہنچنا چاہتے ہیں اور وہ ہے لوگوں کو شک میں ڈالنا خصوصاً نوجوان دانشور مسلم نوجوانوں کو، اور انہیں اس دین قدیم سے بے رغبت کرنا۔ اس کے سوا ان کا اور کوئی مقصد نہیں۔

مسلم نوجوانوں سے خطاب

مسلم نوجوانو تمہیں یہ چاہیے کہ تم مخالفینِ اسلام کے اس شبہ کو تسلیم کرنے اور قبول کرنے سے پہلے اس کے کہ تم ان کے وساوس کو قبول کر کے اپنی عقلوں کو حاکم بنالو اور ہر چیز سے پہلے اپنے دین کے اصولوں، اس کے قوانین کے مصادر اور ان کی غایات و اہداف پر آزادانہ غور کرو بلکہ تم اس دین کی حقیقت کے درمیان اور ان لوگوں کے اقوال کے درمیان آزادانہ تحقیقی موازنہ کرو جن کے متعلق کم از کم یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ دین کے بیرونی دشمن ہیں اور اس کے خلاف میدانِ جنگ میں کام کر رہے ہیں۔ جب تم یہ کرو گے اور تمہارے دین کے جن پہلوؤں کو بھی ان دشمنوں نے طعن و تنقید کا نشانہ بنایا ہے اس کی تحقیق کرو تو تمہیں ان اعتراضات کی کمزوری اور ان متشدوات کے بطلان کا پتہ چل جائے گا اور تم پر وہ ظلم و افترا بھی واضح ہو جائے گا جو ان اعتراضات اور متشدوات کے اندر پایا جاتا ہے

ہم یہ بات صرف غلامی کے موضوع کے متعلق ہی نہیں کہتے بلکہ ہم تم سے التماس کرتے ہیں کہ یہی منہج اختیار کرو ہر اس دین سے متعلق تعبیر کرنے والے عاجز دشمنوں سے جو تم اعتراضات و تناقضات اور تشبیہات کبھی کبھی تحقیقی موازنہ کے نام سے اور کبھی تہذیب و وسعت اور آزادیِ فکر کے نام سے سنتے ہو ان کے بالمقابل یہ مستقل آزاد اور مدلل مسلک اختیار کرو گے تو تم ان اعتراضات کو تسلیم کرنے اور ان کے وساوس سے متاثر ہو جانے کے بجائے تمہارے دین کے متعلق ان کے یہ وسوسے جو شبہات پیدا کرتے ہیں ان سے بچ سکو گے تو اپنے نظریہ کو مستقل آزاد تحقیقی انداز میں ڈھالو گے اور یہ بھی کہ اس دین کے دوست اور مخالف کاوشوں کے درمیان فرق سمجھ سکو گے جو حیثیت سے ان اعتراضات کو رد کرنے اور عقل و علم اور منطق کی رو سے

ان مخلوقات کو تخلیق کرنے کے ذمہ دار ہیں ... کیا تم [illegible] کرتے ہو [illegible]

اور خود اپنی [illegible] آپ [illegible] سے تعلق نہ رکھتے ہوئے کم از کم جرات کر سکتا ہے وہ

ہے کہ تمہاری [illegible] فضل ہے اور تمہاری شخصیت [illegible] سے بڑھ کر نہیں [illegible]

کیسے چھوڑ دیا [illegible] بیان کیا [illegible] ہے

اور یہ وہ بات ہے جسے اپنے آپ سے [illegible] کرتے ہوا انسان کی [illegible]

کیا ہر کردار شعور اور سمجھ [illegible] انسان [illegible] سے اپنے [illegible] ہے۔

ڈاکٹر [illegible] عرفان ۔ [illegible]

Bought on 17th Ramadan 1432
17 Aug 2011
from Tehran Haraj